مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر میمن

مکتبہ الارسلان
MAKTABA-E-ARSALAN

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثالی بچپن

www.besturdubooks.net

مرتب

مولانا ارسلان بن اختر میمن

جن احباب کو اس کتاب سے فائدہ ہو تو وہ احقر کے مرحوم بھائی حافظ محمد اکبر (عمر ۲۶ سال) کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مکتبہ ارسلان اُردو بازار، کراچی۔
فون: 0333-2103655

نام کتاب .... حضور ﷺ کا مثالی بچپن
ترتیب وتزئین .... مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن
اشاعت اوّل .... اپریل 2007ء

ملنے کا پتہ:

کراچی: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال نمبر 2، کراچی۔ فون: 4992176 نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی۔
بیت القرآن اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔
اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دار الاشاعت اردو بازار، کراچی۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔
لاہور: مکتبہ رحمانی غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انار کلی بازار، لاہور۔
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔
راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا
مثالی بچپن

''مولانا ارسلان بن اختر''

اکابر کی نظر میں

حضرت شہید مولانا یوسف لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ نظر میں

محمد یوسف بن لدھیانوی
جامع مسجد باب الرحمت
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۷۴۴۰۰
فون ۷۷۸۰۳۳۷

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن
مدیر ماہنامہ "بینات" کراچی،
اسلامی صفحہ اقرأ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" روزنامہ جنگ کراچی

حضرت لدھیانویؒ نے مولانا ارسلان کی کتاب ''علامات محبت'' کی تقریظ میں لکھا ہے کہ! زیر نظر مجموعہ میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے مسترشد ''جناب محمد ارسلان بن اختر'' نے نہایت محنت وعرق ریزی سے سلاست سے معمور اور مستند حوالوں سے مزین زیر نظر کتاب مرتب فرمائی ہے۔ جو کہ تحسین اور لائق اعتماد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو نافع بنائے۔ آمین!!!

العارض..... حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شہید کی نظر میں

ڈاکٹر صاحب کے قلم سے مختلف کتب پر لکھی گئی تقاریر کے چند اقتباسات!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

DR. MUFTI NIZAMUDDIN SHAMZI
Professor of Hadith
Jamiat-ul-Uloom Il Islamiyyah,
Allama Banori Town, Karachi-5 Phone : 4918234
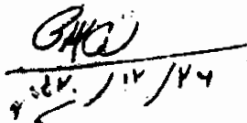
ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی
استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مولوی ارسلان بن اختر کی کتاب ''نماز میں خشوع وخضوع'' میں اقوال سلف کا اچھا ذخیرہ ہے۔ خصوصاً دوسرے حصے میں خشوع وخضوع کی صفت پیدا کرنے کے طریقے خوب بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو امت کے لئے نافع بنائے۔ امین!!!

بندہ نے عزیز مولوی ارسلان کی کتاب ''حصول ولایت'' دیکھی، ماشاء اللہ اس مقصد کے لئے انتہائی نافع اور مفید ہے اس کتاب کے مضامین بھی ماشاء اللہ بہت اونچے ہیں انشاء اللہ اس کے پڑھنے سے ہر شخص میں محبت الٰہی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی محنت کو اپنی مخلوق کے لئے باعث ہدایت بنائے امین!!!

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے مولانا ارسلان کی کتاب ''اللہ کے عاشقوں کی عاشقی'' کی تقریظ میں لکھا ہے کہ مولوی ارسلان صاحب کا تعلق بیعت چونکہ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب سے ہے، اس لئے ان کے مسترشدین کو بھی ماشاء اللہ ان چیزوں میں سے وافر حصہ ملا ہے۔ اس لئے محبت الٰہی کا موضوع مؤلف موصوف کے لئے شنید نہیں بلکہ دید ہے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ مولوی ارسلان کو اپنی محبت ومعرفت کاملہ نصیب فرمادے۔ امین!!!

حضرت ڈاکٹر صاحب نے ''گناہوں کا سمندر'' نامی کتاب میں دوران تقریظ لکھا ہے بندہ مولوی ارسلان کی محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ آمین!!!

۲۶/۱۲/۲۰۰۲

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حکیم اختر دامت برکاتہم العالیہ کی نظر میں

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ
ناظم، مجلس اشاعۃ الحق
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ اشرف المدارس
ایس ٹی ۱۔ اے گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

HAKIM MUHAMMAD AKHTAR
NAZIM
MAJLIS-E-ISHAT UL HAQ
KHANQAH IMDADIA ASHRAFIA
ASHRAFUL MADARIS
GULSHAN-E-IQBAL-2 KARACHI

کتاب ''اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں'' ۳۰۰ کتابوں سے مستند ہے۔ جس میں صوفی مولوی ارسلان صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے اپنے فطری ذوق عاشقانہ عارفانہ سے محبت اور معرفت کے نہایت مفید مضامین جمع کیے ہیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ کتاب اور موصوف کی دیگر کتابوں کا مطالعہ امت مسلمہ کے لئے معرفت اور محبت خداوندی کے حصول میں نہایت مفید ثابت ہوگا۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ موصوف کی تصنیف اور تالیف کردہ کتابوں کو امت مسلمہ کے لئے نہایت مفید بنا کر قارئین اور معاونین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!!!

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا حکیم اختر دامت برکاتہم العالیہ

جن احباب کو اس کتاب سے نفع ہو تو وہ احقر کے مرحوم بھائی حافظ محمد اکبر (عمر 26 سال) کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

فہرس

باب نمبرا

حضور ﷺ کا سلسلہ نسب

باب نمبر۲

تخلیق نورِ محمد ﷺ

باب نمبر ۳

زم زم کے کنویں کی گمشدگی

باب نمبر ۴

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے حالات

باب نمبر ۵

بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا عبرتناک انجام

باب نمبر ۶

حضور ﷺ کے والد عبداللہ کی سیدہ آمنہ سے شادی

باب نمبر ۷

جانِ دو عالم ﷺ کے والد عبداللہ کی وفات

باب نمبر ۸

حضور ﷺ کی ولادت سے قبل

باب نمبر ۲۶

جانِ دوعالم ﷺ کی مثالی پیدائش

باب نمبر ۱۰

شب ولادت (ﷺ) کی رات

باب نمبر ۱۱

دودھ پینے کا زمانہ

باب نمبر ۱۲

حضور ﷺ کی دائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مکہ آمد

باب نمبر ۱۳

بوقت ولادت رونما ہونے والے واقعات

باب نمبر ۱۴

آپ ﷺ کے بچپن کے معجزات

باب نمبر ۱۵

حضور ﷺ اور شق صدر

باب نمبر ۱۶

حضور ﷺ دادا کی سرپرستی میں

باب نمبر ۱۷

حضور ﷺ ابوطالب کی سرپرستی میں

باب نمبر ۱۸

بچپن میں آپ ﷺ کے تجارتی سفر

باب نمبر ۱۹

سردار انبیاء ﷺ کا بھیڑ بکریاں چرانا

باب نمبر ۲۰

حضور ﷺ کا حجرہ اسود نصب کرنا

باب نمبر ۲۱

حضور ﷺ کے جسم مبارک کی خصوصیت

باب نمبر ۲۲

جانِ دو عالم ﷺ کے اسماء مبارک

باب نمبر ۲۳

اتباع رسول ﷺ

باب نمبر ا

حضور ﷺ کا سلسلہ نسب

حضور اکرم ﷺ کے نسب شریف کو مواہب لدنیہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی (بضم قاف و فتح صاد و تشدید یاء) بن کلاب (بکسر کاف) بن مرہ (بضم میم و تشدید راء) بن کعب (بفتح کاف و سکون عین) بن لوئی (بضم لام و فتح ہمزہ و تشدید یاء) بن غالب بن فہر (بکسر فا و سکون ہاء) بن مالک بن نضر (بفتح نون و سکون ضاد) بن کنانہ (بکسر کاف دونوں کے ساتھ) بن خزیمہ (بخاء معجمہ و زاء بر لفظ تصغیر) بن مدرکہ (بضم میم و سکون دال و کسر راء) بن الیاس (بکسر ہمزہ ایک قول کے بموجب اور دوسرے قول کے بموجب بفتح ہمزہ بمعنی یاس ناامیدی جو رجاء امید کی ضد ہے اور ہمزہ وصل کے لئے ہے صاحب موہب کہتے ہیں کہ یہ قول اصح ہے) بن مضر (بضم میم فتح ضاد) بن نزار (بکسر نون و بزاء) بن معد (بضم میم و فتح عین اور بعض کے نزدیک بفتح میم و سکون عین اسے صحیح کہتے ہیں) بن عدنان (بفتح عین سکون دال)

نسب شریف

سیدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔

دادا نے آنحضرت ؐ کا نام محمد (ﷺ) اور ماں نے ......خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد (ﷺ) رکھا تھا...... نبی ﷺ حضرت ابراہیمؑ (خلیل الرحمٰن وابوالانبیاء) کی اولاد سے ہیں۔ جو ہاجرہؓ بی بی کے بطن سے ہوئی......

ہاجرہؓ بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھیں......خدا کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ...... خدا کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے ......اور پیغام الٰہی پہنچایا کرتے تھے۔

ہاجرہؓ بی بی کے بیٹے حضرت اسمٰعیل ہیں...... جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے بیٹے ہیں...... باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا...... جہاں اب مکہ ہے......خدا نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو خدا نے بارہ بیٹے دیئے تھے......ان میں سے قیدار بہت مشہور ہیں......تورات میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے......

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصیٰ بہت مشہور ہیں...... جو چار واسطوں سے نبی ﷺ کے دادا ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا شجرۂ طیبہ والدہ کی طرف سے

						مدرکہ
						ہذیل
					صعصعہ	سعد
			لوئی		عادیہ	تمیم
			کعب		لحیان	الحارث
		مرہ	عدی	حباشہ	غنم	ثعلبہ
غالب		کلاب	عویج	مالک	مالک	وہب (دختر)
مرہ		قصی	عبید	حارث		میمہ (دختر)
کلاب	عبدالدار	عبدالعزیٰ	عوف		قلابہ (دختر)	
زہرہ	عثمان	اسد		برہ		
عبدالمناف	عبدالعزیٰ		ام حبیب (دختر)			
وہب		برہ (دختر)				
	حضرت آمنہ					

(والدہ ماجدہ رسول اکرم ﷺ)

حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کا تعلق نسبی

فہر (قریش)

غالب

لوئی

کعب

مرہ				عدی
				رزاح
کلاب			تمیم	قرط
قصی			سعد	عبداللہ
عبدالمناف			کعب	ریاح
ہاشم		عبدالشمس	عمرو	عبدالعزیٰ
عبدالمطلب		امیہ	عامر	نفیل
		ابوالعاص		
عبداللہ	ابوطالب	عفان	عثمان	خطاب
محمد ﷺ	حضرت علیؓ	حضرت عثمانؓ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ

حضور ﷺ کا مثالی نسب

الشفاء میں قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے نسب کی شرافت......
وطن کی حرمت......اور جائے پیدائش کی قدر و قیمت......تو ایسے امور ہیں......جن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں......اور نہ اسے بیان کرنے اور واضح کرنے کی حاجت ہے۔

آپ بنو ہاشم کے خاندان کے منتخب فرد......اور قریش کے خاص خاندان سے تعلق رکھتے ہیں......والد و والدہ دونوں کی طرف سے......آپ کا نسب مبارک شریف ترین ہے......
آپ ﷺ مکہ معظمہ کے بسنے والے ہیں......جو اللہ کے تمام شہروں میں......اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک سب سے عزت والا شہر ہے۔

سب سے بہتر زمانہ! میرے حضور کا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اولاد آدم پر جتنے زمانے گزر چکے ہیں ان سب سے بہتر زمانے میں مجھے بھیجا گیا۔

سب سے بہتر خاندان

حضرت عباسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا...... اور ان سب سے بہتر مخلوق......اور زمانے میں مجھے پیدا کیا......پھر اس نے قبائل پر نظر انتخاب ڈالی......اور مجھے سب سے بہتر قبیلے میں پیدا کیا......
پھر گھرانوں پر نظر ڈالی......اور مجھے سب سے بہتر گھرانے میں

پیدا کیا۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں...... حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا...... پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں...... بنو کنانہ کو منتخب کیا...... پھر بنو کنانہ میں سے قبیلہ قریش کو چنا...... اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا...... اور پھر بنو ہاشم کے سب سے زیادہ معزز گھرانے میں ...... مجھے پیدا فرمایا۔ (مسلم) (امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

طبری نے حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات پر نظر انتخاب ڈالی...... اور ان میں سے انسان کو پسند کیا...... پھر انسانوں میں سے عرب کو منتخب کیا...... عربوں میں سے قریش کو...... قریش میں سے بنو ہاشم کو...... اور بنو ہاشم کو سب سے زیادہ عزت دی...... پھر ان میں مجھے پیدا کیا......

سو میں ہمیشہ پاکیزہ لوگوں کی نسلوں میں رہا ہوں...... اچھی طرح سن لو کہ جو شخص عربوں سے محبت کرتا ہے...... وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے...... اور جو عربوں سے عداوت رکھتا ہے...... وہ میری عداوت کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی روح مبارک...... ایک نور کی شکل میں...... حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے...... دو ہزار سال قبل...... اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر تھی...... وہ نور مبارک اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول

رہتا...... اور اس کی تسبیح سن کر...... فرشتے تسبیح پڑھتے...... پھر جب اللہ تعالیٰ نے ...... حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا...... تو اس نور مبارک کو ان کی پشت میں ڈالا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے...... حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھ کر...... اس زمین پر اتارا تھا...... اور پھر میں حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں منتقل ہوا...... اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک میں مجھے منتقل کیا گیا...... اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر...... مجھے باعزت پشتوں...... اور پاک رحموں میں...... منتقل کیا جاتا رہا...... یہاں تک کہ...... میرے والدین کے ذریعے مجھے ظاہر کیا گیا...... میرے والدین کبھی بھی حرام میں مبتلا نہیں ہوئے۔

(خصائل کبریٰ)

حضور مکرم ﷺ کے نسب کی پاکیزگی

حضرت امام الماوردی علیہ الرحمہ نے سابقہ کلام کے بعد فرمایا ہے کہ......

جب تو نے حضور ﷺ کے نسب کی حالت کو سمجھ لیا...... اور آپ کی ولادت کی طہارت کو جان لیا...... تو پھر یہ بھی جان لے کہ...... آپ ﷺ کے تمام آباء اور اجداد سردار اور رؤسا ہوتے تھے......

کیونکہ لوئی بن غالب بن فہد بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔

آپ ﷺ کے نسب نامہ میں کوئی شخص بھی...... رذیل، کم عقل اور گھٹیا نہیں ہے...... بلکہ تمام کے تمام سردار اور قائد ہیں...... یہ تمام پاکیزہ ترین خواتین سے...... نکاح کرنے کی وجہ سے مشہور ہیں...... اور یہ تمام نکاح ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے...... اگرچہ اس

وقت بدکاری عام تھی۔

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اوسط میں ابونعیم اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء نے فرمایا:

میرا ظہور ہمیشہ نکاح سے ہوتا تھا...... بدکاری کی وجہ سے میرا ظہور نہیں ہوتا تھا...... حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر...... میرے والدین کریمین تک...... مجھے جاہلیت کی برائیوں میں سے کوئی برائی نہیں پہنچی۔ (دلائل النبوۃ)

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہا اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ محمد بن السائب الکلبی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے لئے آپ ﷺ کی پانچ سوجدات مطہرات کے نام لکھے۔ لیکن میں نے نہ ہی ان میں کوئی بدکاری کی صفت بد دیکھی اور نہ ہی جاہلیت کی کوئی برائی دیکھی۔ (حجة الله علی العالمين)

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا:

میں نے زمین کے مشارق اور مغارب کو چھان مارا...... میں نے کوئی شخص حضرت محمد ﷺ سے افضل نہیں دیکھا...... اور نہ ہی قبیلہ بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ دیکھا ہے۔ (دلائل النبوۃ)

شیخ الاسلام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث پاک کے صحیح ہونے کی علامات ظاہر ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

باب نمبر ۲

تخلیق نورِ محمد ﷺ

یہ ایک دائمی اور ابدی حقیقت ہے کہ اول مخلوقات اور ساری کائنات کا ذریعہ اور تخلیق عالم کا واسطہ حضور ﷺ ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا عمر تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ پھر خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

فسجد للّٰہ فبقی فی سجودہ سبع مائة عام فاول کل شی سجد اللّٰہ نوری (جواھر البحار ج ۲ ص ۳۴۵)

پس اس (نور محمدیا) نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور سجدہ کیا ......وہ سجدہ سات سو سال تک جاری رہا......اور اللہ کی بارگاہ میں سب سے پہلے میرے نور نے سجدہ کیا۔

حدیث میں ہے:-

كُنْتُ نَبِيًّا وَ.ادَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسدِ ا — میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم روح وجسم کے درمیان تھے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے:-

اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْن وَادَمُ — بے شک میں عبداللہ اور آخری نبی

لَمُنجَدِ لٌ" فِی طِیْنَه — اس وقت تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے۔
(معراج النبوۃ والوفا بن جوزی)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا: جبرائیل ذرا یہ تو بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کیا:-

یارسول اللہ ﷺ عمر کا تو مجھے صحیح علم نہیں...... لیکن ہاں اتنا یاد ہے کہ...... چوتھے حجاب میں...... ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد...... ایک مرتبہ چمکتا تھا...... میں نے اپنی زندگی میں اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

وعزۃ ربی انا ذالک الکوکب ...... میرے رب کی عزت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی تھا۔

(سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۴ جواہر البحار ص ۷۷۶)

حضور ﷺ کا نسب گناہ سے پاک رہا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

جب سے میں آدمؑ کے صلب (نطفے) سے نکلا ہوں...... میں کسی بدکار کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا...... اور تمام قومیں پشت در پشت...... (مجھے اپنی قوم کا فرد دیکھنے کے لئے) آپس میں الجھتی رہیں...... یہاں تک کہ میں دو انتہائی افضل آدمیوں...... یعنی ہاشم اور زہرہ کی اولاد میں پیدا ہوا۔ (ام سیر علامہ حلبی)

اولین تخلیق نورِ محمدی

یعنی حضرت آدمؑ کی صلب سے منتقل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کا نور برابر ایک سے دوسرے میں اولاد در اولاد منتقل ہوتا رہا۔ اس پورے سلسلے میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی پشت میں یہ نور نکاح کی بجائے بدکاری کے ذریعہ منتقل ہوا ہو۔ اور اس کے نتیجے میں کہیں بھی اور کسی بھی دور میں آپ ﷺ کے نسب میں انگلی رکھی جا سکے۔

آنحضرت ﷺ تخلیق کائنات کا سبب

آپ ﷺ کا نور اس پوری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا...... اور جیسا کہ مختلف روایت سے پتہ چلتا ہے...... آپ ﷺ کی تخلیق ہی...... اس پورے عالم کی تخلیق کا سبب ہے...... چنانچہ ابن عساکر نے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ...... جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: آپ ﷺ کا رب آپ سے فرماتا ہے:۔

> اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا تھا...... تو آپ کو اپنا محبوب بنایا ہے...... میں نے اپنے لئے آپ سے زیادہ شریف ومعزز...... کوئی چیز پیدا نہیں کی...... میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا کیا ہے...... تاکہ انہیں دکھاؤں کہ...... میرے نزدیک آپ کا کتنا رتبہ اور مرتبہ ہے...... اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

اسی طرح سیرت النبویہ والآثار المحمد یہ میں حاکم کی حضرت عمر فاروقؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر رسول اللہ ﷺ کا نام نامی لکھا ہوا دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ نیز مختلف سندوں سے ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کے دل میں ڈالا گیا کہ وہ یہ کہیں:

''اے پروردگار! تو نے میرا لقب ابو محمد ﷺ کیوں رکھا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! اپنا سر اٹھا۔

آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پردوں میں آنحضرت ﷺ کا نور نظر آیا۔ انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار یہ نور کیسا ہے؟ جواب ملا

یہ نور میرے نبی کا نور ہے...... جو تمہاری اولاد میں ہوں گے......
آسمانوں میں ان کا نام احمد ﷺ ہے...... اور زمین میں محمد ﷺ
ہوگا...... اگر وہ نہ ہوتے تو نہ میں تمہیں پیدا کرتا...... اور نہ زمین
اور آسمان کو پیدا کرتا۔ (ام سیر علامہ حلبی)

ایک روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے:۔

یا جابر اول ما خلق اللّٰہ نور نبیک من نورہ	اے جابرؓ سب سے پہلے خدا نے تیرے پیغمبر ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا

اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصے ہوئے...... اور انہی سے لوح وقلم...... عرش وکرسی آسمان وزمین...... اور جن وانس کی پیدائش ہوئی...... زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھیں۔

ہندوستان میں مصنف عبدالرزاق کی گو دوسری جلد ملتی ہے مگر پہلی نہیں ملتی۔ دوسری جلد دیکھ لی گئی۔ اس میں یہ حدیث مذکور نہیں۔ اس لئے اس روایت کی تنقید نہیں ہوسکی۔ اور چونکہ کتاب مزکور میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثیں تک موجود ہیں اور فضائل ومناقب میں اس کی روایتوں کا اعتبار کم کیا جاتا ہے۔

اس لئے اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں مجھے پس وپیش ہے۔ اس تردد کو قوت اس سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے صحیح احادیث میں مخلوقات الٰہی میں سب سے پہلے قلم تقدیر کی پیدائش کا تصریحی بیان ہے:۔

اول ماخلق اللّٰہ القلم

علامہؒ نے ان روایات کو لکھ کران کے شروع میں ان کو تردید لکھی اس کے بعد تائید میں حاشیہ میں لکھا ہے:۔

بعض ارباب سیر نے اس بناء پر کہ فضائل میں ہر قسم کی روایات قبول کرلی جاتی ہیں اور خصوصاً وہ جن کی تائید ان کے خیال میں دوسرے طریقوں سے ہوتی ہے، اس روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ (زرقانی علی المواهب جلد ۱ صفحہ ۳۳)

مگر جو علماء ہر قسم کی روایت میں صحت کے پہلو کا خیال ضروری سمجھتے ہیں ان کو اس میں کلام ہے۔ البتہ حضور انور ﷺ کا تمام انبیا میں اول مخلوق ہونا ثابت ہے۔

روایتوں میں ہے کہ یہ نور...... پہلے ہزاروں برس سجدہ میں پڑا رہا...... پھر حضرت آدم علیہ السلام کے تیرہ تار جسم کا چراغ بنا...... پھر آدم علیہ السلام نے مرتے وقت شیثؑ کو اپنا وصی بنا کر یہ نور ان کے سپرد کیا...... اسی طرح یہ درجہ بدرجہ...... ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا...... حضرت عبداللہ کو سپرد ہوا...... اور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کو منتقل ہوا...... نور کا سجدہ میں پڑے رہنا اور اس کا موجود ہونا بالکل

موضوع ہے......اور نور کا ایک دوسری وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہنا بے سروپا ہے

خلقت آدم علیہ السلام

حدیث جابرؓ کے الفاظ ہیں۔

ثم خلق اللہ آدم من الارض ورکب فیہ النور فی جبھتہ (روح المعانی پ ۲۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اس نور کو ان کی پیشانی میں رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کا ارادہ فرمایا......تو ملائکہ کو زمین سے مٹی لانے کا حکم فرمایا......آخر میں حضرت عزرائیل علیہ السلام زمین پر تشریف لائے......تفسیر قرطبی میں ہے:۔

فاخذ من وجہ الارض وخلط لم یاخذ من مکان واحد واخذ من تربۃ حمراء وبیضاء وسوداء (تفسیر قرطبی ج ا ص ۲۸۰)

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کل روئے زمین سے مختلف رنگ کی سرخ ،سفید اور سیاہ خاک لی اور سب ملا کر حاضر کردی۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے......فخلقہ اللہ بیدہ ......
حضرت آدم علیہ السلام کا قالب بنایا اور ان کی جبیں میں ایک گڑھا سا رکھ دیا۔

آدم اور نور محمدی ﷺ

جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی کنیت ابو محمد رکھی۔ منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خاص قسم کی لغزش واقع ہوئی تو

انہوں نے مناجات کی:-

اے رب بواسطہ محمد (ﷺ) میری اس لغزش کو معاف فرما دے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا:-

تم نے محمد (ﷺ) کو کہاں سے جانا؟

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا اسی زمانہ میں جب کہ تو نے مجھے پیدا فرمایا تھا۔ اس وقت میری نظر عرش او ابواب جنت پر پڑی تو لکھا دیکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں نے جان لیا کہ ضرور تیرے نزدیک ساری مخلوق سے برگزیدہ ہستی یہی ذات کریم ہوگی جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ اس پر ندا فرمائی گئی:-

یہ نبی آخر الزماں ہیں جو تمہاری ذریت یعنی اولاد سے ہیں۔ ان کا اسم گرامی آسمان میں احمد (ﷺ) اور زمین میں محمد (ﷺ) ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین کو نہ پیدا کرتا۔ اے آدم (علیہ السلام) میں نے تمہیں انہیں کے طفیل پیدا فرمایا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں آ کر عرض کیا:-

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے تو تمہیں حبیب بنایا ہے۔ اور میں نے اپنے نزدیک تم سے زیادہ برگزیدہ کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ اور میں نے دنیا و جہاں کو اسی لئے پیدا فرمایا ہے کہ وہ جان لیں کہ میرے نزدیک تمہاری کتنی قدر و منزلت اور مرتبت ہے۔

اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

صاحب مواہب لدنیہ، حضرت امام جعفر صادقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ان کے بعد میکائیل نے، ان کے بعد اسرافیل نے ان کے بعد عزرائیل نے اور ان کے بعد ملائجیہ مقربین نے سجدے کئے اور فرمایا:۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ

سب سے آخر میں تمام فرشتوں نے سجدہ کیا

جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل فرمایا گیا تو انہوں نے اپنے جنسی فریق کی خواہش ظاہر کی۔ جس سے محبت کریں اور ذکر حق میں باطنی سکون وقرار حاصل کریں۔ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو نیند میں مبتلا کر دیا اور اس حالت خوابیدگی میں ان کی بائیں پسلی نکال کر اس سے سیدہ حواء کو پیدا فرمادیا۔ ان کا نام حواء اسی بناء پر رکھا گیا کہ وہ ''حی'' یعنی زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے حواء کو دیکھا تو اپنے دونوں ہاتھ ان کی طرف بڑھائے۔ اس پر فرشتوں نے کہا ''ٹھہریئے'' تاکہ نکاح ہو جائے اور آپ ان کا مہر ادا کر دیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ''مہر کیا ہے؟'' فرشتوں نے کہا ''تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج دو مہر ادا ہو جائے گا''

ایک روایت میں بیس مرتبہ آیا ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ عزاسمہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نکاح حضرت حواء سے فرمایا اور اپنے کلام اقدس سے خطبہ پڑھا۔ (حوالہ مدارج النبوہ ومواہب لدنیہ)

اس خدائی اعزاز پر ابلیس، آدم علیہ السلام سے حسد کرنے لگا۔ مختصراً یہ کہ

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ میں مبتلا کر کے ان کو جنت سے نکلوادیا۔
جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو اپنے کیئے پر بہت پشیمان ہوئے اور طرح طرح کی دنیاوی مشقتیں جھیلیں۔

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو تین سو سال تک سر جھکائے اشک ندامت بہاتے رہے اور آسمان کی جانب سر نہ اٹھایا۔ مسعودی فرماتے ہیں کہ اگر تمام روئے زمین کے رہنے والوں کے آنسو جمع کیئے جائیں تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کے مقابلہ میں کم ہی نکلیں گے۔

کچھ روایتوں میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو سے عود، رطب، زنجبیل، صندل اور طرح طرح کی خوشبوئیں پیدا فرمائیں۔ اور حضرت حواء کے آنسو سے لونگ و جائفل وغیرہ پیدا فرمائیں۔

بعد ازاں حق تعالیٰ نے انہیں وہ کلمات، الہام فرمائے جن کے سبب ان کی توبہ مقبول بارگاہ ہوئی۔ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق وہ کلمات یہ ہیں:۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اگر
تو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو یقیناً ہم نقصان
اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

توبہ کی قبولیت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں یہ دستور جاری فرمادیا کہ ہر حمل میں جڑواں بچے پیدا ہوتے، ایک لڑکا ایک لڑکی۔ مگر حضرت شیث علیہ السلام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں، تنہا پیدا ہوئے تا کہ نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

ان کے اور کسی دوسرے کے درمیان اشتراک نہ ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اس نور مبارک کو پاک بیبیوں میں منتقل کرنا۔ بعد میں حضرت شیث علیہ السلام نے بھی اپنے فرزند جن کا نام "انوش" تھا، یہی وصیت فرمائی۔ اسی طرح اس وصیت کا سلسلہ ایک قرن سے دوسرے قرن تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ یہ نور مبارک حضرت عبدالمطلب سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما تک آیا۔

حافظ ابو علی الحسن بن علی جو کہ ابن القطان کے نام سے مشہور ہیں نے اپنی کتاب "البشائر والاعلام" میں لکھا ہے:-

حضور مکرم ﷺ کی پیدائش سے پہلے جن معجزات کا ظہور ہوا ان کو حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا سے یوں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے پاس نور تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

لما خلق اللہ ادم جعل ذالک النور فی ظھرہ فکان یلمع فی جبنیہ فیغلب سائر نورہ

تاریخ خمیس مواھب لدنیہ

حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر نور محمدی ﷺ آدم کی پشت میں امانت رکھا تھا۔ مگر وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی سے سورج کی شعاعوں کی طرح چمکتا اور آدم کے نور پر غالب آیا تھا۔

اس میں اشارہ یہ تھا کہ نبی آخر الزمان سب سے پیچھے پیدا ہوں گے۔ مگر آپ ﷺ کا نور آپ کا رتبہ حضرت آدم علیہ السلام سے آگے اور مقدم ہوگا۔

نامور محدثین اور علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ تمام انسانوں میں سب سے افضل انسان ہیں۔ اور آپ ہی کی وجہ سے اس کائنات کو بنایا گیا ہے۔

مذکورہ روایات میں جس نور محمدی کو لکھا گیا ہے، ان سے مراد وہ نور ہے، جو آدم سے لے کر نسل در نسل آنے والے انبیاء میں منتقل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ میرے محبوب ﷺ کا ظہور ہو گیا۔

اس نور سے یہ سمجھنا کہ آپ (ﷺ) نور تھے، بشر (انسان) نہ تھے۔ یہ جہالت ہے۔ کیونکہ نور تو فرشتے بھی ہیں، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ابن آدم سے افضل ہو گئے۔ تو معلوم ہو گیا کہ نور کا ہونا یہ افضلیت کی دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح فرشتوں میں نہ خون ہوتا ہے نہ ولادت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی ان کو حاجت ہوتی ہے۔ مگر آپ کو بشر ہونے کی وجہ سے حاجت پیش آتی تھی۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرشتے آپ سے افضل ہو گئے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہزاروں فرشتوں سے افضل متقی ابن آدم ہے۔

نور محمدی ﷺ کے لئے پاکیزہ اصلاب وارحام کا انتخاب

حدیث جابرؓ کے الفاظ ہیں:۔

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:۔

وکان ینتقل من طاهر الی طاهر ومن طیب الی طیب الی ان وصل الی صلب عبدالله بن عبد المطلب ثم اخرجنی الی الدنیا

اسی طرح وہ نور طاہر سے طاہر کی طرف اور طیب سے طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت عبداللہ کی صلب میں آیا۔ آپ فرماتے ہیں پھر

فجعلني سيد المرسلين وخاتم النبيين ورحمة اللعالمين وقائد الغر المحجلين هذا كان بدء نور نبيك يا جابر (حديث جابرؓ)

اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی طرف نکالا اور مجھے انبیاء کا سردار، خاتم النبیین اور قائد الغرالمحجلین بنایا ہے یہ تیرے نبی کے نور کی ابتداء ہے......اے جابر۔

صاحب نسیم الریاض حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:۔

عن ابن عباس رضی الله عنه صلى الله عليه وسلم لما خلق الله ادم اهبطني في سلبه الى الارض وجعلني في صلب نوح في السفينة وقذف بي في النار يزل ينقلني في الاصلاب الكريمة الى الارحام الطاهرة حتى اخرجني بين ابوى لم يلتقيا على سفاح قط

(نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضورﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی صلب میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر مجھے نوح کی صلب میں رکھا جب وہ سفینے پر سوار تھے پھر مجھے ابراہیم کی پشت میں رکھا اس حال میں کہ وہ آگ میں ڈالے گئے پھر مجھے اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرمایا حتیٰ کہ میرے والدین سے مجھے نکالا۔ (پیدا فرمایا) اور میرے آباؤ اجداد میں کوئی بغیر نکاح کے نہیں ملے۔

اس سلسلے میں علامہ خفاجی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی تشریح بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

(وجعلنی فی صلب نوح فی السفینة)فکان زالک ببرکة ﷺ وبسم اللّٰہ مجرھا ومرسھا وقذف بی فی النار فی صلب ابراھیم) فکانت برداً وسلماً ببرکة ﷺ

(نسیمؒ الریاض ج ۲ ص ۲۰۳)

پھر مجھے نوح کی صلب میں رکھا حالانکہ وہ کشتی میں سوار تھے۔ پھر وہ کشتی آپ کے نور کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کنارے لگی۔ پھر مجھے ابراہیم کی پشت میں رکھا حالانکہ وہ آگ میں ڈالے گئے تو وہ آگ آپ کے نور کی برکت سے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔

حجۃ اللہ علیہ العالمین علامہ عسقانی نے لکھا ہے حضرت کعبؓ فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیث علیہ السلام کو ان کی والدہ کے بطن مبارک سے پیدا کیا...... یہ صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کے احترام کی وجہ سے تھا...... حالانکہ بعد میں آپؑ کے بطن مبارک سے...... ایک بچہ اور ایک بچی پیدا ہوتی رہی......

جب حضرت حوا نے حضرت شیثؑ کو جنم دیا...... تو حضرت آدمؑ نے نبی مکرما کے نور مبارک کو...... ان کی آنکھوں کے درمیان دیکھا...... جب حضرت آدمؑ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تو آپ نے حضرت شیثؑ کو کہا:۔

اے میرے فرزند ارجمند! وہ نور مطہر جو تیری پیٹھ اور تیرے چہرے میں ضوفشاں ہے اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھ سے یہ عہد لیا ہے تو اس کو ہمیشہ دنیا کی پاکیزہ ترین عورتوں کے رحموں میں منتقل کرے گا۔

حضرت شیث علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا نام بیضاء تھا...... ان کا قد اور حسن و جمال ...... حضرت حواؑ کی طرح تھا...... جب ان کے بطن مبارک میں...... حضرت انوشؑ کا

حمل ہوا...... تو ہر طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں......

اے بیضاء! تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور عطا فرمایا ہے

جب حضرت بیضاء نے حضرت انوش کو جنم دیا تو وہ نور مبارک ان کی پیشانی میں منتقل ہو گیا

...... جب وہ عنفوان شباب کو پہنچے...... تو ان کے والد محترم نے انہیں بلایا...... اور فرمایا:

اے میرے لخت جگر! میرے والد محترم نے مجھے یہ حکم دیا ہے...... کہ میں تجھ سے یہ وعدہ لوں کہ تو دنیا کی پاک اور صاف ترین عورت سے شادی کرے گا

...... حضرت انوش نے اپنے والد محترم کی وصیت کو قبول کیا...... حضرت انوش نے یہ وعدہ حضرت قینان سے لیا...... انہوں نے یہ عہد مہلائیل سے لیا...... حضرت مہلائیل نے یہ وعدہ برد سے لیا...... حضرت برد نے ایک عورت سے شادی کی...... جس کا نام مرہ تھا...... انہوں نے حضرت ادریس کو جنم دیا...... پھر یہ نور حضرت ادریس کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت ابن القطان فرماتے ہیں:-

اسی طرح ہر والد اپنے بیٹے سے یہ عہد لیتا رہا...... حتی کے یہ نور مبارک حضرت سام بن نوح تک پہنچ گیا...... پھر یہ نور مبارک ارفشد تک پہنچ گیا...... انہوں نے ایک عورت سے شادی کی جس کا نام مرجانہ تھا...... ان سے حضر یہودؑ پیدا ہوئے ...... جب آپ کی پیدائش ہوئی...... تو ہر طرف سے یہی صدائے دلنواز آنے لگی...... یہ محمد النبی ﷺ کا نور مبارک ہے...... اس کی وجہ سے وہ ہر پتھر کو توڑ دے گے...... ہر سرکش اور کافر کو ہلاک کر دیں گے۔

حضرت یہودؑ اپنی قوم میں سے سب سے طویل، حسین اور زاہد تھے......

پھر یہ نور مبارک ایک پیشانی سے دوسری پیشانی...... اور ایک عہد سے دوسرے عہد کی طرف منتقل ہوتا رہا...... حتی کے وہ نور مبارک حضرت ابراہیم تک پہنچ گیا...... جب

ملائکہ نے دیکھا تو پوچھا:-

مولا یہ کیا ہے......؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور مبارک ہے"

پھر یہ نور مبارک حضرت اسمٰعیل کے پاس آیا...... وہاں سے وہ نور حضرت قیذار علیہ السلام کی پیشانی میں منتقل ہو گیا...... حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت قیذار کو...... اللہ کے دین اور اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا...... اور انہیں دنیا کی پاک باز عورت سے شادی کرنے کا حکم فرمایا......

حضرت قیذار نے یہ سمجھا...... کہ حضرت اسمٰعیل نے مجھے حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے...... پاکباز عورت سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے...... انہوں نے حضرت اسحاق کی اولاد میں سے اسی عورتوں سے شادی کی...... ان کے ساتھ دو سو سال تک سکونت پزیر رہے...... لیکن نہ انہیں حمل ہوا اور نہ ہی انہوں نے کسی بچے کو جنم دیا......

حضرت قیذارؑ شکار سے واپس آ رہے تھے...... تمام حیوانات وحشی جانوروں اور پرندوں سے...... ہر جگہ سے انسان کی زبان میں یہی آواز سنائی دی......

اے قیذار! تجھ پر افسوس ہے...... تیری عمر ختم ہونے والی ہے......
تو دنیا کے لعب ولہو میں مشغول ہے...... اب وقت آ گیا ہے کہ تو
نور مصطفیٰ ﷺ جس جگہ رکھنا چاہتا ہے...... اس جگہ رکھ دے۔

حضرت قیذار نے اس کا انتظار کیا...... انہوں نے نذر مانی کہ میں اس وقت تک...... کچھ نہیں کھاؤں گا...... نہ پیوں گا...... حتیٰ کے جو کچھ میں نے جو سنا ہے...... وہ واضح ہو کر میرے سامنے آ جائے...... ایک دن جنگل میں انہیں ایک فرشتہ ملا...... وہ انسانی شکل میں تھا...... اس نے حضرت قیذار سے کہا کہ...... یہ نور مبارک حضرت

اسحق کی بیٹیوں کے علاوہ...... کسی اور جگہ رکھو اور اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی بھی کرو......
انہوں نے بہت بڑی قربانی دی...... حتیٰ کے انہوں نے ایک آواز میں سنا:۔

اے قیذار! اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی کو قبول کر لیا ہے...... اور
تیری دعا کو قبول کر لیا ہے...... فوراً اسی درخت کے نیچے سو جاؤ......
اور خواب میں تمھیں جس بات کا حکم دیا جائے...... اسی پر عمل پیر
اہو جاؤ۔

وہ اس درخت کے نیچے سو گئے...... ان کے خواب میں ایک آدمی آیا...... اس نے کہا:
اے قیذار! یہ نور مبارک جو تیری پشت میں ہے...... اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمام امور کو کھولے گا...... اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا اور مخلوق کو اسی وجہ سے پیدا کیا ہے...... اللہ تعالیٰ اس نور کو اب عرب کی خواتین میں ہی جاری فرمائے گا...... اپنے لئے عرب کی پاکیزہ عورت کو تلاش کرو...... اس کا نام عاضرہ ہونا چاہیے......

حضرت قیذار خوشی خوشی بیدار ہوئے...... اور ایسی عورت کی جستجو شروع کر دی ...... حتیٰ کہ انہوں نے مالک الجبر کی بیٹی عاضرہ سے شادی کر لی...... انہوں نے اس خاتون محترمہ سے تعلق زوجیت قائم کئے...... تو انہیں حمل ہو گیا...... اب وہ نور مبارک حضرت قیذار کی پیشانی سے غائب ہو گیا...... انہوں نے وہ نور حضرت عاضرہ کی پیشانی پر دیکھا...... وہ اس کو دیکھ کر بہت زیادہ مسرور ہوئے......

پھر وہ نور حضرت قیذار کے بیٹے میں منتقل ہو گیا...... حتیٰ کے وہ نور مبارک اد ت تک آیا...... ادت کے ہاں حضرت عدنان پیدا ہوئے...... جب یہ نور مبارک نزار تک آیا...... تو انہوں نے یہ نور مبارک اپنے چہرے میں دیکھا...... اس کے لئے ایک عظیم قربانی دی......

پھر یہ نور مبارک مضر کے پاس آیا...... ہر آدمی اپنے بیٹے سے یہ پختہ عہد لیتا تھا کہ...... وہ صرف دنیا کی پاکیزہ ترین عوتوں سے ہی شادی کرے گا...... وہ عہد نامہ بیت اللہ میں لٹکا دیا جاتا تھا...... اولاد اسمائیل کے تمام عہد نامے...... واقعہ فیل سے خانہ کعبہ میں معلق رہے...... پھر یہ نور مبارک نضر بن کنانہ کے پاس آیا...... انہوں نے ایک خواب دیکھا...... پھر کاہن کے پاس اس خواب کی تعبیر کے لئے گئے......

کاہن نے کہا اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو...... پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت و اکرام عطا فرمایا ہے...... تیرے ساتھ نیک نامی اور سرداری مختص کر دی گئی ہے...... ایسی سرداری پوری کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوگی ......اس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف دیکھا...... اپنے ملائکہ کو حکم دیا:-

دیکھو! آج کے دن تمھیں میرے نزدیک سب سے معزز کون نظر آتا ہے؟

ملائکہ نے کہا:-

اے مولاؐ! اے ہمارے رب! آج ہمیں ایک نور کے علاوہ ......کوئی فرد ایسا نظر نہیں آتا...... جو تیری توحید میں مخلص ہو...... یا اولاد اسمائیل میں صرف ایک شخص نظر آتا ہے...... جو تیری وحدانیت میں مخلص ہے......

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

گواہ ہو میں نے اس شخص کو نور محمدی کے لئے منتخب فرمالیا ہے......

جب وہ نور حضرت ہاشم کے پاس آیا...... تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اے ملائکہ! گواہ رہنا...... میں نے اپنے اس بندے کو...... دنیا کی تمام گندگیوں سے پاک کر دیا ہے......

علمائے یہود اپنی لڑکیاں ان کے پاس لے کر آتے...... ان کے ساتھ شادی کرنے کی پیشکش کرتے...... لیکن حضرت ہاشم انکار کردیتے حتی کہ...... روم کے بادشاہ نے انکے پاس قاصد بھیجا اور یہ پیغام بھیجا:

اے ہاشم! میرے پاس تشریف لے آؤ...... میں اپنی بیٹی کی شادی تیرے ساتھ کرنا چاہتا ہوں...... میری ایک ایسی بیٹی ہے کہ...... آج تک کسی عورت نے ایسی دوشیزہ کو جنم نہیں دیا...... وہ حسن وجمال میں لاثانی ہے۔ (حوالہ حجۃ اللہ علی العالمین)

حضورﷺ کا مثالی نسب نامہ

ابن سعدؒ اور ابن عساکر نے کلبی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک کو پانچ سو سال سابقہ تک تحریر کیا ہے مگر اس میں کسی جگہ پر بدی کو میں نے نہیں پایا اور نہ ایسی کوئی چیز جو عام طور پر جاہلیت کے لوگوں میں ہوتی ہے اس میں پائی۔

عدنی نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم و ابن عساکر نے علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

میں نکاح کے ذریعہ ظاہر ہوا...... اور از آدم تا والدین محترم...... پورا سلسلہ نسل نے تخلیق اولاد میں برا طریقہ اختیار نہیں کیا...... اور نہ عہد جاہلیت کی بدی نے اس پیدائشی نظام کو متاثر کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل سے نقل فرمایا:

میں نے تمام زمین کے اطراف و اکناف...... اور گوشہ گوشہ کو چھان مارا، مگر مجھے محمد مصطفیٰ...... جیسی کوئی ہستی نظر نہ آسکی...... اور میں نے سب روئے زمین کو غور سے دیکھا...... مگر کسی شخص کی اولاد...... بنی ہاشم جیسی نظر نہ آئی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی الانبیاء التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا...... میں ہر دور میں اولاد آدم میں سے بہتر قرن و قبیلہ میں مبعوث ہوا ہوں...... حتیٰ کہ میں بلا آخر اس قبیلہ بنی عبدالمطلب میں ظاہر ہوا...... جس میں میرا ظہور ہر ایک کو معلوم ہے...... اور ہر ایک کے سامنے ہے۔

حضور کے پردادا ہاشم اور نور محمدی ﷺ

حضور کے پردادا ہاشم کے زمانہ کے تمام لوگ ...... نور محمدی ﷺ کی سعادت کے حصول کے لئے ...... ایسی کوششیں کر رہے تھے ...... کیونکہ ان کے پاس...... اس نور مبارک کے تمام حالات لکھے ہوئے تھے...... لیکن حضرت ہاشم انکار کرتے تھے...... آپ فرماتے :۔

مجھے اس ذات کی قسم! جس نے مجھے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی ہے...... میں صرف دنیا کی پاکیزہ ترین عورتوں سے شادی کروں گا......

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاشم کو اس نور مبارک کے لئے مختص کر لیا...... تو انہیں تمام عرب پر فضیلت عطا کی...... آپ جس چیز کے بھی پاس سے گزرتے...... وہ چیز آپ کے لئے جھک جاتی ...... جو بھی آپ کی طرف دیکھتا...... وہ ضرور آپ کی

طرف متوجہ ہوتا...... پھر جب وہ نور مبارک حضرت عبدالمطلب کی طرف منتقل ہو گیا ......تو ان کے والد محترم حضرت ہاشم نے عزت واکرام کے ساتھ وفات پائی...... ان کی وفات کے بعد سقایہ اور رفادہ کا کام آپ کے بھائی...... حضرت مطلب بن عبد المناف کے سپرد ہوا......

جب مطلب کی وفات کا وقت قریب آیا...... تو انہوں نے حضرت عبدالمطلب کو اپنے پاس بلایا...... اس وقت ان کی عمر پچیس سال تھی...... وہ قریش کے تمام جوانوں سے دراز قد اور سب سے توانا تھے...... ان کے منہ سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی...... ان کی پیشانی میں نور محمدی چمکتا تھا...... جب حضرت مطلب انکے منہ کی طرف دیکھتے تو کہتے:۔

اے قبیلہ قریش! تم اولاد اسمٰعیل کا خلاصہ ہو...... تم وہ سعید لوگ ہو...... جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے...... تمھیں حرم پاک کا رہائشی بنایا ...... آج میں تمھارا سردار اور رئیس ہوں...... یہ نزار کا جھنڈا ...... حضرت اسمٰعیل کی قوس اور حاجیوں کو پانی پلانے کا کام ہے...... میں ان تمام اشیاء کو حضرت عبدالمطلب کے سپرد کرتا ہوں...... تم ان کے احکامات غور سے سنو...... اور ان کی اطاعت بجالاؤ۔

قبیلہ قریش نے حضرت عبدالمطلب کی سرداری کو قبول کرلیا...... ان پر دینار اور درہم نچھاور کئے...... انہوں نے کہا...... **سمعنا و اطعنا**...... ہم نے سن لیا...... اور اطاعت بجا لائے ...... تمام شاہان وقت...... حضرت عبدالمطلب کی فضیلت کو جانتے تھے...... جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ...... تو وہ عظیم الشان تحائف لے کر

آپ کے پاس آتے......

جب قریش پر کوئی قحط سالی آجاتی......تو وہ حضرت عبدالمطلب کے ہاتھ کو پکڑ لیتے...... جبل ثبیر...... پر آجاتے......وہاں قربانیاں کرتے......اللہ تعالیٰ سے باران رحمت کی دعائیں مانگتے......اللہ تعالیٰ نور محمدی کے طفیل......ان پر رحمت کی بارش فرماتا......

حضرت عبدالمطلب نے مکہ کی ایک عورت سے شادی کی......لیکن وہ وفات پاگئی......پھر ایک اور عورت سے شادی کی وہ بھی وفات پاگئی......پھر انہوں نے اپنے آپ کو فاطمہ بنت عمرو سے شادی کرتے ہوئے دیکھا......پھر حضرت ابو طالب پیدا ہوئے......حضرت عبدالمطلب عرصہ دراز تک زندہ رہے......لیکن وہ نور مبارک آپ کی پیشانی سے......فاطمہ کے بطن مبارک پر منتقل نہ ہوا......

ایک دفعہ آپ شکار سے واپس لوٹ رہے تھے......دوپہر کا وقت تھا آپ پیاسے تھے......انہوں نے پتھر میں ایک بہتے ہوئے چشمے کو دیکھا......انہوں نے اس چشمے سے اپنی پیاس بجھائی......انہوں نے اپنے پیٹ میں اس پانی کی ٹھنڈک محسوس کی......پھر آپ گھر تشریف لے گئے......

حضرت فاطمہ سے حقوق زوجیت ادا کئے......اس وقت حضرت عبداللہ کا حمل ان کے پیٹ میں پرورش پانے لگا...... جب حضرت فاطمہ کے ہاں سیدنا عبداللہؓ کی ولادت ہوئی......تو اس وقت حضرت عبدالمطلب بہت زیادہ خوش ہوئے۔

(حوالہ حجۃ اللہ)

ابو ہاشم میں حضور ﷺ کا نور

وکان نور رسول الله ﷺ فی وجهه
تیوقد شعاعه ویتلاء میناه و لایره حبر الاقبل
یدیه و لایمر بشی الالیسجد الیه تعذو الیه
قبائل العرب ووفود الا حبار محمیلون بنا
تهم یعرضون علیه ان یتزوج بهن حتی بعثت
الیه هر قل ملک الروم وقال ان لی بنت لم
تلدالنساء اجمل منها ولاابهی وجها فاقدم
علی حتی ازوجکها فقد بلغنی جودک
وکرمک وانما ارادبذالک نورالمصطفے
الموصوف عند هم فی الا نجیل .

(زرقانی شرح مواہب)

ترجمہ:۔

حضوراکرم ﷺ کا نورحضرت ہاشم کی پیشانی پر چمکتا تھا...... جوکوئی یہودی عالم آپ کودیکھتا تھا...... آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا تھا...... جس جگہ حضرت ہاشم نکل جاتے ...... ہرایک چیز آپ کو سجدہ کرتی ...... عرب کے لوگ اور اہل کتاب کے عالم......اپنی اپنی بیٹیاں پیش کر کے کہتے

اے ہاشم ان سے نکاح کر لیجئے......

یہاں تک کہ خاص شاہ روم ہرقل نے پیغام دیا:۔

میری لڑکی نہایت حسین وجمیل ہے......اے ہاشم آپ
یہاں چلے آئیں...... میں آپ سے نکاح کردوں گا
......کیونکہ میں نے آپ کے اخلاق حمیدہ کی تعریف سنی
ہے......

ظاہر تو یہ تھا اندر خانے نور محمدی ﷺ کو اپنے گھرانے میں لینا چاہتا تھا ......حضرت ہاشم نے انکار کیا اور شاہ روم کی بیٹی کو نامنظور کردیا......پھر خداوند کریم نے ہاشم کے اس مبارک نور کو عبدالمطلب کو عطا کیا۔
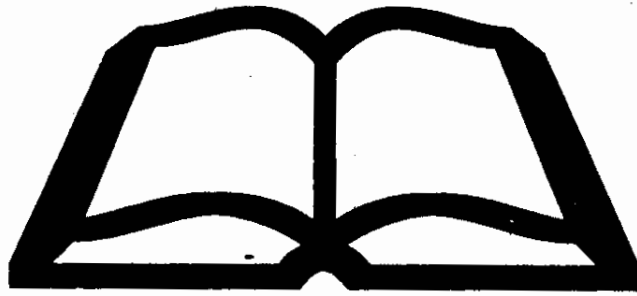
باب نمبر ۳

زم زم کے کنویں کی گمشدگی

دنیا کے بتکدوں میں وہ پہلا گھر خدا کا

کعبۃ اللہ کی بدولت سارے عرب پر قریش کی سیادت وقیادت مسلم ہے...... یہ امن کا گہوارہ ہے...... اس کے متولی ہونے کی وجہ سے...... قریش کے قافلوں پر کسی کو دست اندازی کی ہمت نہ ہوتی تھی......

اس میں چاہ زمزم جو اللہ کے حبیب محمد ﷺ کے جد امجد...... حضرت اسمٰعیل کی ایڑیوں کی ضرب سے برآمد ہو گیا تھا...... مدتوں تک ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے لاکھوں بندگان خدا کو سیراب کرتا رہا...... لیکن جب بنو جرہم جو اس کے متولی تھے...... ظلم وستم پر اتر آئے ان کی حرکات نا قابل برداشت ہو گئیں...... اور ان کا آخری فرماں روا مضاض جرہمی بھی بے بس ہو کر رہ گیا...... تو قریش کے ایک قبیلے بنوخزاعہ نے ان کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لیے...... ان پر حملہ کر دیا۔ باقاعدہ جنگ ہوئی...... اور میدان بنوخزاعہ کے ہاتھ رہا۔

بنو جرہم مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے...... لیکن جاتے جاتے مضاض نے کعبہ کے نذرانے...... سونے کے دو ہرن...... جو ان نذرانوں میں شامل تھے...... بہت سی تلواریں اور زرہیں...... چاہ زمزم میں پھینک دیں...... اور اوپر سے پتھر اور مٹی ڈال کر

اسے پاٹ دیا...... تا کہ مکہ کے لوگ تشنہ لب رہ جائیں...... اور حاجیوں کو بھی پانی میسر نہ آئے......

یہ تھی ان لوگوں کے کردار کی ایک جھلک...... جو صدیوں تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہے...... اور پھر اپنی ذلت کو چھپانے...... اور فاتح قبیلہ سے انتقام لینے کے لیے...... اس کنویں کو پاٹ کر بھاگ نکلے...... آہ...... انسان اپنی بغض کی آگ میں خود تو جلتا ہی ہے...... لیکن دوسروں کو بھی جلا کر خاک کر دیتا ہے۔

عربوں کا طریق بت پرستی

ابن اسحاق کا قول ہے کہ عرب میں ہر ایک قبیلے نے...... اپنے اپنے گھروں میں بت رکھے ہوئے تھے...... جن کی وہ عبادت کرتے تھے...... اور جب ان کا کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا...... تو سواری کے وقت اپنے گھر کے بت کو ہاتھ لگاتا تھا...... اور یہ کام سب سے اخیر ہوتا تھا......

پھر جب اپنے سفر سے واپس آتا تھا...... تو سب سے پہلے اس کو مسح کرتا تھا...... یہ حالت اس وقت تک رہی...... جب کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ...... توحید کا منادی کرنے والا بنا کر مبعوث کیا...... اور قریش کہنے لگے:۔

اجعل الا لهة الهاواحد ا ان هذا لشيى عجاب.

یعنی اس پیغمبر نے بہت سے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے تو یہ تو عجیب بات ہے۔

بتوں کے گھر

اہل عرب نے خانہ کعبہ کے ساتھ بتوں کے گھر بنائے ہوئے تھے...... جن کی وہ خانہ کعبہ کی طرح تعظیم کرتے تھے...... اور ان پر مجاور اور دربان مقرر کیے ہوئے

تھے...... اور ان کے سامنے ہدیئے پیش کرتے تھے...... اور خانہ کعبہ کی طرح ان کا طواف کرتے تھے......اور ان کے سامنے قربانیاں کرتے تھے...... باوجود ان کے کعبہ کی فضیلت ان سے زیادہ سمجھتے تھے...... کیونکہ وہ جانتے تھے...... کہ یہ خانہ کعبہ ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے اور اس کی مسجد ہے۔

زمزم کی گمشدگی

ایک زمانہ تھا...... جب مکہ مکرمہ پر جرہم قبیلہ کی حکمرانی ہوا کرتی تھی...... یہ قبیلہ حضرت اسمائیل کے زمانہ سے مکہ مکرمہ میں آباد چلا آ رہا تھا...... اپنے کردار عمل کے لحاظ سے یہ لوگ پہلے تو بہت اچھے رہے...... لیکن پھر بتدریج بدکاریوں کی طرف راغب ہوتے چلے گئے۔

رئیس قبیلہ عمر بن حارث جرہمی ایک اچھا آدمی تھا......اس نے بہت کوشش کی کہ لوگ اپنی روش اور طرز حیات بدل لیں...... مگر لوگوں کو تو عیاشیوں کا چسکا پڑ چکا تھا......اس لئے اس کی نصیحتوں پر کسی نے بھی کان نہ دھرا......

اپنی قوم کی مسلسل رو بہ زوال اخلاقی حالت دیکھ کر عمر بن حارث کو خیال آیا ...... کہ اگر میری قوم کے یہی شب و روز رہے...... اور ان کی بے باکی کا یہی عالم رہا...... تو ایک نہ ایک دن ہم پر عذاب الٰہی ہو کر رہے گا...... اس لئے بہتر یہ ہے کہ کعبہ فنڈ میں جمع شدہ سونا ......اور اور دیگر قیمتی سامان کہیں چھپا دیا جائے ...... تا کہ اگر عذاب الٰہی نازل ہو ہی جائے ...... تو ہم پر جو گزرے گی سو گزرے گی...... لیکن کعبہ مکرمہ کا مال ...... تو بہر حال محفوظ رہے گا۔

چنانچہ اس نے کعبہ فنڈ میں جمع شدہ اموال کو...... جن میں سونے کے بنے

ہوئے دو ہرن...... کچھ تلواریں اور کچھ زر ہیں شامل تھیں...... یکجا کیا اور چاہ زمزم میں دفن کر دیا...... ان دنوں جرہم کی بداعمالیوں کے سبب زمزم بھی خشک ہو چکا تھا...... اس لئے اموال کعبہ کو دفن کرنے کے بعد اس نے کنواں بھی بھر دیا۔

آخر وہی ہوا جس کا عمر بن حارث کو ڈر تھا...... جب جرہم کی سیاہ کاریاں بڑھ گئیں ...... تو خزاعہ نامی قبیلہ کی متعدد ذیلی شاخوں نے مل کر جرہم پر حملہ کر دیا ...... جرہم نے مقابلہ کیا...... لیکن بری طرح شکست کھائی...... اور حملہ آور مکہ مکرمہ پر قابض ہو گئے...... اس لڑائی میں جرہم کے بہت سے افراد مارے گئے...... اور جو زندہ بچے وہ در در کی ٹھوکریں کھانے کے لئے...... یمن کی طرف بھاگ گئے۔

امتدادِ زمانہ کے باعث...... رفتہ رفتہ چاہ زمزم کا نام ونشان تک مٹ گیا ...... وہ کسی کو یاد بھی نہ رہا...... کہ وہ کہاں ہوا کرتا تھا...... اس عالم میں پانچ سو سال کا عرصہ گزر گیا۔

جب میراث ابراہیم واسمائیل کے وارث اعظم...... باعث ایجاد کعبہ وزمزم حضور نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا وقت قریب آیا...... تو ارادہ الٰہی ہوا ...... کہ اس کنویں کو دربارہ منظر عام پر لایا جائے...... اور لوگوں کو پھر اس مبارک پانی سے سیراب کیا جائے......

یہ عظیم سعادت جان دو عالم کے دادا جان عبدالمطلب کو حاصل ہوئی...... کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے صدیوں کے گم شدہ چاہ زمزم کو پھر سے جاری فرما دیا۔

عبدالمطلب کا خواب

اللہ کے حبیب حضرت محمد ﷺ کے دادا عبدالمطلب میٹھی نیند سو رہے ہیں...... اور خواب میں سنتے ہیں...... کہ کوئی کہہ رہا ہے...... اٹھ اور چاہ زمزم کی کھدائی کر۔

آپ نیند سے بیدار ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہیں...... مگر آواز دینے والا نظر نہیں آتا...... آپ اسے وہم سمجھ کر دوبارہ سو جاتے ہیں...... اور دوسرے دن یہ واقعہ فراموش ہو جاتا ہے...... لیکن دوسری رات ٹھیک اسی وقت...... کسی پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں جو کہہ رہا ہے۔

''اٹھ اور چاہ زمزم کی کھدائی کر''

آپ جاگ اٹھتے ہیں...... مگر آواز دینے والا نظر نہیں آتا...... آپ کچھ دیر تک سوچتے رہتے ہیں پھر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے...... لیکن دوسرے دن یہ خواب یاد رہتا ہے...... تاہم اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے...... حتی کہ تیسری رات بھی...... اسی طرح کا خواب دکھائی دیتا ہے...... اس کے بعد طلوع آفتاب تک آپ کو نیند نہیں آتی...... آپ زمزم کی کھدائی کے متعلق سوچتے رہتے ہیں۔ اس دفعہ خواب میں آپ کو جگہ بھی دکھائی دی گئی ہے...... جہاں چاہ زمزم موجود ہے۔

دوسرے دن آپ اپنے بیٹے حارث کے ساتھ حرم کعبہ میں اس جگہ آتے ہیں...... جس جگہ نشان دہی خواب میں کی گئی تھی...... اور اسے بغور دیکھتے ہیں...... بظاہر چاہ زمزم کا کوئی نام ونشان نہیں پاتے۔

زمزم کے کنویں کی تلاش

آپ قریش کے سرکردہ افراد کو بلا کر کہتے ہیں...... یا معشر قریش! حاجیوں کو پانی پلانے میں سخت تکلیف ہوتی ہے...... اگرچہ سقایہ...... کا فرض ہمارے ذمہ ہے...... لیکن آپ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کس قدر دشوار کام ہے...... کیونکہ اس شہر میں پانی کی قلت ہے...... مجھے متواتر تین راتوں سے خواب میں کہا جا رہا ہے...... اٹھ اور

زمزم کی کھدائی کر...... اور وہ جگہ بھی بتا دی گئی ہے جہاں زمزم موجود ہے...... تم میرا ساتھ دو...... تا کہ ہم مل کر اسے کھود سکیں۔

یہ سن کر ایک آدمی اٹھتا ہے اور نہایت لاپرواہی سے کہتا ہے......

اے سردار مکہ! یہ خواب محض وہم ہے......
زمزم کا ڈھونڈ نکالنا ممکن نہیں......

دوسرا بولتا ہے:- سردار مکہ ہمیں وہ جگہ تو دکھاؤ

اس پر مجمع میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے...... اور بیک وقت کئی آوازیں آتی ہیں...... ہاں ہاں! ہمیں وہ جگہ دکھاؤ...... عبدالمطلب انہیں اپنے ساتھ لے کر...... اسی جگہ پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ہے وہ جگہ جہاں چاہ زمزم موجود ہے۔

حاضرین اس جگہ کو دیکھ کر سخت ناگواری محسوس کرتے ہیں اور ایک آدمی کہتا ہے...... سردار مکہ ذرا سوچو تو سہی ہم اس جگہ کو کیسے کھود سکتے ہیں...... جب کہ اس کے دونوں طرف ہمارے دیوتا کھڑے ہیں...... انکے ہوتے ہوئے...... ہم اس جگہ کو کھود کر اپنی تباہی کا سامان کیونکر پیدا کر لیں......؟ عبدالمطلب نہایت تحمل سے جواب دیتے ہیں:-

"ان کے بت یہاں سے اکھاڑ کر کسی دوسری جگہ نصب کر لو!"

ایک آدمی سخت جھنجلاہٹ کی حالت میں کہتا ہے:-

"انہیں یہاں سے ہرگز نہیں ہٹایا جا سکتا یہ اسی جگہ رہیں گے...... زمزم کا برآمد ہونا محض ایک وہمہ ہے...... اور اس طرح کی موہوم امیدوں پر تکیہ کر کے...... دیوی دیوتاؤں کو ناراض کرنا سخت حماقت ہے...... ہم تمھارا ساتھ ہرگز نہیں دے سکتے...... ہم

اساف اور بائلہ کو ناراض نہیں کر سکتے......

اس پر سارا مجمع چیخ چیخ کر کہتا ہے......

ہم تمھارا ساتھ ہرگز نہیں دے سکتے...... ہم اپنی تباہی مول لینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

عبدالمطلب کو اپنے خواب کی صداقت پر پورا پورا یقین ہے......اس لئے وہ نہایت پر اعتماد لہجے میں کہتے ہیں

اگر تم میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے ......نہ دو......تمھاری مرضی، میں اسی جگہ کو تنہا کھودوں گا......پھر اگر تباہی آتی ہے......تو مجھے اس کی پرواہ نہیں......تم اپنی فکر کرو میں زمزم کی کھدائی ضرور کروں گا۔

مجمع طرح طرح کی فضول باتیں کرتے ہوئے منتشر ہو جاتا ہے......اور عبد المطلب اپنے اکلوتے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر...... چاہ زمزم کی کھدائی شروع کر دیتے ہیں......حتی کہ تین روز کی مسلسل کھدائی کے بعد......بنو جرہم کی پھینکی ہوئی تلوریں اور زرہیں برآمد ہونے لگتی ہیں......

آپ خوشی سے نعرہ لگاتے ہیں......اور قریش کے وہ افراد جو شروع میں اس کھدائی کے بہت مخالف تھے...... اور جنھیں اپنے دیوی دیوتاؤں کا بے حد خوف تھا ......قریب آجاتے ہیں آپ کی کامیابی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں:۔

سردار مکہ! ہم سے غلطی ہوگئی کہ ہم نے آپ کا ساتھ نہ دیا......اگر آپ اجازت دیں......تو ہم اب اس کھدائی میں شریک ہو جائیں۔

عبدالمطلب کہتے ہیں:۔

ہرگز نہیں! میں تمھیں کسی حال میں شریک نہیں کروں گا...... جب

میں نے تمھیں مدد کے لئے پکارا تھا...... تو تم نے نہ صرف انکار کر دیا تھا...... بلکہ میری مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے...... اب جب کہ میری محنت کا پھل نظر آنے لگا ہے...... تو تم اس میں حصہ دار بننا چاہتے ہو...... میں تم کو اس کام میں کبھی شریک نہ کروں گا...... میں اسے اکیلا ہی کھودوں گا...... اور سب لوگوں کے لئے وقف کردوں گا......لوگ اپنا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔

عبدالمطلب نے کئی روز کی محنت شاقہ کے بعد چاہ زمزم کو مکمل طور پر کھودلیا...... پانی بھی نکلنے لگا...... اور اب لوگ جوق در جوق سے دیکھنے کے لئے آتے......اور آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہوئے واپس چلے جاتے......وہ آپس میں کہہ رہے تھے۔

ہم تو عبدالمطلب کو دیوانہ سمجھتے ہیں......مگر وہ اپنی دھن کے پکے ہیں...... ہمارا خیال تھا......دیوتا انہیں تباہ کر دیں گے لیکن وہ تو کامیاب رہے......شاید ہمارے دیوتا......ان پر مہربان ہو گئے ہیں

عبدالمطلب نے زرہوں اور تلواروں سے کعبہ کا دروازہ بنا دیا...... سونے کے دونوں ہرن اس کے اندر رکھوا دیئے......اور نذرانوں کی جو چیزیں صحیح وسالم ملی ......انہیں بھی کعبہ میں جمع کر دیا......ان کا وقار بڑھ گیا......ان کی محنت کے صدقے میں......لوگوں کو ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا کنواں مل گیا......جس میں کبھی کمی نہیں آتی...... جس کا پانی شافی امراض ہے...... بھوک میں سیری بخشتا ہے...... پیاس کو مٹاتا اور تازگی پیدا کرتا ہے...... یہ فیض آج تک جاری ہے...... اور اس میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔

باب نمبر۴

حضورﷺ کے دادا عبدالمطلب کے حالات

حضورﷺ کے دادا کی انوکھی نذر

حضور کے دادا عبدالمطلب چاہ زمزم کی کھدائی کے بعد...... نقاہت سی محسوس کرتے ہیں...... اگرچہ اس کنوئیں کے برآمد ہونے سے...... ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے ہیں...... لوگوں کو بے حد فائدہ ہوا ہے...... حاجیوں کے لئے فراہمی آب کا کٹھن مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے...... لیکن عبدالمطلب کو اس کھدائی کے بعد یوں محسوس ہونے لگا...... جیسے وہ اس بھری پری دنیا میں یکتہ وہ تنہا ہیں...... وہ حرم کعبہ میں موجود ہیں...... اور دیوار کعبہ سے پشت لگائے سوچ رہے ہیں۔

قریش کو ابھی تک اجتماعی مفاد کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکا...... بلکہ ہر شخص کی سوچ کا محور انفرادی سود و زیاں تک ہی محدود ہے...... چاہ زمزم کی کھدائی سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اگر...... میرے اپنے دست و باز و قوت سے محروم ہو گئے...... تو میری وقعت میں کمی آجائے گی......

حارث میرا اکلوتا بیٹا بے شک بڑا فرمابردار اور محنتی ہے لیکن...... اکیلا ہی تو ہے...... بھائی باز د ہوتے ہیں...... اگر اس کے بھی اور بھائی ہوتے...... تو ہم یہ کام آسانی سے کر سکتے تھے...... بیٹوں کی کثرت پر فخر و مباحات...... صرف قریش ہی کا خلاصہ نہیں ہے...... بلکہ سارے عرب میں قوت و اقتدار کا انحصار بیٹوں کی کثرت پر مبنی

ہے...... کاش! میرے بہت سے بیٹے ہوتے ......اور میں حسب منشا...... ہر کام اپنی ہمت اور ارادے کے مطابق سرانجام دے سکتا۔

وہ تھوڑی دیر تک اس نہج پر سوچتے ہوئے دور خلاؤں میں گھورنے لگتے ہیں...... پھر یکایک اٹھ کھڑے ہوتے ہیں......اور دبے پاؤں کعبہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں......اب انہوں نے ایک دیوار کا سہارا لے لیا ہے......اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں۔

اے اللہ! تو خالق اکبر ہے...... جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے ......تیرے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے...... میں تجھ سے دعا کرتا ہوں...... مجھے دس بیٹے دے......تا کہ میں تیرے اس گھر کی بہتر طریقے سے خدمت کر سکوں...... میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ...... اگر میرے دس بیٹے ...... میری زندگی میں ہی جوان ہو جائیں......تو ایک بیٹے کو تیری راہ میں قربان کردوں گا۔

یہ بہت بڑی بات تھی ......لیکن زیادہ بیٹوں کا احساس......ان کے رگ و پے پر مسلط ہو چکا تھا......اس لئے ایک بیٹے کی قربانی کا اقرار کرتے وقت......انہیں ذرا بھی جھجک محسوس نہ ہوئی...... یہ دعا دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی......اس لئے قبول ہو جانے کا یقین ہو چکا تھا......اب ان کے چہرے پر سکون اور شادمانی کی لہریں ہویدا تھیں...... وہ اسی عالم میں کعبہ سے باہر آئے......اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے...... یوں ہی اپنے گھر چلے گئے۔

خالق اکبر دعاؤں کو سنتا ہے...... جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے......اچھی اور نیک دعاؤں کو وہ بندے کے نامہ اعمال میں شامل کر دیتا ہے......تا کہ ان کے ثواب سے

محروم نہ رہے...... دعا اگر دل کی گہرائی سے نکلے...... تو اثر رکھتی ہے...... مقصد کی لگن ہو...... معبود برحق پر یقین ہو...... طبیعت میں گداز ہو...... تو دعا کے قبول ہونے کا ثبوت...... سکون اور اطمینان قلب کی صورت میں اسی وقت ظاہر ہو جاتا ہے۔

دعا کی قبولیت

اللہ رب العزت کو وہ بندے بہت پسند ہیں...... جو نہایت عاجزی سے دعا مانگتے اور اپنے پروردگار کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں...... جنہیں مایوسی نہیں ستاتی...... جن کی زبانیں اس کا ذکر کرتے ہوئے تھکاوٹ محسوس نہیں کرتیں...... بلکہ اس سے حلاوت پاتی ہیں......

بڑے سرکش اور نادان وہ لوگ ہیں...... جو اللہ سے مانگتے ہی نہیں...... اور اگر کبھی ادھر رجوع کرتے بھی ہیں...... تو مانگنے کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے...... بس رواداری میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں...... اور فوراً ہی اس کا جواب نہ ملنے کی وجہ سے...... مایوس ہو کر بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

عبد المطلب کی دعا مقبول ہوئی...... اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے دیئے...... جوان کی زندگی ہی میں جوان ہوئے...... وہ بیٹوں کی کثرت پر مغرور نہ تھے...... مسرور تھے...... نازاں نہ تھے...... شاداں تھے...... لیکن انہیں اپنی منت پوری کرنے کا خیال نہ رہا تھا۔

عبد المطلب کا آپ ؐ کے والد کو ذبح کرنے کی تیاری

اس لئے ایک رات جب کہ وہ محو خواب تھے کسی نے انہیں پکار کر کہا...... عبد المطلب اٹھ اور اپنی منت پوری کر...... آپ ہڑبڑا کر اٹھے...... دیکھا تو آس پاس

کوئی بھی نہیں ہے اندھیری رات ہے......اور سنسان کوٹھری جس میں آپ اپنے بستر پر پڑے ہیں...... وہ تھوڑی دیر تک خیالات میں غلطاں رہے...... پھر آنکھ لگ گئی اور خواب میں دوبارہ کسی نے کہا۔

''عبدالمطلب اٹھ اور اپنی منت پوری کر''

آپ گھبرا کر بیدار ہو گئے اور باقی رات آنکھوں میں ہی کاٹ دی...... طلوع آفتاب کے بعد آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا۔

میرے بچو! میں نے اللہ سے اقرار کیا تھا...... اگر میرے ہاں دس بیٹے ہوں اور وہ سب میری آنکھوں کے سامنے جوان ہوں...... تو میں ایک بیٹا تیری راہ میں قربان کروں گا...... خدا کا شکر ہے اس نے مجھے دس بیٹے دیئے...... اور دسوں بھی جوان ہی ہوئے...... آج رات مجھے خواب میں کسی نے اپنی منت پوری کرنے کا اقرار یاد دلایا ہے...... بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔

عبدالمطلب کے بیٹوں نے باری باری کہا:-

ابو! ہم آپ کے حکم پر سر کٹوانے کے لئے تیار ہیں...... ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے...... آپ جس کو چاہیں قربانی کر کے...... اپنی منت پوری کریں...... آپ کے حکم کی تعمیل میں جان دینا...... ہماری سب سے بڑی سعادت ہے...... ہمارے دادا حضرت اسمٰعیل نے بھی...... اپنے والد مکرم کے حکم پر سر جھکا دیا تھا...... ہم بھی سر جھکاتے ہیں...... آپ ہمیں ہر حال میں فرماں بردار پائیں گے۔

فرمابردار اولاد باپ کے لئے خوشی کا پیغام لاتی ہے......اس کی زندگی کو رشک و بہار بناتی ہے کامیابی و کامرانی کے سدا بہار پھول کھلاتی ہے......عبدالمطلب کی اولاد فرما بردار تھی......وہ خوشی سے چہک اٹھے۔انہوں نے پوچھا:-

"تم میں سے کس کو قربان کروں؟"

بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا:-

"آپ جس کا نام لیں......اسے تیار پائیں گے"

میں قرعہ اندازی کرتا ہوں......جس کا نام نکلے گا......وہی قربان کیا جائے گا......

عبدالمطلب یہ کہہ کر انہیں اپنے ساتھ خانہ کعبہ میں لے آئے ......اور قرعہ ڈالنے والے پجاری سے اپنا مقصد بیان کیا......اس نے دس تیر لیے ہر ایک پر ایک ایک بیٹے کا نام لکھا......اور پھر ہبل کے آستانے پر تیر رکھ کر......قرعہ اندازی کی......

خدا کی قدرت دیکھئے......عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے اس کا نام نکلا......

جو انہیں سب سے زیادہ عزیز تھا......جو شکل و صورت اور فہم و فراست میں دوسرں سے ممتاز تھا۔

یہ جناب محمد ﷺ کے پذیرگوار جناب عبداللہ ہیں......جو اپنے والد کے حکم پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں ......اور قربان گاہ میں اس قربانی کی تیاریاں ہو رہی ہیں......شہر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے......اور ادھر عبداللہ کے ننھال بھر گئے ہیں......

"ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے......ہم اپنے نواسے کو کسی قیمت پر قربان نہیں ہونے دیں گے......وہ ہتھیار سجائے جوق در جوق خانہ کعبہ میں آرہے ہیں۔"

ان کی طرف دیکھ کر جناب عبداللہ کا ماں جایا بھائی......ابو طالب بھی اس قربانی کے

خلاف مجسم احتجاج بن گیا...... یہ شور و شغب بڑھتا ہی جا رہا ہے......لوگوں کا ایک ہجوم حرم میں جمع ہو گیا......اور ہر شخص ......سردار مکہ ابو طالب کو اپنے بیٹے کی قربانی سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے......لیکن ابو طالب باآواز بلند کہہ رہے ہیں۔

میں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ دس بیٹوں کے جوان ہونے پر ایک بیٹا اس کی راہ میں قربان کروں گا ......میں عبداللہ کو ضرور قربان کروں گا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو......کوئی مجھے اس ارادہ کی تکمیل سے باز نہیں رکھ سکتا۔

جناب عبداللہ کے ننھیال مرنے مارنے پر تل گئے ہیں......اور معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے......ابو طالب بھی اپنے بھائی کی حمایت میں فعال نظر آتے ہیں...... زندگی اور موت کے اس کھیل کی انتہائی کربناک گھڑیاں گزر رہی ہیں......اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ خونریزی تک نوبت آجائے گی......

لیکن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ...... جو پیرانہ سالی اور تجربہ کاری کی وجہ سے بہت معروف ہے آگے بڑھ کر کہتا ہے۔

سردار مکہ آپ عبداللہ کا خون بہا ادا کر دیجئے......اس طرح آپ کی منت بھی پوری ہو جائے گی ......اور عبداللہ بھی موت کے گھاٹ......اترنے سے بچ جائیں گے۔

یہ آواز مجمع میں صور اسرافیل کی طرح گونج اٹھتی ہے اور مختلف آوازوں کے درمیان ایک مشترک آواز سنائی دیتی ہے۔

''خون بہا ادا کر دو......عبداللہ کو چھوڑ دو''

عبدالمطلب سوچ میں پڑ جاتے ہیں...... یہ بھی ٹھیک ہے......انہوں نے کہا میں کاہنہ

سے دریافت کرتا ہوں...... ہاں ہاں کاہنہ کے پاس چلو...... مجمع میں سے کئی لوگ پکار اٹھتے ہیں۔

عبدالمطلب عبداللہ کو ساتھ لئے ہوئے...... مکہ کی مشہور کاہنہ کے پاس پہنچتے ہیں...... ہجوم آپ کے ساتھ ہے...... کاہنہ ساری باتیں سن کر کہتی ہے......

عبداللہ کے عوض اونٹ ذبح کردو۔

عبدالمطلب: کتنے اونٹ؟

کاہنہ:- جتنے قرعہ اندازی میں تمہارے بیٹے کے نام نکلیں۔

عبدالمطلب: مجھے منظور ہے۔

کاہنہ قرعہ اندازی کرتی ہے...... اور انٹوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے ایک سو تک پہنچ جاتی ہے...... کاہنہ اعلان کرتی ہے کہ......

''عبداللہ کے عوض سو اونٹ قربان کئے جائیں گے۔''

عبدالمطلب اطمینان قلب کی خاطر کاہنہ سے دوبارہ قرعہ اندازی کرتے ہیں...... اور اب کی دفعہ بھی...... عبداللہ کی عوض میں سو اونٹوں والا پانسہ نکلتا ہے...... ان کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو جاتا ہے...... قربانی گاہ پر سو اونٹ قربان کردیئے جاتے ہیں...... عبدالمطلب کی منت پوری ہو جاتی ہے...... اور جناب عبداللہ...... زندگی کی چند بہاریں دیکھنے کے لئے...... زندہ رہتے ہیں۔

رحمتہ للعالمین کے والد بزرگوار جناب عبداللہ کے صدقے میں انسانی شرف کا احیاء یوں ہوتا ہے کہ عرب میں اس سے پہلے دیت کے طور پر کچھ اونٹ دیے جاتے تھے اب ان کی تعداد بڑھا کر سو کردی گئی ہے اس طرح قتل وغارت گری کے انسداد کی ایک بنیاد فراہم ہوگئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ / سیرت جلبیہ از جان دوعالم)

والد ماجد ذبیح اللہ جناب عبداللہ

جان دو عالم کے والد کے نام نامی کے ساتھ...... ذبیح اللہ دیکھ کر آپ حیران تو ہوئے ہوں گے...... کیونکہ عام طور پر ذبیح صرف حضرت اسمٰعیل کو سمجھا جاتا ہے...... مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی طرح حضرت عبداللہ بھی ذبیح ہیں...... جبھی تو جان دو عالم اپنی خاندانی عظمت و شرفت بیان کرتے ہوئے...... فرماتے ہیں۔

...... انا ابن الذبیحین......

میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں......

(تفسیر کشاف)

ذبیح اول...................... حضرت اسمٰعیل ہیں......

اور ذبیح ثانی...................... حضرت عبداللہ......

ذبح عبداللہ کا واقعہ بھی ذبح اسمٰعیل سے کم حیرت انگیز نہیں ہے...... لیکن اس کا پس منظر سمجھنے کے لئے تاریخ ماضی کے چند اوراق پلٹنے پڑیں گے۔

شادی کے لئے ایک عورت کی پیش کش

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر عبدالمطلب، عبداللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے لے جا رہے تھے کہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہد میں سے ایک عورت جو واقد بن نوفل کی بہن تھی...... کعبہ کے پاس بیٹھی تھی ...... اس نے حضرت عبداللہ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر ان سے کہا کہ...... اے عبداللہ! کہاں جاتے ہو؟ فرمایا: اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں...... اس نے کہا:۔

جس قدر اونٹ تمہاری طرف سے ذبح کئے گئے ہیں...... اسی قدر

میں تمھاری نظر کرتی ہوں...... مجھ سے شادی کرلو......

عبداللہ نے فرمایا:-

میں اپنے والد کا مطیع فرمان ہوں...... ان کی منشاو کے خلاف نہیں کرسکتا۔

(سیرت ابن هشام)

زرقانی شرخ مواهب لدینه وسیرت حلبیه دلائل ابو نعیم بینهما عبدالمطلب قائم فی الحجراحردِب اذرائے مناماکان سلسله من فضتهٖ خرجت من ظهره لها طرف فی السماء و طرف فی الارض و طرف فی المشرق و طرف فی المغرب ثم عادت کا نها شجرة قدقال رائهاالسما وضربت با نهائنا المشرق و المغرب ومارایت نوراالذهر منهما اعظم من نورا لشمس سبعین ضعقا ورئیت العر ب والعجم لها ساجدین وهی تزداد کل ساعته عظما ونورا وار تفاعاوررأیت رهطامن قریش قد تعلفوا باعضا نهاورئیت قو مامن قریش یرمدون قطعها فازا دنوامنها اخذهم شاب لم ارقط احسن منه وجهاد لااطیب منه ریحا فیکر اظهر هم ویقلع اعینهم فرفعت یدے لاتناول منها نصیبا فلم انل فقلت لمن النصیب فقال هوا لذین لیعلقوهاوسبقوک.

ترجمہ:-

عبدالمطلب نے ایک دن حلیم میں سوتے سوتے خواب میں دیکھا

......چاندی کی ایک زنجیر میری پشت سے نکلی......ایک سرا اس کا آسمان پر ہے......اور دوسرا سرا زمین میں......تیسرا مشرق میں......، چوتھا مغرب میں......

پھر یہ زنجیر ایک درخت ہوگئی......جس کی اوپر کی شاخیں آسمان میں......اور نیچے کی ٹہنیاں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں...... درخت نہایت روشن ......درانی سورج سے بھی ستر حصے زیادہ تیز روشنی ہے......عرب اور عجم کے لوگ اس درخت کو سجدہ کرتے ہیں......

ہر ایک گھڑی اس درخت کا نور اور عظمت......اور بلندی زیادہ ہوتی ہے ......کچھ لوگ قریش کے......اس درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر اس میں لٹک رہے ہیں...... اور کچھ لوگ قریش کے......اس درخت کے کاٹنے کے فکر میں آتے ہیں......

جب یہ کاٹنے والے اس درخت کے پاس پہنچتے ہیں......ایک جوان حسینؔ خوبصورت ......درخت کے پاس کھڑا ان کی آنکھیں پھوڑتا ......کمر توڑتا ہے...... درخت کے پاس نہیں آنے دیتا......

عبدالمطلب نے چاہا کہ اس درخت کی ٹہنی پکڑیں......مگر ان کا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچا......کسی نے کہا:-

یہ نور تمہارے نصیب میں نہیں ہے...... یہ ان
کا ہے کہ جو تم سے پہلے اس میں لٹک گئے ہیں

عبدالمطلب اس خواب کو دیکھ کر نہایت ڈرتے ہیں......اور لرزتے ہوئے

اٹھے ...... پھر ایک کاہنہ عورت سے جا کر یہ خواب بیان کیا وہ آپ کا خواب سن زرد ہوئی ...... اور یہ کہا:

اے عبدالمطلب! اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے
...... تو عنقریب تمہاری پشت سے ایک فرزند
ہوگا ...... جو مشرق سے لے کر مغرب تک کا
مالک اور بادشاہ ہوگا ...... آسمان کی مخلوق اس
پر ایمان لائے گی ...... زمین سے آسمان تک
اس کی تعریف اور مدح ہوگی۔

ایک عرصہ تک عبدالمطلب اس فرزند کا انتظار کرتے رہے۔یہاں تک حضور اکرم ﷺ اس جہاں میں تشریف لائے۔
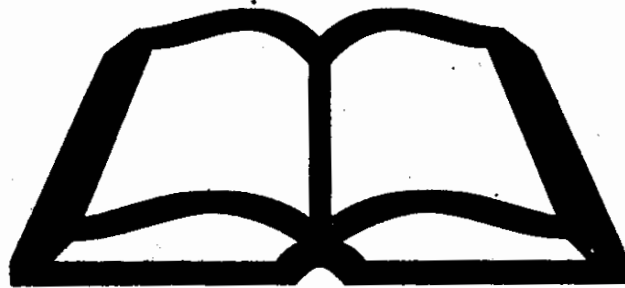
باب نمبر ۵

بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا عبرتناک انجام

دنیا کے بت کدوں میں پہلا گھر خدا کا

مکۃ المکرمہ! جس کا اصلی نام بکہ ہے...... ساحل سمندر سے ساٹھ میل دور...... پہاڑیوں میں محفوظ مقام ہے...... خدائے ذوالجلال والاکرام سے حکم پاکر...... حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزندار جمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے ...... اپنی مشترکہ کوشش اور محنت سے اپنے خدا کا ایک سادہ سا گھر تعمیر کر کے...... اسے حکم ربی سے بیت اللہ کا مقدس نام دیا...... تاکہ لوگ ایک مرکز پر معبود حقیقی کی عبادت کے لئے جمع ہوں۔

اس پاک اور مقدس گھر کی نہ چھت تھی...... نہ دہلیز اور نہ کوئی دروازہ تھا...... اس مقدس گھر کی چاردیواری بلندی میں ۹، طول میں ۳۲، اور عرض میں ۲۲ گز تھی۔

اس برکت والے گھر کی کشش...... دور ونزدیک سے لوگوں کو کھینچ لائی...... اور یہاں ایک چھوٹی سی بستی آباد ہوگئی...... یہ لوگ پاس ادب واحترام کی وجہ سے...... مقدس گھر کے اردگرد...... اپنے رہنے کے لئے کوئی عمارت نہ بناتے تھے...... اور صرف خیموں ہی میں بسر اوقات کیا کرتے تھے......

آخر کار جب خود اللہ تعالیٰ ہی کی منظور ہوا...... تو مکہ میں مقدس گھر سے کچھ دور فاصلے پر...... سب سے پہلی عمارت ایک نیک شخص...... سعد یا غالباً سعید بن عمر نے

تعمیر کی اور پھر اس کو دیکھا دیکھی...... آہستہ آہستہ کئی ایک عمارتیں وہاں بن گئیں۔

خانہ کعبہ کی حرمت وتقدس کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے...... سب سے پہلے ملک یمن کے حمیری بادشاہ اسد تبع نے بڑی عقیدت کے ساتھ...... حرم کعبہ پر قیمتی اور شاندار غلاف چڑھا کر اسے ڈھانپنے کی سعادت حاصل کی۔

وقت پر لگا کر اڑتا رہا...... انقلابات عالم برپا ہوتے رہے...... کئی صدیاں گزر گئیں...... وہ حرم کعبہ جس کی بنیاد...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی...... آہستہ آہستہ اس مقدس اور برکت والے گھر میں...... توحید کے منکر لوگوں کی کوششوں کے باعث...... تین سو ساٹھ بتوں نے ڈیرہ جمالیا۔

ان لوگوں کا بزرگ بت '' ھبل '' جو حرم کعبہ کی چھت پر نصب تھا...... خداوند قدوس کی عظمت ...... اور جاہ وجلال ایزدی کو چیلنج دینے لگا...... اس کے پوجنے والے...... گلزار ابراہیمؑ کے وہی نونہال تھے...... جو توحید کے پھول بنے رہنے کے بجائے...... چشم کعبہ میں خار شرک بن کر کھٹکنے لگے......

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساٹھ پشتیں بیت چکیں...... تو اس کفر و شرک کے خزاں دیدہ گلستان میں...... ایک بار پھر بہار آ گئی...... وہی مکہ جو مشرکوں کا مسکن ومرکز بن چکا تھا...... حضرت محمد ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کا مولد بنا...... اور نئے سرے سے خدائے پاک کا گھر قرار پا کر...... آخر کار ایک دن اسلام کا مقدس مسکن اور مرکز بن گیا۔

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار تھا...... جن کی نسل حجاز میں پھیلی پھولی...... ان ہی کی اولاد میں عدنان تھے...... اور اسی خاندان کے شجر کا بہترین اور بے حد شیریں میوہ...... حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

تھے۔حضور ﷺ کا مختصر سا سلسلہ نسب کچھ اس طرح سے ہے:-

”محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی
بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن
نضر بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن
عدنان۔

عدنان کی نویں پشت میں نضر بن کنانہ ہیں...... جو قریش کے مورث معروف ہیں......
ان کی اولاد میں قصی ہوئے ہیں...... جنھوں نے دارالندوہ کی بنیاد ڈالی......اور کعبہ
کے متولی قرار پائے......ان کی تولیت ہی میں حرم کعبہ کے مختلف مناصب قائم ہوئے۔
قصی کے چھ بیٹے ہوئے:-

۱......﴿عبدالدار﴾ ۱......﴿عبدمناف﴾
۳......﴿عبدالعزیٰ﴾ ۴......﴿عبد بن قصی﴾
۵......﴿تخمرہ﴾ ۶......﴿برہ﴾

ان میں عبدالدار عمر میں بڑا مگر عقل میں کم تھا......اس لئے جب قصی نے دار
فانی سے کوچ کیا......تو اس کے بعد حرم کعبہ کی تولیت کا منصب......عبدالداد کو دیا گیا
اور ریاست عبدمناف کو ملی عبدمناف کے چھ بیٹے تھے......جن میں ہاشم صاحب
خشم تھے۔

ہاشم نے اپنے چچا عبدالدار سے......سقایہ اور رفادہ کے مناصب حاصل
کیئے......اور حرم کعبہ کی زیارت کے لئے آنے والے......اور حجاج کرام کو بہت آرام
پہنچایا......اور بیشتر سہولتیں مہیا کیں قیصر روم اور شاہ حبشہ سے قریش کے مال
تجارت کو......محصول سے مستثنیٰ کرادیا تمام قبائل کے پاس جا جا کر قافلوں کی

حفاظت کے حلف لئے ......اور راہزنوں کا خطرہ جاتا رہا۔

ایک دفعہ جب ہاشم اپنا مال تجارت لے کر ملک شام میں گیا......تو واپسی پر یثرب مدینہ میں قیام کیا......ان دنوں وہاں سالانہ میلہ لگا ہوا تھا...... میلے میں پھرتے پھراتے ہاشم کی نگاہ ایک ایسی لڑکی پر جا پڑی...... جو حسن وخوب صورتی میں اپنی مثال آپ تھی...... وہ حور بیمثال چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھی...... جس کی آنکھوں سے حیا ٹپکتی تھی......اور ماتھے پر اقبال چمکتا تھا...... یہ لڑکی قبیلہ نجار سے تھی اور اس کا نام سلمٰی تھا۔

ہاشم نے بڑے شریفانہ انداز سے......بنونجار سے سلمٰی کے ساتھ اپنی شادی کی درخواست پیش کی...... جو سوچ بچار کے بعد قبول کر لی گئی...... ہاشم شادی کے بعد اپنی خوب صورت دلہن کو لے کر واپس مکہ لوٹ آیا...... کچھ عرصہ کے بعد سلمٰی کے بطن سے......ایک لڑکا پیدا ہوا......جس کا نام عبدالمطلب رکھا گیا......عبدالمطلب کے دس بیٹے ہوئے......جن میں سے پانچ نے اپنے کفر...... یا سعادت اسلام کی وجہ سے ذلت یا عزت پائی۔

ابولہب نے حسن کی بے پناہ دولت پائی......لیکن توحید ورسالت پر ایمان کی دولت سے اس کا دامن خالی رہا......ابو طالب نے حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کو...... اس طرح سے اپنے دل میں سمو لیا تھا...... کہ مرتے دم تک اس محبت سے منہ نہ موڑا ......حمزہؓ دولت اسلام سے متمول ہوئے...... عباسؓ نے بھی خدا رسول ﷺ کی محبت کو اپنا لیا......اور نور ایمان سے اپنے قلب کو منور کر لیا۔

عبداللہ کی عمر نے وفا نہ کی......انہوں نے عہد اسلام نہ دیکھا......لیکن دنیا میں وہ گوہر گرانمایہ بطور یادگار چھوڑ گئے...... جو محمد رسول اللہ ﷺ کے مقدس نام سے

......چار دانگ عالم میں مشہور ہوئے......اور ان کا سکہ قیامت تک چلتا رہے گا......وہ خاتم النبیین بھی کہلائے کہ ان کے بعد اب تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔

عبدالمطلب کی خصوصیات

حضور اقدس ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا اصلی نام شیبہ ہے...... یہ بڑے ہی نیک نفس اور عابد و زاہد تھے...... غار حرا میں کھانا پانی ساتھ لے کر جاتے......اور کئی کئی دنوں تک لگاتار خدا کی عبادت میں مصروف رہتے...... رمضان شریف کے مہینے میں اکثر غار حرا میں اعتکاف کیا کرتے تھے......اور خدا کے دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے تھے......

رسول اللہ ﷺ کا نور نبوت ان کی پیشانی پر چمکتا تھا......اور ان کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی...... اہل عرب خصوصاً قریش کو ان سے بڑی عقیدت تھی...... کہ مکہ والوں میں جب کوئی مصیبت آتی...... یا قحط پڑھ جاتا...... تو لوگ عبدالمطلب کو ساتھ لے کر...... پہاڑ پر چڑھ جاتے......اور بارگاہ الٰہی میں ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تھے......تو دعا مقبول ہو جاتی تھی۔

یہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے بڑی سختی سے روکتے تھے......اور چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے......اپنے دستر خوان سے پرندے کو بھی کھلایا کرتے تھے...... اس لئے ان کا لقب ''مطعم الطیر'' (پرندوں کو کھلانے والا) ہے......شراب اور زنا و حرام جانتے تھے......

عقیدہ کے لحاظ سے موحد تھے...... زمزم شریف کا کنواں جو بالکل پٹ گیا تھا...... آپ ہی نے اس کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا......اور لوگوں کو آب زمزم سے سیراب کیا...... آپ بھی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے...... اصحاب فیل

کا واقعہ آپ ہی کے وقت میں پیش آیا...... ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

(زرقانی علی المواهب جلد ۱ ص ۷۲)

اصحاب فیل کا واقعہ

حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے...... صرف پچپن دن پہلے...... یمن کا بادشاہ ابرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر...... کعبہ ڈھانے کے لئے مکہ پر حملہ آور ہوا تھا...... اس کا سبب یہ تھا کہ ابراہہ نے یمن کے دارلسلطنت "صنعاء" میں...... ایک بہت ہی شاندار اور عالی شان گرجا گھر بنایا...... اور یہ کوشش کرنے لگا کہ عرب کے لوگ...... بجائے خانہ کعبہ کے یمن آ کر اس گرجہ گھر کا حج کیا کریں...... جب مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو قبیلہ "کنانہ" کا ایک شخص...... غیظ وغضب میں جل بھن کر یمن گیا...... اور وہاں جا کر گرجا گھر میں...... پاخانہ پھیر کر اس کو نجاست سے لت پت کر دیا۔

ابراہہ کے قصہ میں عبدالمطلب کے اونٹ

جب ابراہہ نے یہ واقعہ سنا...... تو وہ طیش میں آپے سے باہر ہو گیا...... اور خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر حملہ کر دیا...... اس کی فوج کے اگلے دستہ نے...... مکہ والوں کے تمام اونٹوں اور دوسرے مویشیوں کو چھین لیا...... اس میں دو سو یا چار سو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ (زرقانی جلد اص ۸۵)

عبدالمطلب کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا...... چنانچہ آپ اس معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے...... اس کے لشکر میں تشریف لے گئے...... جب ابراہہ کو معلوم ہوا کہ قریش کا سردار اس سے ملاقات کرنے کے لئے آیا ہے...... تو اس نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلا لیا...... اور جب عبدالمطلب کو دیکھا...... تو ایک بلند قامت رعب

داراور نہایت ہی حسین وجمیل آدمی ہیں......جن کی پیشانی پر نور نبوت کا جاہ وجلال چمک رہا ہے......تو صورت دیکھتے ہی ابراہہ مرعوب ہو گیا......اور بے اختیار تخت شاہی سے اتر کر......آپ کی تعظیم وتکریم کے لئے کھڑا ہو گیا......اور اپنے برابر بٹھا کر دریافت کیا کہ کہیے؟ سردار قریش! یہاں آپ کی تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ...... ہمارے اونٹ اور بکریاں وغیرہ......جو آپ کے لشکر کے سپاہی ہانک لائے ہیں......آپ ان سب مویشیوں کو ہمارے سپرد کر دیجئے...... یہ سن کر ابراہہ نے کہا:۔

اے سردار قریش! میں تو سمجھتا تھا کہ......آپ بہت ہی حوصلہ منداور شاندار آدمی ہیں......مگر آپ نے مجھ سے اپنے اونٹوں کا سوال کر کے......میری نظروں میں اپنا وقار کم کر دیا ہے......اونٹ اور بکری کی حقیقت کیا ہے......؟ میں تو آپ کے کعبہ کو توڑ پھوڑ کرنے...... برباد کرنے کے لئے آیا ہوں......آپ نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی......؟

عبدالمطلب نے کہا:۔

مجھے تو اپنے اونٹوں سے مطلب ہے...... کعبہ میرا گھر نہیں ہے...... بلکہ وہ خدا کا گھر ہے......وہ خود اپنے گھر کو بچالے گا......
مجھے کعبہ کی ذرا بھی فکر نہیں ہے......

یہ سن کر ابراہہ اپنے فرعونی لہجے میں کہنے لگا:۔

اے سردار مکہ! سن لیجئے میں کعبہ کو ڈھا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا......اور روئے زمین سے اس کا نام ونشان مٹا دوں گا...... کیونکہ مکہ والوں نے میرے گرجا گھر کی بڑی بے حرمتی کی ہے......اس لئے میں اس کا انتقام لینے کے لئے

کعبہ کو مسمار کردینا ضروری سمجھتا ہوں......

عبدالمطلب نے فرمایا:۔

پھر آپ جانیں اور خدا جانے......میں آپ سے سفارش کرنے والا کون......؟

اس گفتگو کے بعد ابراہہ نے تمام جانوروں کو واپس کردینے کا حکم دے دیا۔

جامع المعجزات میں لکھا ہے کہ......ابراہہ جب مکہ میں تخریب کاری کرنے کے لئے آیا......تو عبدالمطلب مکہ سے باہر نکلے......آپ کی پیشانی سے نور محمدی ﷺ چمکا......نور کی چمک کعبۃ اللہ پر پڑی......تو آفتاب کی روشنی ماند پڑھ گئی......حضرت عبدالمطلب واپس مکہ آگئے......قوم نے پوچھا کہ آپ واپس کیوں آئے ہیں......؟ آپ نے جواب دیا کہ نور والا بالآخر غالب آجائے گا۔

ابراہہ نے قاصد بھیج کر عبدالمطلب کو بلا بھیجا......ابراہہ کے لشکر میں چار ہزار ہاتھی تھے......کہتے ہیں کہ ابراہہ کے لشکر کا سالانہ قبیلہ حمیری کا ایک بہادر شخص تھا......جسے ایک ہزار گھوڑ سواروں کے برابر مانا جاتا تھا......حمیری جب عبدالمطلب کے سامنے آیا......تو آپ کی پیشانی میں نور محمدی کی چمک دیکھ کر......گھوڑے سے نیچے اتر آیا......اور سجدہ میں گر گیا۔

ہاتھیوں میں ایک سفید ہاتھی تھا...... جو دستہ کا سالار تھا ......حضرت عبدالمطلب جب ہاتھیوں کے قریب سے گزرے......تو تمام ہاتھیوں نے آپ کو سجدہ کیا......ہاتھی کہنے لگے:

نور محمدی ﷺ آپ پر سلام ہو...... بشارت ہو اسے......جو آپ پر ایمان لائے......آپ رحمۃ اللعالمین اور سید المرسلین ہیں۔

ابرہہ نے جب ہاتھیوں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا......تو ابراہہ کو عبدالمطلب

پر بہت غصہ آیا...... حمیری نے کہا کہ بادشاہ سلامت ان پر ناراض کیوں ہو رہے ہیں ......؟ جب وہ آپ کے سامنے آئیں گے...... تو آپ بھی تعظیم کیے بغیر نہ رہ سکیں گے ...... چنانچہ جب عبدالمطلب جب ابرہہ کے سامنے آئے...... تو وہ مسند سے نیچے اتر آیا اور آپ کے سامنے سجدہ کرنے لگا۔

ابرہہ بولا : آپ کی حاجت کیا ہے؟

عبدالمطلب : میرے اونٹ واپس کردو۔

ابراہہ : آپ نے مجھ سے اونٹوں کا سوال تو کیا لیکن کعبہ کے بارے میں کیوں نہ بات کی؟

عبدالمطلب : کعبہ والا اپنے گھر کی خود حفاظت کرلے گا۔

یہ سن کر ابرہہ نے حکم دیا کہ تمام مویشی واپس کر دیئے جائیں...... عبدالمطلب اپنے مویشی لے کر واپس مکہ آ گئے...... اور مکہ والوں سے فرمایا:

......تم لوگ اپنے اپنے مال مویشی لے کر مکہ سے باہر نکل جاؤ...... اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر...... دروں میں چھپ کر پناہ لو...... مکہ والوں سے یہ کہہ کر...... پھر خود اپنے خاندان کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر...... خانہ کعبہ میں گئے...... اور دروازہ کا حلقہ انتہائی بے قراری...... اور گریہ وزاری کے ساتھ دربار خداوندی میں دعا مانگنے لگے۔

عبدالمطلب کی دعا

خانہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ بت تھے...... اندرونی دیواروں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویریں بنی ہوئی تھیں...... ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر دیکھائے گئے تھے...... سب سے بڑا بت ہبل تھا...... جسے

جوف کعبہ میں نصب کیا گیا تھا...... یہ عقیق احمر کا انسانی شکل کا ایک مجسمہ تھا......اس کا بایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔

لیکن قریش نے اس کے بجائے سونے کا ہاتھ لگوا دیا تھا......اس کے سامنے سات تیر رکھے رہتے تھے...... جن سے پجاری قرعہ اندازی کیا کرتے تھے...... اساف اور نائلہ زمزم کی جگہ پر تھے......

قریش ان کے پاس قربانیاں دیا کرتے تھے......قریش کا ایک بت مناف تھا......اس کے علاوہ ان کے ہر گھر میں...... چھوٹے موٹے کئی بت موجود تھے......اور کوئی گھر اصنام اور اصنام پرستی سے خالی نہ تھا......

پجاریوں نے یونانیوں کی طرح باقاعدہ علم الاصنام کا جال پھیلا رکھا تھا...... جب کوئی آدمی سفر کو جاتا......تو اپنے گھر میں رکھے ہوئے بے جان اور بے حسن معبود کو ......بطور تبرک مسح کر کے جاتا......

جب واپس لوٹتا تو......سب سے پہلے اسے مسح کرتا......ان کا ایک بت عزیٰ تھا......لات اور منات بھی ان کے معبود تھے......جنہیں یہ خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے......اور انہیں یقین تھا کہ یہ ان کی شفاعت کریں گے......

مکہ میں بت پرستی کا بانی عمرو بن لحی تھا......جس نے بنو جرہم سے کعبہ اللہ کی تولیت چھین لی تھی...... اس وقت سائبہ، وصیلہ ،بحیرہ اور حاصہ کی رمیں زوروں پر تھیں......لیکن ان معبودوں کے ہوتے ہوئے بھی......

جب ابرہہ کا لشکر دکھائی دیا......تو سب خانہ کعبہ کے پردوں اور کنڈوں کو تھام کر کھڑے ہو گئے...... سب کو خداؤں کا خدا یاد آ گیا......اور رب کعبہ سے فریاد کرنے لگے...... چنانچہ عبدالمطلب نے دعا کی۔

لا ھم ان المر یمنع رحله فامنع رحالک

وانصر علی ال الصلیب وعابدیه الیوم الک

اے خدایا! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے......تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر......کل ان کی صلیب......اوران کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے......اگرتو ان کو اور ہمارے قبیلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے......تو جو چاہے کر......صلیب کی آل اوراس کے پرستاروں کے مقابلے پر...... آج اپنے آل کی مدد فرما......

اے میرے رب! تیرے سوائے ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا......اے میرے رب! اب اپنے حرم کی حفاظت کر......اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے......اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ آپ نے دعا میں کہا:-

یا رب لا ارجو لھم سوا کا   یا رب وامنع منھم حما کا

اے رب کریم میں قریش کی حفاظت ونگرانی کے لیے تیرے سوا اور کسی سے امید دار نہیں ہوں اے رب کریم ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو اپنی حمایت سے محروم فرما۔

ان عدو البیت من عا دا کا   امنعھم ان یخربوا فنا کا

بے شک بیت اللہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے لہٰذا ان کو اپنے گھر اوراس کے ماحول کوخراب و برباد کرنے سے خود روک۔

اور بارگاہ خداوندی میں یہ بھی عرض کیا۔

لاھم ان المرء یمنع رحلہ وحلالہ نا منع حلا لک

اے اللہ العالمین ہر فرد اپنے گھر کی اور ساز و سامان لباس و پوشاک کی حفاظت کرتا ہے...... لہٰذا تو بھی اپنے گھر اور اس کے ساز وسامان کی حفاظت فرما۔

لا یغلبن صلیبھم ومحالھم غذوا محالک

ان کی صلیب اور قوت وطاقت...... کل کو تیری قوت وطاقت پر کسی طرح غالب نہ آنے پائے...... یا ان کی چالاکی اور مکروفریب...... تیری چارہ سازی پر غالب نہ ہو۔

جردا جمرع بلادھم والفیل کی یسبرا عیالک

انہوں نے اپنے علاقوں اور شہروں کے سارے لشکر...... اور ہاتھی جمع کیے ہیں...... تاکہ تیرے گھر میں پناہ لینے والوں کو قیدی بنا لیں...... اور ان کو بے عزت وخوار کریں۔

عمدوا حماک بکید ھم جھلاو مارقبو جلالک

تیرے محفوظ و مقدس مقام کی طرف...... اپنے مکروفریب اور ناپاک عزائم کے ساتھ بڑھے ہیں...... اپنی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے...... اور تیرے جلال کو ملحوظ نہیں رکھا۔

ان کنت تارکھم رکعبتنا نامرما بدا لک

اگر تو ہمارے کعبہ کو ان کے حوالے کردے اور ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دے تو بڑی عجیب بات ہے مگر جو تیری مرضی ہو اور جو تجھے

پسند ہو۔

اس دعا کے بعد عبدالمطلب اور ان کے ساتھی پہاڑوں میں روپوش ہو جاتے ہیں......دوسرے دن کا آفتاب ابرہہ کو......میمیتھ ہاتھی...... پر سوار کعبہ کی طرف...... ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ بڑھتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گئے......کعبہ کی حفاظت کے لئے کوئی انسان موجود نہیں ہے......شہر خالی پڑا ہے......اور ابرہہ بڑی آن بان سے بڑھتا آ رہا ہے......

ابرہہ کا ہاتھی جوں ہی ایک خاص حد میں داخل ہوتا ہے......یکا یک بیٹھ جاتا ہے......اسے آنکس مارے جاتے ہیں ......بتروں سے کچوکے دیے جاتے ہیں ......وہ زخمی ہو جاتا ہے......مگر کعبہ کی سمت ایک قدم نہیں اٹھتا......لیکن اگر الٹے پاؤں پھرایا جائے......تو بھاگنے لگتا ہے......

آہ!!! انسان کعبہ کی قدر اور رب کعبہ کی قدرت سے غافل ہے......لیکن ہاتھی اس کو خوب جانتے ہیں......انسان سرکش اور باغی ہے......مگر ہاتھی میں سرکشی اور بغاوت کی ہمت نہیں ہوتی......وہ مار کھاتا ہے......لیکن آگے نہیں بڑھتا......گویا زبان بے زبانی سے کہہ رہا ہے......

کم بختو! میں اتنا طاقت ور ہونے کے باوجود......ایک انچ آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا......تم کون ہو؟ جو کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ رکھتے ہو...... مجھے دیکھو عبرت حاصل کرو...... اور واپس لوٹ جاؤ...... جو کچھ میں دیکھتا ہوں...... نہ تم اسے دیکھ سکتے ہو......نہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔

لیکن ابرہہ اور اس کے سپاہی تو مقابلے میں...... میدان کو خالی دیکھتے ہیں۔ کوئی متنفس

نظر نہیں آتا...... ہاتھی کو بار بار کچوکے دیئے جاتے ہیں...... وہ چنگھاڑنے لگتا ہے، لیکن آگے نہیں بڑھتا۔

اتنے میں آسمان پر پرندوں کے...... جھنڈ کے جھنڈ دکھائی دینے لگتے ہیں...... جو چونچوں میں کنکریاں لئے ہوئے ہیں...... وہ چشم زدن میں ابرہہ کے لشکر میں محیط ہوکر...... سنگ ریزوں کی بارش شروع کردیتے ہیں...... یہ سنگ ریزے...... قہر الٰہی کے تیر ہیں...... جس پر گرتے ہیں...... اس کا جسم گلنا شروع ہوجاتا ہے...... اور تڑپ تڑپ کر سخت اذیت کے عالم میں جان دے دیتا ہے......

ابراہہ کا خوفناک انجام

ابرہہ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر گر رہا ہے...... جہاں سے کوئی ٹکڑا گرتا ہے...... وہاں سے پیپ اور لہو بہنے لگتا ہے...... لشکر افراتفری کے عالم میں...... یمن کی طرف بھاگتا ہے۔ اس بھگدڑ میں کوئی ادھر گرتا ہے...... کوئی ادھر......

لوگ گر رہے ہیں...... تڑپ رہے ہیں...... مر رہے ہیں...... اور قریش پہاڑوں میں پناہ لیئے ہوئے...... ان کا تماشہ دیکھ دیکھ کر رب کعبہ کی قدر اور قدرت کے قائل ہورہے ہیں...... چنانچہ ابوقیس بن اصلت کہتا ہے۔

اٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو...... اور مکہ و منیٰ کی پہاڑیوں کے
درمیان...... بیت اللہ کے کونوں کو مسح کرو...... جب عرش والے کی
مدد تمھیں پہنچی...... تو اس نے بادشاہ کے لشکروں کو اس حال میں
پھیر دیا...... کہ کوئی خاک میں پڑا تھا...... اور کوئی سنگسار کیا ہوا تھا

یہ واقعہ عام الفیل کے نام سے مشہور ہے...... اس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ فیل کے نام سے موجود ہے...... اس کا اثر لوگوں پر اس قدر ہوا تھا کہ کئی سال تک...... وہ

خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے رہے ......لیکن رفتہ رفتہ پجاری مہنت اور مجاور سب کو...... دیوی دیوتاؤں کے آستانوں پر لے آئے ......اور کسی کو توحید خالص کا خیال تک نہ رہا...... بلکہ ایک نے بے جان بے حس اور بے زبان معبودوں کی چوکھٹ پر سر جھکا دیا۔

الم تر کیف فعل ربک با صحب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول :

اے محبوب! کیا آپ نے نہ دیکھا کہ...... آپ کے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کر ڈالا......؟ کیا ان کے داؤں کو تباہی میں نہ ڈالا......؟ اور ان پر پرندوں کی کنکریاں بھیجیں...... تا کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں......تو انہیں چبائے ہوئے بھس جیسا بنا ڈالا۔

جب ابرہہ اور اس کے لشکر کا یہ انجام ہوا تو عبدالمطلب پہاڑ سے نیچے اترے اور خدا کا شکر ادا کیا......ان کی اس کرامت کا دور دور تک چرچا ہو گیا......اور تمام عرب ان کو ایک خدارسیدہ بزرگ کی حیثیت سے قابل احترام سمجھنے لگے......

جب ان کنکریوں کی بوچھاڑ دیکھی تو اسی راہ پر جان بچانے کے لیے بھاگ کر پہنچے......جس پر چل کر یہاں آئے تھے......مگر اب بچنے کی صورت کہاں تھی...... کوئی میدانی علاقہ میں تباہ ہوا اور کوئی پہاڑی میں پہنچ کر۔

ابرہہ کے جسم میں ایک مہلک مرض پیدا ہو گیا......جس سے اس کی انگلیاں

گل کر گر گئیں...... جب اس کو واپس صنعا میں لے کر پہنچے...... تو وہ ضعف اور لاغری کی وجہ سے چوزے کی مانند ہو چکا تھا......

حتی کے اس کا سینہ چاک ہوا دل باہر آ گیا...... اور اس ذلت و رسوائی کے ساتھ...... اہل عالم کے لئے ہزاروں عبرتوں کا سامان چھوڑ کر واصل جہنم ہوا...... اور یہی وہ سال تھا...... جس میں محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا آفتاب نبوت و رسالت...... افق انسانیت پر جلوہ گر ہوا...... اور انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ اور حرم پاک مکہ مکرمہ کو محفوظ فرمایا۔

یہ امر خارق للعادۃ ارہاص کہلاتا ہے اور اس میں آپ کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت پر واضح دلیل اور بین برہان موجود ہے۔

الغرض ابرہہ اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوا...... اور ان کی تباہی و بربادی کا بے شمار لوگوں نے مشاہدہ کیا...... جن میں حکیم ابن حزام حولیطب بن عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت بھی ہیں...... ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی ہے...... ساٹھ ساٹھ سال تو زمانہ جاہیت میں گزرے...... اور بقیہ ساٹھ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں...... نور ایمان سے منور ہو کر گزارے...... اور شعراء نے اپنے اشعار میں اپنے ان مشاہدات کو بیان کیا ہے...... انہیں میں سے ایک نفیل بن حبیب ہیں...... جو زمانہ جاہلیت کے شاعر ہیں......

عثمان غنیؓ کی دولت کا راز

علامہ سبط ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی کی دولت مندی اور ریاست کا سبب یہی تھا کہ ان کا باپ عفان اور عبدالمطلب اور ابو مسعود ثقفی تینوں وہ تھے جو ابرہہ اور اس کے لشکر کے تباہ ہونے کے بعد...... سب سے پہلے ابرہہ کے

پڑاؤ میں پہنچے......اور انہوں نے ابرہہ اور اس کی تباہ شدہ لشکر کا تمام قیمتی سامان......
پہلے ہی لوٹ لیا اور اس کو قریش سے چھپا کر زمین میں دفن کر دیا...... چنانچہ یہ لوگ
قریش میں سب سے زیادہ مالدار اور دولت مند ہو گئے...... پھر جب عفان کا انتقال ہو
گیا......تو اس کی تمام دولت کے وارث عثمانؓ ہوئے۔

ابرہہ کے لشکر میں سے جو لوگ واپس نہیں گئے...... بلکہ مکے میں رہے اور
مسلمان ہوئے......ان میں ابرہہ کے ہاتھی کا مہادت......اور اس کے آگے آگے چلنے
والے بھی تھے...... حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے مکہ میں ابرہہ کے بڑے
ہاتھی کے مہادت...... اور اس کے رہبر کو دیکھا کہ...... وہ دونوں اندھے اور اپاہج
تھے......اور لوگوں سے روٹی مانگتے تھے۔

اشکال اور اس کا جواب

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ...... بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے
والے پر تباہی نازل ہوتی ہے...... جیسا کہ ابرہہ تباہ اور ہلاک ہوا......مگر اس پر ایک
اشکال ہوتا ہے کہ حجاج ابن یوسف نے جو کوفہ کا گورنر تھا...... بیت اللہ پر منجنیق کے ذریعہ
پتھر برسا کر...... کعبے کو نقصان پہنچایا......مگر اس کے نتیجہ میں خود حجاج کو کوئی نقصان
نہیں پہنچا......اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے......

حجاج کعبے کو مسمار کرنے اور اس کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں آیا تھا......نہ
ہی اس کی یہ نیت تھی...... وہ تو صرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پریشان کرنا چاہتا تھا
......تاکہ وہ اپنے آپ اس کے حوالے کر دیں...... جیسا کہ ظاہر ہے یہ جواب اس
جواب سے بہتر ہے...... جو کتاب مواہب میں نقل ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ واقعہ ۶۴ھ کا ہے جبکہ یزید ابن معاویہ کی بادشاہت کا زمانہ تھا......حضرت

عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا...... بلکہ اس کے خلاف مکہ والوں سے بیعت لے لی تھی...... یزید نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے خلاف ایک لشکر مدینہ سے مکہ کو روانہ کیا تھا...... جس کی کمال مسلم ابن عقبہ کر رہا تھا......لیکن راستے میں ثنیۃ الوداع کے مقام پر...... مسلم کا انتقال ہو گیا...... آخری وقت میں مسلم نے حصین ابن نمیر سکونی کو...... اپنا جانشین یعنی سپہ سالار بنا دیا تھا۔

حصین یہ لشکر لے کر مکہ پہنچا...... اور چالیس دن تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا...... جس کے دوران لڑائیاں ہوتی رہیں...... اس فوج نے بیت اللہ شریف پر منجنیق کے ذریعہ پتھر برسائے اور کعبہ کو آگ بھی لگائی...... جس سے بیت اللہ کا پردہ اور لکڑی بھی جل گئیں...... اسی دوران میں مدینہ سے یہ اطلاع آئی کہ...... یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے...... جب حصین کو یہ خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے معاہدہ کرنا چاہا...... مگر انہوں نے انکار کر دیا...... آخر حصین اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام چلا گیا...... مدینہ میں بنی امیہ کے جو لوگ تھے...... وہ بھی حصین کے ساتھ ہی ملک شام کو چلے گئے۔ (از تاریخ ابوالفداء ص ۱۹۲ جلد اول۔ و تاریخ الکامل جلد ۴ ص ۴۹)

اصحاب فیل سے متعلق اشعار عرب

اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے سورۃ الم ترکیف میں بیان کیا ہے اور اسی نعمت کے اظہار کے واسطے سورۃ لایلاف قریش اتاری تھی غرض غالب بن فہر کے اشعار حسب ذیل ہیں اشعار الزبعریٰ۔

تنکلوا عن بطن مكة انها

كانت قديما لا يرام حريمها

لم تخلق الشعری لیالی حرمت
اذلا عزیز من الانام یرو مها
سائل امیر الجیش عنها ما رائی
ولسوف ینبی الجاهین علیهما
ستون الفالم یوبوا ارضهم
بل لم یعش بعد الایاب سقیمها
کانتیها عادو جرهم قبلهم
واللّٰه من فوق العباد یقیمها

وہ مکہ سے ذلیل کر کے نکالے گئے...... کیونکہ قدیم الایام سے مکہ عزت کی جاتی ہے...... جن دنوں سے مکہ کی حرمت وعزت کی جاتی ہے...... اس وقت شعریٰ ستارہ بھی پیدا نہ ہوا تھا...... کیونکہ کوئی جابر بھی مکہ کی بے عزتی کا ارادہ نہیں کر سکتا ہے لشکر کے امیر ابرہہ سے دریافت کیا کہ اس نے مکہ میں کیا دیکھا...... عنقریب جاننے والے جاننے والوں کو خبر دیں گے...... ساٹھ ہزار مخالف ہلاک ہو گئے...... اور اپنی زمین یمن کو نہ لوٹے ...... بیمار ابرہہ بھی لوٹنے کے بعد زندہ نہ رہا...... ان سے پہلے اس سرزمین یمن میں...... قبائل عادو جرہم بھی ہو چکے ہیں...... اور اللہ ہمیشہ بندوں سے بڑھکر مکہ کی حفاظت کر رہا ہے۔

اور قیس بن الاسلت انصاری نے جس کا نام صیفی بھی ہے اور جس کا خاندان ابن ہشام کے قول کے مطابق صیفی بن اسلت بن جشم بن دائل بن زید بن قیس بن عامر بن مرۃ بن مالک بن اوس ہے اسی مضمون کے متعلق اشعار ذیل کہے ہیں۔

ومن صنعه یوم فیل الجبوش　　اذ کل مابعثوه رزم

محا جتهم تحت اقرء به — وقد شرمو النفه فانخرم
وقد جعلوا صوطه تعولا — اذايموه قفاه كلم
فولى وادبر اوراجه — وقد باء بالظلم من كان ثم
فارسل من فوقهم حاصبا — فلفهم مثل لف القزم
تحض على الصبر احبادهم — وقد ثا جو اكثواج الغنم

سرکش و مست ہاتھی کا واقعہ...... خدا کی حکمت پر دلالت کرتا ہے کہ...... جب وہ اصحاب فیل...... اس کو لڑائی کے واسطے آمادہ کرتے تھے...... تو وہ ہاتھی بھاگتا تھا...... اپنی ڈھالیں اس کی پسلیوں پر مارتے تھے...... مگر وہ نہیں مانتا تھا......

اور ابرھہ کی ناک کاٹی گئی...... اور وہ نک کٹا ہو گیا...... انہوں نے مضبوط کوڑے ہو کر...... ہاتھی کو مارا اور اس کی پیٹھ کو زخمی کر دیا...... مگر وہ نا مانا آخر وہ بھاگ گیا ...... اور پیٹھ پھر گیا اور جو اس کے ساتھی تھے...... ظالم ہو گئے۔

پھر اللہ نے ان ظالموں کی ہلاکت کے واسطے اوپر سے سنگریزے برسائے...... اور ان کو قیمہ کی طرح یہ وبالا کر دیا ان کے پادری ان کو صبر کی ترغیب دیتے تھے...... اور وہ بکریوں کی طرح گرمائے ہوئے تھے۔

شاہ تبع کا کعبہ شریف پر حملہ کرنے کا ارادہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں...... شاہ تبع کعبہ مشرفہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوا...... جب وہ کراع الغیم کے مقام پر پہنچا...... تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سخت اندھی کو مسلط فرمایا...... وہ آندھی اتنی شدید تھی کہ...... اس میں کھڑا ہونے والا کھڑا نہیں رہ سکتا تھا...... اور اگر وہ بیٹھنے کی کوشش کرتا...... تو وہ نیچے گر جاتا...... اس آندھی نے تبع کو سخت مشکل میں ڈال دیا اس نے اپنے دو جید علما بلائے...... اور ان

سے اس مصیبت کے بارے میں پوچھا......انہوں نے کہا اگر ہم سچ بتا دیں......تو کیا ہمیں جان کی امان حاصل ہو گی......؟

تبع نے کہا تمھیں حاصل ہو گی......ان دونوں نے کہا تو اس گھر کو گرانا چاہتا ہے......جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے فرمائی...... جو اس کی طرف بری نیت سے آیا......اس نے کہا: اب غلطی کا ازالہ کیسے ہو سکتا ہے......؟

علماء نے کہا اب اس کے ازالے کی ایک ہی صورت ہے

تو صرف دو کپڑے پہن لے......اور اپنی زبان سے لبیک لبیک کی صدائیں لگاتا ہوا اس گھر کی طرف جائے...... اس گھر کا طواف کرنے......اور اس میں رہنے والوں میں کسی کو کوئی تکلیف نہ دے......

بادشاہ نے کہا اگر میں نے یہ عمل کیا تو کیا یہ مصیبت ٹل جائے گی......؟

انہوں نے کہا: ہاں! اس کے بعد اس نے دو چادریں پہنیں......اور لبیک لبیک کی صدائیں لگاتا ہوا......حرم کعبہ کی سمت آیا......

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس وقت تیز آندھی ختم ہو گئی......جس طرح طلوع آفتاب کے بعد شدید ظلمت کافور ہو جاتی ہے۔

حجاج بن یوسف اور کعبہ معظمہ کی بے حرمتی

حجاج بن یوسف نے منجنیق کو......کوہ ابی قبیس پر نصب کر کے......کعبہ معظمہ پر آگ اور پتھر برسائے......کعبہ مشرفہ کے پردوں کو آگ لگ گئی......پھر جدہ کی طرف سے بادل اٹھا......اس میں گرج اور چمک سنائی دیتی تھی...... بیت اللہ اور اس کے ارد گرد بارش ہوئی......جس سے آگ بجھ گئی......اللہ تعالیٰ نے لشکر حجاج پر بھی بجلی

گرائی...... جس سے ان کی منجنیق جل کر سیاہ ہوگئی حضرت عکرمہ کے خیال کے مطابق...... منجنیق کے ساتھ چار آدمی بھی جل گئے...... یہ گرج و چمک دیکھ کر...... حجاج نے کہا یہ بجلی تمھیں خوفزدہ نہ کردے...... یہ بجلیوں کی زمین ہے...... پھر ایک اور بجلی گری...... جس سے چالیس آدمی جل گئے...... یہ واقعہ عبدالمالک بن مروان کے عہد حکومت ۷۳ ہجری کا ہے۔

دینوی نے المجالسہ میں محمد بن عبداللہ عمرو سے روایت کیا ہے...... وہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت کوہ ابی قبیس پر تھا...... جب انہوں نے حضرت ابن زبیرؓ پر سنگ بازی کے لئے منجنیق نصب کی...... اچانک آسمان سے بجلی گری...... گویا کہ میں اب بھی اسے دیکھ رہا ہوں...... وہ سرخ گدھوں کی طرح چکر لگا رہی تھی...... اس نے منجنیق کے اردگرد پچاس آدمیوں کو خاکستر بنا دیا۔

ابو طاہر قرمطی اور بیت اللہ کی بے حرمتی

جب ابو طاہر قرمطی نے حجر اسود کو اکھیڑ لیا...... اور میزاب کو اکھیڑنے کے لئے ایک شخص کو...... کعبہ معظمہ کی چھت پر چڑھایا...... وہ شخص سر کے بل نیچے گرا...... اور اسی وقت مر گیا...... ابو طاہر حجر اسود کو لے کر واپس آگیا...... اس نے بارہ سال حجر اسود کو اپنے پاس رکھا...... پھر اس سے یہ مبارک پتھر مطیع اللہ نے خرید لیا......

جب ابو طاہر اس کو لے جا رہا تھا...... اس کے نیچے چالیس اونٹ ہلاک ہوئے...... ایک روایت کے مطابق تین سو اور بعض راوی کہتے ہیں کہ پانچ سو اونٹ ہلاک ہوئے...... جب حجر اسود کو مکہ معظمہ کی طرف واپس بھیجا جانے لگا...... تو اس کو کمزور اونٹوں پر لادا گیا...... اسکی برکت سے وہ اونٹ طاقتور ہوگئے۔

حرم کعبہ کی تعظیم کا ایک اور واقعہ

عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ...... انہوں نے اپنی دادی کے ہمراہ عمرہ ادا کیا میری دادی کے پاس صفیہ بنت شیبہ آئیں...... انہوں نے ان کی بہت عزت وتوقیر کی...... اور انہیں انعامات سے نوازا......

صفیہ نے کہا اب میں اس خاتون کی تکریم کیسے کروں...... دنیاوی مال تو اس کے پاس بے شمار ہے...... انہوں نے ایک کنکری دیکھی...... جو رکن اسود سے اس وقت گری تھی...... جب اس کو آگ لگی تھی...... انہوں نے اس کنکری کو اس ڈبیہ میں رکھا...... اور میری دادی کو دیتے ہوئے کہا:

اس کنکری کی حفاظت کرو...... یہ رکن اسود کی کنکری ہے...... اس کو دھو کر اس کا پانی مریضوں کو پلا دینا...... اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے گا

میری دادی جان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپسی کے لئے عازم سفر ہوئیں...... جب وہ حرم شریف سے باہر نکلیں...... اور ایک جگہ خیمہ زن ہوئیں...... تو ان کے سارے ساتھی بخار میں مبتلا ہو گئے...... وہ اٹھیں نماز ادا کی اور دعا کی پھر وہ اہلِ کارواں کی طرف متوجہ ہوئیں...... اور کہنے لگیں:

تمھارے لیے ہلاکت ہو...... اپنے کجاووں کو دیکھو...... تم نے کعبہ مشرفہ سے کوئی چیز تو چوری نہیں کی...... یہ مصیبت تمھیں کسی گناہ کی وجہ سے ہی آئی ہے......

اہل قافلہ نے کہا: ہم نے تو حرم پاک سے کوئی چیز نہیں لی...... اس کے بعد دادی جان نے کہا: میں نے ہی اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے...... تم کسی تیز رفتار اور طاقتور سوار کو دیکھو...... اور اس کے لئے ایک سواری کا بندوبست کرو...... انہوں نے

فوراً ایک سواری کا انتظام کر دیا...... دادی جان نے پھر عبدالاعلیٰ کو بلایا اس سے کہا:
یہ ڈبیہ لے لو...... اس میں ایک کنکری ہے...... اسے صفیہ بنت شیبہ کے پاس لے جاؤ...... اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کنکری کو اپنے حرم میں رکھا ہے...... کسی کو وہاں سے لے جانے کی اجازت نہیں...... ہم اس کنکری کو لے کر گئے تھے...... اس کی وجہ سے ہم کو ایک عظیم آزمائش کا سامنا کرنا پڑا...... ہمارے ساتھی بخار میں مبتلا ہو گئے...... اب دوبارہ اس سنگریزے کو حرم سے نکالنے سے پرہیز کرنا......
عبدالاعلیٰ کہتے ہیں...... جونہی میں نے اس سنگریزے کو حرم کعبہ میں رکھا...... تمام اہل کارواں ایک ایک کر کے صحت یاب ہونے لگے۔

حرم کعبہ میں چوری کا انجام

روایت کیا کہ قبیلہ جرہم کے پانچ افراد نے...... کعبہ شریف کے خزانے میں زیورات چوری کرنے کا قصد کیا...... ہر کونے میں ایک ایک شخص نگرانی کے لئے کھڑا ہو گیا...... اور پانچواں خزانے والی جگہ میں گھس گیا...... اللہ تعالیٰ نے خزانے والا بکس اس کے اوپر الٹ دیا...... جس سے وہ ہلاک ہو گیا...... باقی چار نے راہ فرار اختیار کی۔

حرم کعبہ میں گناہ کرنے پر پتھر بن گئے

علقمہ بن مرثد سے روایت ہے کہ ایک شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا......
اس نے اچانک ایک عورت کی کلائی دیکھی...... حصول لذت کے لئے اس نے اپنی کلائی عورت کی کلائی پر رکھ دی...... اس گناہ کی وجہ سے ان کی کلائیاں باہم جڑ گئیں...... وہ ایک بزرگ کے پاس آئے اور اپنا قصہ بیان کیا......
بزرگ نے کہا اس جگہ چلے جاؤ...... جہاں تم نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے

اور اللہ رب العزت سے وعدہ کرو...... تم دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرو گے...... انہوں نے بیت اللہ کے پاس جا کر...... آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کیا...... جس کی وجہ سے ان کی کلائیاں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں۔

اساف اور نائلہ کا خوف ناک انجام

ابو نجیح سے روایت ہے کہ ایک مرد اور عورت تھے...... ان کا نام اساف اور نائلہ تھا...... وہ شام کے علاقہ سے حج کرنے کے لئے آئے تھے...... دوران طواف مرد نے عورت کا بوسہ لیا...... جس کی سزا میں وہ دونوں مسخ ہو کر پتھر بن گئے...... وہ دونوں مسجد حرام کے ایک گوشے میں پڑے رہے...... جب اسلام کا بول بالا ہوا...... تو انہیں اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔

حرم کعبہ میں گناہ کی وجہ سے ہاتھ شل ہو گیا

خویطب بن عبدالعزی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کعبہ معظمہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے...... اچانک ایک عورت بیت اللہ کی طرف آئی...... وہ اپنے خاوند سے پناہ طلب کر رہی تھی ...... کچھ دیر بعد اس کا خاوند بھی آ گیا...... جب اس نے عورت کو پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا...... اسی وقت اس کا ہاتھ خشک ہو گیا ...... میں اس شخص کو اسلام کے بعد بھی دیکھا کرتا تھا اس کا ہاتھ اسی طرح شل رہا۔

(حوالہ حجۃ اللہ وفضائل کبریٰ)

ہرن کو پکڑنے کی سزا

عبدالعزیز بن ابی رواد سے روایت ہے کہ...... ایک قوم ذی طویٰ کے مقام

پر خیمہ زن ہوئی...... ایک ہرن ان کے قریب آگیا...... ان میں سے ایک شخص نے اسے پاؤں سے پکڑ لیا...... اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا...... تیرے لئے ہلاکت ہو ہرن کو چھوڑ دے......

وہ مسکرانے لگا...... اور ہرن کو چھوڑنے سے انکار کر دیا...... ہرن مینگنیاں اور پیشاب کرنے لگا...... پھر اس نے ہرن کو آزاد کر دیا...... تمام اہل قافلہ قیلولہ کے لیے سو گئے...... ایک شخص کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ...... ایک سانپ ہرن پکڑنے والے شخص کے پیٹ پر کنڈل مار کر بیٹھا ہے......

اس کے ساتھی نے اس سے کہا...... حرکت نہ کرنا ذرا دیکھو تمھارے پیٹ پر کیا ہے...... وہ سانپ اس شخص کے پیٹ پر ہی رہا...... حتی کہ اس نے بھی ہرن کی طرح بول اور براز کر دیا۔

مجاہد سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں...... کچھ لوگ مکہ معظمہ آئے...... وہ ذی طویٰ کے مقام پر کیکر کے درختوں کے نیچے خیمہ زن ہوئے...... انہوں نے روٹیاں تو پکا لیں...... لیکن ان کے پاس سالن نہ تھا......

ان میں سے ایک شخص اٹھا...... اپنی کمان میں تیر رکھا...... اور اسے حرم شریف کے ایک ہرن پر پھینکا...... جس سے وہ ہلاک ہو گیا...... باقی قافلہ والوں نے اس کی کھال اتاری...... اور اس کو پکانے لگے......

اسی اثناء میں کہ ان کی وہ دیگ آگ پر تھی...... اور گوشت بھونا جا رہا تھا...... اس دیگ کے نیچے سے آگ کی ایک بہت بڑی گردن نکلی...... اس نے تمام قافلہ والوں کو خاکستر بنا دیا...... آگ نے ان کے کپڑوں ساز و سامان اور درختوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

اس روایت کو ازرقی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ وادی محسر میں ایک شکاری کے لئے بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

ایک شخص نے حرم کعبہ کو گستاخانہ نگاہ سے دیکھا...... اسی وقت اس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ پڑی......

روایت ہے کہ بنو عامر کے پانچ آدمیوں نے بیت اللہ کے پاس جھوٹی قسم اٹھائی...... پھر وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے...... راستہ میں ایک چٹان کے نیچے اقامت گزیں ہوئے۔

ابھی وہ قیلولہ کرنے ہی لگے تھے کہ...... انہیں چٹان اپنے اوپر گرتی ہوئی نظر آئی...... وہ بھاگتے ہوئے چٹان کے نیچے سے نکلے...... وہ چٹان پانچ حصوں میں منقسم ہو گئی...... ہر حصہ نے ایک ایک شخص کو ہلاک کر دیا۔

باب نمبر ۶

حضور ﷺ کے والد عبداللہ کی سیدہ آمنہ سے شادی

عبداللہ کا حسن و پاکدامنی

عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ...... قریش میں صورت شکل اور اپنے اخلاق کی وجہ سے سب سے اچھے تھے...... اور آنحضرت ﷺ کا نور ان کے چہرے پر صاف نظر آتا تھا...... ایک روایت ہے:-

......وہ قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین آدمی تھے......

ایک روایت میں ہے:-

قریش کے نزدیک عبداللہ اپنے باپ کی اولاد میں...... سب سے زیادہ مکمل...... سب سے زیادہ حسین...... سب سے زیادہ پاک دامن...... اور سب سے زیادہ محبوب تھے......

اللہ تعالیٰ نے ان کے والد کو ہدایت دی اور انہوں نے ان کا نام عبداللہ رکھا...... کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں...... یہ ذبیح بھی ہیں...... یعنی جیسے اسمٰعیل ذبیح کہلاتے ہیں...... اسی طرح عبداللہ بھی ذبیح کہلاتے ہیں کیونکہ ان کے باپ عبدالمطلب نے...... اپنی ایک منت کو پورا کرنے کے لئے...... ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا اس واقعے کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ابو نعیم نے بہ سند ضعیف ابن عباس سے روایت کی کہ میرے بھائی عبداللہ جب پیدا ہوئے...... جو ہم سے چھوٹے تھے...... تو ان کا چہرہ اس قدر نورانی تھا ...... گویا کہ وہ ایک آفتاب تھا...... درخشاں اور تاباں...... یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے کہا...... یہ فرزند عجیب شان والا ہوگا......

اور میں نے خواب میں دیکھا کہ...... ان کے نتھنے سے ایک سفید پرندا ...... اڑ کر نکل رہا ہے...... اور وہ مشرق و مغرب کی حدوں تک پہنچ کر...... واپس ہوا ...... اور خانہ کعبہ پر آکر بیٹھا اور تمام قریش نے اس کے آگے سجدہ کیا...... پھر وہ آسمان وزمین کے درمیان فضا میں...... اور دور دراز خلاء میں اڑتا رہا۔

میں بنی مخزوم کی کاہنہ کے پاس گیا...... اور اس سے خواب بیان کیا...... جس کو سن کر اس نے کہا...... اگر واقعی تمھارا خواب یہی ہے...... تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عبداللہ کے فرزند پیدا ہوگا...... اور مشرق سے مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے ...... جان دو عالم ﷺ اپنے اس عظیم خاندانی شرف کو خود بیان فرماتے ہیں۔

لَمْ یَلْتَقِ اَبَوَایَ قَطُّ عَلٰی سِفَاحٍ لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَتِہِ الی الا رْحَامِ الطَّاھِرۃ مُصَفًّی مُھَذَّبا

میرے ماں باپ کسی بھی مرحلہ میں...... زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ مجھے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اصلاب طیبہ سے...... ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔

اس مضمون کی بہت سی احادیث کتب حدیث میں وارد ہیں...... علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں (ص ۸۰ سے ص ۸۴ تک) ان تمام احادیث پر سیر حاصل گفتگو کی ہے...... اسی طرح امام ابن کثیر نے ان تمام روایات کو ذکر کیا ہے...... اور ان پر

جرح بھی کی ہے......لیکن آخر میں علامہ بیہقی کا یہ فیصلہ درج کیا ہے۔

ھذہ الاحادیث وان کان فی روالھا من لا یجتبح بہ فبعضھا یو کد بعضا. (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۷)

ان حدیث کے راویوں میں اگرچہ بعض راوی ایسے بھی ہیں...... جو قابل استناد نہیں ہیں...... تاہم اس مضمون کی حامل بہت سی حدیثیں ہیں...... جو ایک دوسرے کو قوی کر دیتی ہیں۔

حضرت عبداللہ کا حسن و جمال

جب حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کی شہرت عام ہوگئی......اور ذبیح وفدیہ کا واقعہ مزید شہرت کا باعث ہوا......تو قریش کی عورتیں......ان کے جمال و وصال کی طالب بن کر......سرراہ نکل کر کھڑی ہوگئیں......اور ان کو اپنی جانب بنانے لگیں...... مگر حق تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا......

عبداللہ حضرت عبدالمطلب کے فرزندار جمند تھے......نہایت ہی حسین وجمیل تھے......اللہ جل شانہ نے نور محمدی ﷺ کی امانت سے آپ کو نوازا تھا......

سیرت حلبیہ کے الفاظ ہیں:-

وکان نورالنبی صلی اله علیه وسلم یری فی وجھه کالکوکب الدری حتیٰ شغفت به نساء قریش ولقی منھن عناء (خصائل کبریٰ)

نور محمدی ﷺ ان کے چہرے میں روشن ستارے کی طرح چمکتا تھا......قریش کی عورتیں ان کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش مند تھیں......اور حضرت عبداللہ کو ان کی وجہ سے......کافی تکلیف کا

سامنا تھا۔

حضرت عبداللہ کا تقویٰ

ابو نعیم خرائطی اور ابن عسا کر نے بہ طریق عطاءؒ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت عبدالمطلب ...... اپنے بیٹے عبداللہ کو نکاح کیلئے لے کر روانہ ہوئے ...... تو ان کا گزر اہل تبالہ یمن کی ایک کاہن خاتون پر ہوا ...... جو کتب سماویہ کی عالمہ مشہور تھی ...... اور اس کا نام فاطمہ بنت مرالخثمیہ تھا ...... اس نے جب نور نبوت کو حضرت عبداللہ کی پیشانی میں دیکھا، تو ان سے کہا:

"اے جوان! اگر تم اس وقت میرے ساتھ مباشرت کرو ...... تو میں تم کو سو اونٹ پیش کروں گی۔"

اس کی اس پیشکش پر حضرت عبداللہ نے کہا:۔

واماالحرام فالممات دونه　　والحل لا حل فاستبينه

فكيف لی الامر الذی تبغينه　　يحمنی الكريم عرضه و دينه

فعل حرام سے تو مر جانا بہتر ہے ...... اور فعل حلال تو میں اس کی خوبیاں نہیں بیان کر سکتا ...... اے خاتون! حرام کاری کی جو خواہش ...... تو میرے ساتھ رکھتی ہے ...... اس کی تکمیل کیسے ممکن ہے ...... کیونکہ اہل توقیر و آبرو ...... اپنی عزت اور دین کی پاسداری کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ اپنے والد کے ساتھ روانہ ہو گئے ...... اور انہوں نے حضرت آمنہ بنت وہب زہری کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا ...... اور جناب عبداللہ ان کے پاس تین روز رہے ...... اس کے بعد انہوں نے اس خاتون کے پاس جانے کا

ارادہ کیا......جس نے دعوت مباشرت دی تھی...... چنانچہ وہ اس کے پاس آئے......تو اس عورت نے ان سے پوچھا......میرے پاس جانے کے بعد تم نے کیا کیا......؟

جناب عبداللہ نے جواب دیا: میرا نکاح آمنہ بنت وہب زہری سے ہو گیا ہے......اور میں تین روز تک ان کے پاس رہا...... یہ جواب سن کر اس عورت نے کہا۔

اے عبداللہ! میں بدکار عورت نہیں ہوں...... چونکہ میں نے تمھاری پیشانی میں نور نبوت کی چمک دیکھی......تو مجھے تمنا ہوئی کہ وہ نور میں حاصل کروں......مگر اب اللہ جل شانہ نے اسے جہاں چاہا وہاں ودیعت فرما دیا۔

اس کے بعد فاطمہ نے حسب ذیل اشعار پڑھے:-

انی رایت مخیلة لمعت فتلا لات بخالتم القطر

میں نے ایک برسنے والے ابر کی بجلی دیکھی۔جس کی تابنا کی نے جہاں بھر کے سیاہ کالے بادلوں کو جگمگا دیا۔

ذلما بها نور یضیی لهٗ ماحولهٗ کاضاء ۃ البدر

ان کالے بادلوں میں ایک ایسا نور تھا جس کے گردوپیش کے سارے علاقہ کو روشن کر دیا۔جس طرح کہ چودھویں رات کی چاندنی ہوتی ہے۔

ورجوته فخرا ابوء بهٖ ماکل فادح زندهٗ یوری

میں نے عبداللہ سے نکاح کر کے فخر حاصل کرنے کی تمنا کی۔مگر میں کامیاب نہ ہو سکی۔جس طرح کہ ہر شخص چمقاق سے چنگاری حاصل نہیں کر سکتا۔

لله مازهريه سلبت ثوبيک مااستلبت وما تدری

ساری خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے ہی ہیں۔ اس زہری عورت نے کتنی اعلیٰ چیز پائی ہے۔ اے عبداللہ! وہ تمہارے دو کپڑے ہیں۔ ایک نبوت دوسرا ملک۔ جو آمنہ زہری نے حاصل کر لئے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتی کیا چیز حاصل کی ہے۔

اس کے بعد فاطمہ نے یہ بھی کہا:

بنی هاشم قد عادرت من اخيكم امنة اذ لله يعتلجان

اے آل ہاشم! آمنہ نے تمہارے بھائی کو ایسا چھوڑا جب کہ وہ اپنی خواہش کی سیرابی کر رہی تھی۔

كما غادر المصباح بعد خبوهٖ فتائل قد حيثت لهٗ بدهان

جس طرح کہ چراغ بتی سے اس تیل کو چوسنے کے بعد جو اس میں ڈالا جاتا ہے بتی کو خالی اور خشک چھوڑ دیتا ہے۔

وما كل مايحوی الفتىٰ من تلادهٖ بحرم ولا مافاته لتوانی

آدمی جو قدیمی اور موروثی مال جمع کرتا ہے وہ اس کی کوشش سے نہیں ہے اور جو مال اس سے جاتا رہتا ہے وہ اس کی غفلت سے نہیں ہے۔

فاجمل اذا طالبت امراً فانّهٗ سيكفيكهٗ جد ان يصطر عان

جب تم کسی بات کی طلب کرو تو خوبی کے ساتھ کرو۔ کیونکہ باہم لڑنے والی دو کوششیں تم کو کفایت کریں گی۔

سيكفيكه اما يدمقطلة واما مبسوطة ببنان

یا تو وہ ہاتھ جو تم سے روک دیا گیا تمہیں کافی ہوگا یا وہ ہاتھ جو کشادہ ہے اور انگلیوں کے پوروں کے ساتھ ہے کافی ہوگا۔

ولما فضت منه امينه ماقضت نبا هصرى عنه وكل لسانى

حضرت آمنہ نے جس چیز کی خواہش کی وہ حضرت عبداللہ سے حاصل کر چکیں تو اب میری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور میری زبان گونگی ہوگئی۔ (فضائل کبریٰ)

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن پیادہ نکلے......اور وادی بطحا میں جا بیٹھے۔ وہاں لیلیٰ عدویہ نے انہیں دیکھا تو اپنی طرف دعوت دی...... حضرت عبداللہ نے انکار کیا......آپ سیدھے اپنی زوجہ آمنہ بنت وھب کے پاس تشریف لے گئے......ان سے مباشرت فرمائی...... پھر آپ کا لیلیٰ پر گزر ہوا تو وہ کہنے لگی:۔تم نے کیا کیا......؟ فرمایا میں تو ادھر تمہاری طرف آ نکلا اور تم یہ عجیب سوال کر رہی ہو؟

لقد دخلت بنورٍ ما خرجت به ولئن كنت الممت

بآمنة بنت وهب لتلدن ملكا

لیلیٰ کہنے لگی:۔

تم جو نور لے کر گئے تھے وہ واپس لے کر نہیں آئے اگر تم نے آمنہ بنت وھب سے مباشرت کی ہے تو یقیناً وہ کسی سلطان عالم کو تولید کرے گی۔

بیہقی و ابونعیم رحمتہ اللہ علیہم اور ابن عساکرؒ نے بروایت عکرمہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی انہوں نے کہا:۔

خشعم کی ایک خاتون ایک خاص موسم میں رونمائی و خودنمائی کرتی...... بڑی ماہ

رواور حسین تھی......وہ فرش فروخت کرنے کے لئے پھیری کرتی......اسی طرح وہ ایک روز حضرت عبداللہ کے پاس پہنچ گئی......

جب اس خاتون نے ان کو دیکھا......تو متعجب ومتاثر ہوئی......اور خود کو ان کے روبرو پیش کرنے اور دعوتِ مباشرت دینے لگی۔

حضرت عبداللہ نے کہا تو اسی جگہ ٹھہری رہ...... جب تک میں لوٹ کر واپس نہ آؤں۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس گئے اور مباشرت کی......جس کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ کے لئے استقرار حمل ہوا......اور پھر اس کے بعد جب لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچے......

تو اس نے کہا : تم کون ہو؟

انہوں نے کہا : تجھ سے وعدہ کرنے والا۔

اس نے کہا : غلط کہتے ہو، اور اگر تمہارا قول درست ہے تو وہ نور کیا ہوا جس کو میں پہلی ملاقات کے وقت تمہاری پیشانی پر نمایاں طور پر دیکھ رہی تھی۔

بیہقی اور نعیم رحمتہ اللہ علیہم نے ابن شہاب رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جناب عبداللہ بڑے خوب رو نوجوان تھے...... ایک دن وہ قریش کی کچھ عورتوں کے پاس سے گزرے......ان عورتوں میں سے ایک نے ان سے کہا:

تم میں سے کون ہے...... جو اس جوان سے نکاح کر کے......اس کے نور سے دامن مراد کو بھرے......جوان کی پیشانی میں تاباں ہے؟

اس کے بعد حضرت عبداللہ کا نکاح قبیلہ زہرہ کی ایک خاتون آمنہ سے ہو گیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں۔ (خصائل کبریٰ)

حضرت آدمؑ سے حضرت عبداللہ تک

چونکہ آدم علیہ السلام انسان اول تھے...... اور تمام افراد جو آپ کی اولاد تھے...... آپ کی صلب میں ذرات کی صورت میں مجموعی طور پر مندرج تھے...... ان ذرات میں سے جو حصہ جناب محمد علیہ الصلوٰۃ کے جسم عنصری کا تھا...... وہ ایک نور عظیم کی شکل میں حضرت آدم کی پیشانی میں چمکتا تھا......

پھر وہ صلب آدم سے حضرت حوا علیہما السلام کے رحم میں منتقل ہوا...... وہاں سے پھر شیث علیہ السلام کی صلب میں ...... اور اسی طرح پاک و مقدس لوگوں کے اصلاب سے...... نیک و پارسا بیبیوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔

یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تک نوبت پہنچی ...... جب وہ جزونسلی ان کی صلب میں ودیعت ہوگیا...... اور اس نور نے ان کی پیشانی سے چمکنا شروع کیا...... تو آپ اتنے حسین و جمیل نظر آنے لگے کہ...... قریش کی تمام عورتیں آپ پر فریفتہ و شیفتہ ہوگئی...... اور شادی کی درخواست کرنے لگیں ...... لیکن وہ دولت حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدالمناف کو نصیب ہوئی۔ جس کا ذکر آگے انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کہتے ہیں کہ شام میں یہودیوں کے پاس سفید صوف کا بنا حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کا خون آلود جبہ تھا...... جس کے متعلق انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا...... کہ اس میں سے قطرہ قطرہ خون گرتا رہے گا...... اور جب سفید ہو جائے گا...... تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب (جو جناب محمد رسول اللہ کے والد ہوں گے) کی ولادت ہوگی۔

جب وہ علامت ظاہر ہوئی تو ان کی تحقیق کی رو سے حضرت عبد اللہ کی ولادت کا علم ہو گیا۔

ابھی یہ چند علامات ہی ظاہر ہوئی تھیں کہ قریش کی ایک جماعت تجارت کی غرض سے شام میں گئی۔ احبار یہود ان سے حضرت عبد اللہ کے متعلق پوچھتے تھے اور یہ لوگ حضرت عبد اللہ کے حسن و جمال کی تعریف کرتے تھے اور اس نور کا ذکر کرتے تھے جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔

احبار یہود کہتے وہ نور عبد اللہ کا نہیں ہے بلکہ وہ تو محمد بن عبد اللہ کا نور ہے جو ان کی صلب سے پیدا ہوں گے اور بتوں کو توڑیں گے۔ جب قریش مکہ ان کی زبان سے ایسی باتیں سنتے تو علامات و امارات جن کا وہ مشاہدہ کر چکے تھے کے سبب کہتے رب کعبہ کی قسم ہے احبار یہود سچ کہتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ پر یہودیوں کا حملہ

جب یہود کو بہ تحقیق یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ پیدا ہو چکے ہیں تو احبار یہود اور ان کے خاندان کے ستر آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ مکہ جا کر جب تک حضرت عبد اللہ کو قتل نہ کر دیں واپس نہ آئیں گے۔

چنانچہ رات کو وہ سفر میں رہتے اور صبح کو چھپ رہتے۔ مضافات مکہ میں پہنچ کر موقع کے منتظر رہنے لگے۔ ہر وقت فرصت نگاہ رکھتے۔

چنانچہ ایک دن انہوں نے حضرت عبد اللہ کو صحرائے مکہ میں شکار کھیلتے دیکھ لیا۔ فوراً انہیں ہلاک کرنے کے ارادے سے وہ دوڑے۔ وہب بن عبد مناف کو خبر ہوئی تو عربوں کی ایک جمعیت لے کر حرکت میں آ گئے۔ کہنے لگے:

اس بات کو ہم کیسے روا رکھ سکتے ہیں کہ اشراف قریش میں سے کوئی آدمی احبارِ یہود کی ذمت پر ہلاک ہو۔

چنانچہ اپنے مطیع و منقاد لوگوں کی ایک جماعت لے کر حضرت عبد اللہ کو چھڑانے کے لئے دوڑے۔ دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت اتری ہے جو اہل زمین سے مشابہ نہیں تھی۔ اور یہود کی اس جماعت کے دفع و قتل میں سعی بلیغ کر رہی تھی۔ وہب نے دیکھا تو فوراً گھر آ کر اپنی بیوی برہ کو حضرت عبد اللہ سے اپنی لڑکی آمنہ کے نکاح کی پیش کش کے لئے بھیجا۔

جب برہ عبد المطلب کے پاس گئیں تو غرض و غایت بیان کی...... عبد المطلب نے اسے قبول کر لیا...... اور کہا کہ جس لڑکی کے نکاح کے لئے تم آئی ہو...... عبد اللہ کے سوا اس کا نکاح کسی سے مناسب نہیں۔

حضرت عبد اللہ ہمارے حضور رحمتِ عالم ﷺ کے والد ماجد ہیں۔ یہ عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا۔

اس لئے حسن و خوبی کے پیکر اور جمال صورت و کمال سیرت کے آئینہ دار اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی خواستگار تھیں۔ مگر عبد المطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے، جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب و نسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔

عجیب اتفاق کہ ایک دن عبد اللہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ ملک شام کے یہودی علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزمان کے والد

ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ عبداللہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے بچا لیا۔ (شواہد النبوۃ)

عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ سے کس طرح ہوئی؟

والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ

جان دو عالم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کا تعلق قریش ہی ایک شاخ بنی زھرہ سے ہے۔ یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے بنی زہرہ کا انتخاب کیوں کیا؟ دوسرا یہ کہ بنی زہرہ میں سے سیدہ آمنہ کا انتخاب کس بنا پر کیا؟ کیا دونوں باتیں محض اتفاقی ہیں یا کچھ مخصوص پس منظر رکھتی ہیں؟

بنی زہرہ کا انتخاب

جہاں تک بنی زہرہ کے انتخاب کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ...... عبد المطلب ایک دفعہ یمن گئے...... تو وہاں ایک یہودی قیافہ شناس سے ملاقات ہو گئی...... وہ آپ کی غیر معمولی وجاہت دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ یہ کوئی عظیم شخصیت ہیں...... مزید تحقیق کے لئے ان سے:

پوچھنے لگا : آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے......؟

عبدالمطلب : قریش سے۔

پوچھا : قریش کی کونسی شاخ سے؟

جواب دیا : بنی ہاشم سے۔

کہنے لگا کیا میں آپ کے جسم کے بعض حصوں کا معائنہ کر سکتا ہوں؟ قیافہ شناس نے اجازت چاہی۔ ہاں! مگر شرط یہ ہے کہ وہ حصہ ایسا نہ ہو جس کا ستر ضروری ہے۔ عبدالمطلب نے اس موقعہ پر بھی احتیاط کا دامن نہ چھوڑا۔ اس نے آپ کی ناک اوپر اٹھائی اور بہت غور سے نتھنوں کا معائنہ کیا۔ علم قیافہ کی رو سے تمام علامات ایک ہی اشارہ دے رہی تھیں۔ قیافہ شناس پکار اٹھا:۔

اشھد ان فی احدیٰ یدیک ملکا وفی الاخریٰ البوة

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور دوسرے ہاتھ میں نبوت۔

پھر کہنے لگا مگر اس بادشاہی اور نبوت کا تعلق بنی زہرہ سے بھی ہے۔ کیا آپ نے بنی زہرہ کی کسی خاتون سے شادی کر رکھی ہے؟

عبدالمطلب نے جواب دیا: نہیں! ابھی تک تو بنی زہرہ کی کوئی عورت میرے عقد میں نہیں۔ تو آپ ایسا کیجئے کہ اب جا کر بنی زہرہ میں شادی کر لیجئے۔ قیافہ شناس نے مشورہ دیا۔ چنانچہ اس بناء پر آپ نے خود بھی بنی زہرہ کی ایک خاتون ہالہ سے شادی کی اور اپنے پیارے بیٹے کے لئے نظر انتخاب بھی بنی زہرہ پر پڑی۔

بنی زہرہ میں سیدہ آمنہ کا انتخاب

یہ تو تھی بنی زہرہ کی ترجیح کی وجہ...... اور بنی زہرہ میں سے سیدہ آمنہ کو پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ...... قریش کی ایک مشہور کاہنہ سودہ...... ایک دفعہ بنی زہرہ کی عورتوں سے کہنے لگی...... تمہارے درمیان ایک ایسی لڑکی ہے...... جو خود لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے والی ہوگی...... یا اس کا بیٹا یہ کام کرے گا...... اس لئے تم اپنی تمام لڑکیاں میرے روبرو پیش کرو...... تا کہ میں اسے پہچان لوں...... چنانچہ یکے بعد دیگرے...... اس کے سامنے لڑکیاں لائی جاتی رہیں...... اور وہ ہر ایک کے مستقبل کے

بارے میں...... کچھ نہ کچھ بتاتی گئی جب سیدہ آمنہ اس کے روبرو آئیں...... تو انہیں دیکھتے ہیں کہنے لگی:۔

هٰذه النذيرة او تلد نذيرا لهٗ شان وبرهان منير

یہ وہ لڑکی ہے جو یا تو خود نذیرہ ہوگی یا اس کا بیٹا نذیر (عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا) ہوگا۔ جو بڑی شان والا اور واضح دلیل والا ہوگا۔

(یہ کاہنہ پیدائشی طور پر پراسرار طاقتوں کی منظور نظر تھی۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب یہ پیدا ہوئی تو اس کا رنگ کالا اور آنکھیں نیلی تھیں۔ اہل عرب تو یوں بھی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ پھر ایسی لڑکی کو تو کچھ زیادہ ہی منحوس سمجھتے تھے۔ اس لئے اس کے باپ نے اسی وقت اس بچی کو ایک شخص کے حوالے کیا کہ اسے لے جا کر صحرا میں دفن کر دو۔ اس شخص نے صحرا میں گڑھا کھود کر جب اسے دفن کرنا چاہا تو آواز آئی:۔

لا تئد الصبية وخلها البرية

اس بچی کو مت دفن کرو اسے اسی طرح صحرا میں چھوڑ دو۔

اس شخص نے ادھر ادھر دیکھا مگر کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ اس نے آواز کو اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ دفن کرنا چاہا تو دوبارہ غیبی آواز آئی:۔

اس بچی کو مت دفن کرو۔ مت دفن کرو۔

وہ شخص خوفزدہ ہو کر لڑکی کے باپ کے پاس دوڑا گیا اور جو کچھ پیش آیا تھا بیان کیا۔ باپ سمجھ گیا کہ یہ کوئی غیر معمولی لڑکی ہے اور اسے دفن کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہی بچی بڑی ہو کر بہت اونچے درجے کی کاہنہ بنی۔ (السیرۃ الحلبیہ ج۱ص۵۰)

کاہنہ کی اس پیشنگوئی کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدہ آمنہ کے والد وہب بنی زہرہ کی سب سے ممتاز شخصیت تھے۔

وهو يومئذ سيد بني زهرة نسباً وشرنا وهي يومئذ افضل امراة في قريش نسبا وموضعا

وہ اپنی عالی نسبی اور شرافت کی وجہ سے بنی زہرہ کے سردار تھے۔
اوران کی بیٹی سیدہ آمنہ بھی قریش کی سب سے بہترین لڑکی تھیں۔

جس لڑکی کے بطن سے بڑی شان والے......اور واضح دلیل والے......نذیر کے جلوہ افروز ہونے کی بشارت دی جا چکی ہو......جس کا باپ شریف اور عالی نسب سردار ہو......اور جو خود سارے قبیلہ قریش میں......سب سے بہتر اور افضل ہو......اس سے زیادہ موزوں لڑکی اور کون سی ہو سکتی تھی، جس پر عبدالمطلب کی نظر انتخاب پڑتی؟

غرضیکہ مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے سیدہ آمنہ بنت وہب کو منتخب کیا۔ وہب کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ تو خود اس رشتے کی تمنا رکھتے تھے۔

بلکہ بعض روایات کے مطابق تو عام دستور کے برعکس اس سلسلے میں انہوں نے پہل کی تھی اور اپنی بیوی کو عبدالمطلب کے گھر اس غرض سے بھیجا کہ......وہ عبداللہ کے لئے آمنہ کا رشتہ قبول کر لیں......وہب کی بے تابی کی وجہ یہ تھی کہ......انہوں نے عبداللہ کی ایک انوکھی عظمت کا بچشم خود نظارہ کر لیا تھا۔

دلہا کی ایک جھلک

قارئین آیئے ذرا شادی سے پہلے اس دولہا کی ایک جھلک دیکھیں......جس کی خوبصورتی کا اوراق تاریخ میں بڑا چرچا ہے۔

جس طرح نساء مصر حضرت یوسف کے......شہکار حسن کو دیکھ کر مدہوش ہو گئیں تھی......
اسی طرح عرب کی عورتیں......قریش کے اس جوان رعنا کے جمال بے مثال پر فریفتہ تھیں......اور ہوش وخرد سے بے گانہ ہو چکی تھیں......

وکان اجملهم فشغفت به نساء قريش وكدن ان تذهب عقولهن .

وہ حسین ترین انسان تھے......قریش کی عورتیں ان کی محبت میں......پاگل اور دیوانی ہوئی جاتیں تھیں۔

دس بیس نہیں سینکڑوں لڑکیاں ان کی محبت میں گرفتار تھیں......اور آس لگائے بیٹھی تھیں کہ ہماری شادی عبداللہ سے ہو جائے گی......مگر جب عبدالطلب نے سیدہ آمنہ کو منتخب کر لیا......تو عشق عبداللہ میں وارفتہ دیگر لڑکیاں......عمر بھر غم محبت کو دل میں بسائے کنواری بیٹھی رہیں......اور انہوں نے کہیں بھی شادی نہیں کی کہ......اگر عبداللہ نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔

ہاں! مجھے اب اپنی تنہائیوں سے پیار ہے
یہ جو میرے ساتھ ہیں تیرے چلے جانے کے بعد

چنانچہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں:۔

لما بنى عبدالله بامنة احصوا مائتى امراة بنى مخزدم و بنى عبدمناف متن ولم بتزوجن اسفاعلى ما فاتهن من عبدالله .

(الزرقانی علی المواهب ج ا ص ۱۲۴ تاریخ الخمیس ج ا ص ۱۸۴، ۱۸۳)

جب عبداللہ کی شادی آمنہ سے ہوئی......تو بنی مخزوم اور بنی عبد مناف کی......دوسو لڑکیاں شمار کی گئیں جنہوں نے......عبداللہ کو نہ پانے کے غم میں شادی نہیں کی۔

......تاریخ عالم میں کوئی ایسا البیلا آپ کی نظروں سے گزرا ہے......جس کے غم فراغ میں......دوسولڑکیوں نے شادی سے انکار کر دیا ہو......؟نہیں!...... ہرگز نہیں!......

اصل بات یہ ہے قارئین کرام!

ذاتی طور پر کوئی شخص اتنا حسین ہو ہی نہیں سکتا۔ جناب عبداللہ کے جمال بے مہاوا کا اصل راز یہ تھا......کہ آپ نور نبوت کے حامل تھے......نور مصطفیٰ ﷺ کے امین تھے......اسی نور کے جھلکنے کی بنا پر......آپ کا چہرہ غیر معمولی طور پر تاباں و درخشاں تھا ......سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

وکان نور النبی ﷺ یری وجھه کالکوکب الددی.

آپ کے روئے انور پر نور مصطفیٰ ﷺ یوں جھلکتا تھا جیسے چمکتا ہوا ستارہ۔

نور نبوت کا حامل یہ بانکا سجیلا اٹھارہ سالہ نوجوان...... جب بن سنور کر جب دولہا بنا ہو گا......تو اس کی سج دھج کا کیا عالم رہا ہوگا؟

یہ شادی ماہ رجب میں پیر کے دن ہوئی......شادی کے بعد پہلے ہی ہفتے میں......حضرت آمنہ نور محمدی ﷺ کی امانت دار بن گئی......وہ نور مکنون جو ہزار ہہ سال سے امانت بن کر آ رہا تھا......

اس نعمت عظمیٰ سے اللہ جل شانہ نے......حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو مالا مال فرمایا ......ان کے بطن مبارک میں......اس نور محمدی ﷺ کو بے مثل و بے مثال حسن و جمال سے آراستہ کر کے نور محمدی ﷺ کا اس سے ارتباط فرمایا گیا......

حفاظت الٰہیہ

ایک دن عبداللہ شکار گاہ میں شکار کھیل رہے تھے۔ اتفاقاً وہب بھی پھرتے پھراتے ادھر جا نکلے۔ عبداللہ بے فکری سے شکار میں مشغول تھے۔ کہ اچانک جھاڑیوں

کے پیچھے چھپے ہوئے ستر اسی یہودی تلواریں لہراتے ہوئے باہر نکل آئے اور عبداللہ کو گھیر لیا۔ وہب نے جب یہ صورت حال دیکھی تو عبدالہ کی امداد کے لئے دوڑ پڑے۔ مگر اکیلے وہب اتنے سارے شمشیر بکف دشمنوں سے عبداللہ کو کب بچا سکتے تھے؟

ناگاہ سفید گھوڑوں پر سوار بہت سے لوگ کہیں سے نمودار ہو گئے۔ یہ لوگ دنیا کے عام لوگوں کیساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے آتے ہی یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ اور چند لمحوں میں انہیں مار بھگایا۔

حفاظت الٰہیہ کا یہ کرشمہ دیکھتے ہی وہب نے دل میں طے کر لیا:۔

لَنْ یَّسْتَقِیْمَ لِابْنَتِیْ اٰمِنَةَ زَوْجٌ غَیْرُ ھٰذَا

میری بیٹی آمنہ کے لئے اس سے زیادہ موزوں شوہر کوئی نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے جس نوجوان کی حفاظت کے لئے کارخانہ قدرت کی نادیدہ اور مخفی قوتیں مصروف عمل ہوں اس سے بہتر داماد وہب کو کہاں مل سکتا تھا؟

پہل عبدالمطلب کی طرف سے ہوئی ہو یا وہب کی طرف سے۔ بہر حال فریقین کی بے تابانہ رضا مندی سے یہ رشتہ طے ہو گیا۔ اور پھر ایک دن عبدالمطلب اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر بغرض شادی وہب کے گھر چل پڑے۔

باب نمبر ۷

جانِ دو عالم ﷺ کے والد عبداللہ کی وفات

قریش کی شہرت و عظمت کا راز کعبہ کے متولی ہونے ...... اور حصول معاش کے لئے تجارت کو اپنانے میں تھا ...... ان کی تجارت کا سلسلہ ...... مشرق میں یمن اور مغرب میں شام تک پھیلا ہوا تھا ...... وہ سال میں ایک مرتبہ سامان تجارت لے کر ...... شام ضرور جایا کرتے تھے۔

ان کے قافلے پورے عرب میں ...... بلا خوف و خطر سفر کیا کرتے تھے ...... اور کسی کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہوتی تھی ...... کیونکہ وہ پاسبان حرم تھے جو عرب میں امن کا گہوارا تھا۔

اس سال بھی شام کو جانے والا قافلہ ...... روانگی کے لئے تیار کھڑا ہے ...... اور عبدالمطلب نے ...... جناب عبداللہ کو اس قافلے کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا ہے ...... اس کی خبر سیدہ آمنہ کو بھی مل گئی ہے ......

انہیں اپنے شوہر کی جدائی کا قلق تو ہے ...... لیکن باپ کا حکم اور حصول معاش کا مسئلہ ہے ...... اس لئے آپ خاموش رہیں ...... جناب عبداللہ روانگی سے قبل ...... سیدہ آمنہ کو الوداع کہنے کے لئے گھر آتے ہیں ...... تو جناب آمنہ پوچھتی ہیں۔

آمنہ : سرتاج! واپسی کب تک ہوگی۔

عبداللہ : مکہ سے شام تک کا سفر ایک ماہ میں طے ہوگا۔ تقریباً مہینہ وہاں بھی لگ جائے گا اس طرح اندازاً تین ماہ کے بعد واپسی ہوگی۔

آمنہ : آہ اس قدر طویل عرصہ۔

عبداللہ : ہاں اس قدر طویل عرصہ

آمنہ : آپ تو سفر کی دلچسپیوں سے دل بہلا لیں گے......لیکن آپ کے بغیر......یہ تنہائی......یہ وحشت......آہ......میرا کیا ہوگا۔

عبداللہ : مجھے تمھارے جذبات کا پورا پورا احساس ہے ہماری شادی کو ابھی دو ماہ ہی گزرے ہیں

آمنہ : آپ جایئے خدا آپ کا حامی و ناصر ہو میں آپ کی یاد میں کھو جاؤں گی۔

عبداللہ : اللہ تمھیں صبر واستقامت دے...... مجھے ہمت واستقلال سے نوازے جدائی کے یہ دن جیسے تیسے کر کے گزر جائیں گے ہم انشاء اللہ جلد ہی ایک دوسرے کی دید سے شاد ہونگے ہماری محبت کے خاموش نغمے ہماری تنہایوں کے مونس وغم خوار بجائیں گے۔

آمنہ : خدا آپ کو خیر وآفیت سے واپس لائے۔

عبداللہ : خدا تمھارا حامی وناصر ہو۔

قافلہ روانہ ہو جاتا ہے...... جناب آمنہ بالا خانہ کے دریچے سے ٹکٹکی باندھے......اونٹوں کی قطار دیکھ رہی ہیں...... جناب عبداللہ اونٹ پر سوار ہیں...... قافلہ رفتہ رفتہ ایک لکیر کی مانند دکھائی دینے لگتا ہے......اور کچھ دیر کے بعد پہاڑ کی اوٹ میں چھپ جاتا ہے......

سیدہ آمنہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے......ان کے لئے اپنے محبوب شوہر سے اس قدر طویل جدائی کا یہ پہلا تجربہ ہے...... اس لئے بے قرار ہو گئیں

ہیں...... آنکھوں میں آنسو بہنے لگ گئے ہیں...... اور انجانی سی دنیا میں کھو گئی ہیں۔

تین ماہ کا طویل عرصہ گزر چکا ہے...... جناب آمنہ نے اسے جس کرب و اذیت کے عالم میں گزارا ہے...... اس کی چبھن کا پتہ اس وفادار بیوی سے پوچھئے...... جو نوجوان ہو جسے اپنے شوہر سے بے حد محبت ہو...... جس کی شادی کو صرف دو ماہ گزرے ہوں...... اور اس کا محبوب شوہر طویل عرصہ کے لئے اس سے دور چلا گیا ہو۔

انہیں قافلہ کی واپسی کا شدید انتظار ہے...... وہ روزانہ بالا خانہ کے دریچے سے قافلہ کی راہ تکتی ہیں...... لیکن مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا...... آخر خدا خدا کر کے اس طویل انتظار کے دبیز پردے چاک ہوتے ہیں...... اور جرس کارواں کی صدا سنائی دیتی ہے......

جناب آمنہ کا دل بلیوں اچھلتا ہے...... انہیں اپنے محبوب کی دید کا شوق مضطرب کر دیتا ہے...... وہ بے خودی کے عالم میں بالا خانہ کے دریچے سے دیکھنے لگتی ہیں...... قافلہ فرودگاہ میں داخل ہو چکا ہے...... ان کی آنکھیں اپنے سرتاج کو ڈھونڈتی ہیں...... لیکن نگاہ ہر بار ناکام لوٹتی ہیں۔

خدا خیر ہو وہ نظر نہیں آتے...... جناب آمنہ کے دل سے ہوک سی اٹھتی ہے...... اور انتہائی بے قراری کے عالم میں...... بالا خانہ سے نیچے آجاتی ہیں...... تا کہ کنیز کو بھیج کر جناب عبدالمطلب سے معلومات حاصل کریں......

وہ اسی اضطراب کے عالم میں ہیں کہ...... گھر کا دروازہ کھلتا ہے...... اور جناب عبدالمطلب داخل ہوتے ہیں، ان کا چہرہ ستا ہوا ہے...... پیشانی پر تھکن کے آثار ہویدہ ہیں...... قدم ڈگمگا رہے ہیں...... انہیں اس حال میں دیکھ کر جناب آمنہ کا دل ڈوبنے لگتا ہے......

جناب عبدالمطلب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے ...... قریب آجاتے ہیں...... ان کے لبوں پر مہر خاموشی ہے۔ جناب آمنہ نے انہیں آج تک اس قدر خاموش کبھی نہ دیکھا تھا...... ان کے چہرہ پر ہمیشہ بشاشت کی لہریں کھیلا کرتی تھیں ...... لیکن آج وہاں حزن وملال کی لکیریں نظر آرہی ہیں ...... جناب آمنہ کی بے تابی بڑھ جاتی ہے...... اور آگے بڑھ کر بے اختیار پوچھتی ہیں۔

ابو خیریت تو ہے...... آپ اس قدر اداس کیوں ہے۔

عبدالمطلب کی نگاہیں جناب آمنہ کی طرف اٹھتی ہیں...... ان کی آنکھوں میں آنسو ہیں...... جنہیں دیکھ کر آمنہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل جاتی ہے

...... ابو...... چھوٹے سردار............

وہ بات پوری کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہیں ...... سردار عبدالمطلب کی سسکیاں دیواروں سے ٹکرانے لگتی ہیں...... گھر کے کچھ افراد یہ دل گداز منظر دیکھ کر...... فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں......

جناب آمنہ کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے جاتے ہیں...... پنکھے سے ہوا کی جاتی ہے...... اور تھوڑی دیر بعد وہ آنکھیں کھول دیتی ہیں ...... سردار عبدالمطلب کی ڈبڈباتی ہوئی آنکھیں...... زبان حال سے بہت کچھ کہہ رہی ہیں...... جناب آمنہ روتے ہوئے پوچھتی ہیں۔

ابو! چھوٹے سردار کو کیا ہوا......؟

عبدالمطلب: بیٹی وہ ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے ہیں...... شام سے واپسی میں وہ یثرب میں بیمار پڑے...... مجھے اس کی اطلاع ملی تو میں نے اسے تم سے چھپایا...... مجھے معلوم تھا تم وہاں جانے کے لئے بے چین ہو جاؤ گی...... میں نے حارث کو یثرب

بھیجا...... تا کہ عبداللہ کو لے آئے۔

آہ...... حارث کے پہنچنے سے پہلے ہی...... عبداللہ کو موت نے ہم سے چھین لیا...... جب حارث وہاں پہنچا تو اسے دفن بھی کر دیا گیا تھا...... وہ اس قافلہ کے ساتھ آج ہی واپس آیا ہے...... بیٹی کاش میں یہ خبر سنانے کے لئے زندہ نہ رہتا۔

جناب آمنہ فرط غم سے تصویر بن کر رہ گئی...... ان کی آنکھیں خشک اور زبان خاموش ہے وہ بے حس و حرکت کھڑی ہیں...... سردار عبدالمطلب آگے بڑھ کر...... انہیں شفقت سے تھپکی دیتے ہوئے کہتے ہیں:۔

صبر کرو، بیٹی! اب صبر کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

جناب آمنہ کو اس تھپکی سے جیسے ہوش آ گیا ہو...... بے اختیار رونے لگتی ہیں...... گھر میں کہرام سا مچ جاتا ہے...... بوڑھے سردار کا صبر آنسوؤں میں بہہ نکلتا ہے...... ان کی ہمت جواب دے جاتی ہے...... عبداللہ کی تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے...... مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہے...... دل میں شفقت پروری کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے...... اور وہ سر جھکائے گھر سے باہر نکل جاتے ہیں۔

جناب آمنہ اب کھوئی کھوئی سی رہنے لگی ہیں...... کبھی بالا خانے کے دریچے سے...... شام کو جانے والی راہ تکتی رہتی ہیں...... کبھی عروسی جوڑے کو دیکھا کرتی ہیں...... ان کے لئے آنسو خشک ہو چکے ہیں...... لیکن دل کی گہرائیوں میں...... سردار عبداللہ کی یاد ہر وقت زندہ رہتی ہے جدائی کے زخم رستے ہیں...... بیتے دنوں کی یاد کچوکے دیتی ہے...... اور وہ گم سم سی ہو کر رہ جاتی ہیں تو سردار عبداللہ کی کنیز برکہ...... ان کے شانوں کو آہستہ آہستہ ہلاتی اور پوچھتی ہیں۔

مالکن حضور! آپ چپ کیوں ہو گئی ہیں...... آخر کب تک یوں اپنی

جان کو ہلکان کرتی رہیں گی...... چھوٹے سردار کے غم نے تو آپ کو دیوانہ کردیا ہے

اب جناب آمنہ کے لیے زندگی میں اگر کوئی دلچسپی ہے......تو صرف سردار عبداللہ کے ہونے والے بچے کی وجہ سے ہے......غم والم کی اتھاہ گہرائیوں میں...... انہیں کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سردار عبداللہ کہہ رہے ہوں۔

آمنہ! حوصلہ رکھو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ......تمھاری کوکھ میں کون پرورش پارہا ہے۔

اس پر جناب آمنہ چونک اٹھتی ہیں......انہوں نے کئی بار خواب میں دیکھا ہے کہ...... ایک بزرگ کہہ رہے ہیں......آمنہ نومولود کا نام احمد رکھنا۔

آمنہ کا سہاگ اجڑ گیا ہے...... دل کی دنیا ویران ہوگئی ہے...... ارمان حسرتوں میں بدل گئے ہیں...... امیدیں خاک میں مل گئی ہیں......سنہرے خواب خواب پریشاں کررہ گئے ہیں۔

آرزوئیں جنم لینے سے پہلے دفن ہوگئی ہے......غم واندوہ سے سروبال دوش ہے...... لیکن نو مولود کے متعلق جو بشارتیں ملتی ہیں...... ان کی وجہ سے زندہ ہیں......ورنہ زندگی کا لطف جاتا رہا ہے......

واقدی نے کہا کہ ہمارے اور دوسرے تمام اہل علم کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ سیدہ آمنہ جناب عبداللہ سے محمد ﷺ کے علاوہ کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی...... جناب عبداللہ کی عمر وفات کے وقت پچیس سال تھی...... یعنی حضرت آمنہ کے بطن سے جو پہلی ولادت ہوئی...... وہ وجود گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کا تھا اور آپ کی ولادت سے چند ماہ پہلے عبداللہ وفات پاچکے تھے۔

خدا کی شان

خدا کی شان ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ سے قبل ہی...... اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد عبداللہ کا سایہ سر سے اٹھا دیا...... اور آپ کو یتیم پیدا کیا...... تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ...... میرا یتیم کدی دنیاوی سہارے کا محتاج نہیں ہے...... بلکہ بچپن ہی سے اس کی تربیت وہ ذات باری کرے گی...... جس نے اس کے سر پر ختم و نبوت کا تاج سجانا ہے...... کسی نے کیا خوب کہا ہے:

پیدا ہوئے تو باپ کا سہارا اٹھایا...... گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو روانہ تھا...... چلنے لگے تو مادر وغم ہو گئے جدا...... ہر ایک سایہ سر سے یوں اٹھتا چلا گیا......

سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا گیا اس سایہ دار کو

ماں اور باپ دنیا میں سب سے بڑے سہارے سمجھے جاتے ہیں...... بچہ روتا ہے...... تو ابو ابو...... یا ہائے امی...... ہائے امی...... کہہ کر پکارتا ہے...... مولیٰ کریم کی قدرت کے قربان جاؤں کہ...... اس نے والد کا سہارا ہی اٹھا لیا...... تا کہ اس مکتب توحید میں...... اپنے محبوب محمد ﷺ کو ابو ابو پکارنے کی عادت نہ پڑے...... بلکہ احد احد پکارنے کی عادت ڈالی جائے۔

فاران میں کس ابو کو پکارے گا......؟

طائف میں کس ابو کو پکارے گا......؟

حرم میں کس ابو کو پکارے گا......؟

شعب ابو طالب میں کس ابو کو پکارے گا......؟

حرا میں کس ابو کو پکارے گا......؟

ثور میں کس ابو کو پکارے گا......؟

بدر میں کس ابو کو پکارے گا......؟

احد میں کس ابو کو پکارے گا......؟

خیبر میں کس ابو کو پکارے گا......؟

حنین میں کس ابو کو پکارے گا......؟

ابھی سے خدا کو پکار...... پکارنا تیرا کام ہے......اور یتیمی کو سہارا دینا میرا کام ہے......

الم یجدک یتیما فاوی

سیدہ آمنہ کا غم

جب اس جواں مرگ کی المناک وفات کی اطلاع مکہ مکرمہ پہنچی تو ایک کہرام برپا ہو گیا ماں باپ اور بھائیوں بہنوں پر جو گزری سو گزری لیکن سیدہ آمنہ کا غم غالباً سب سے فزوں تر تھا۔

جس عورت کی خوشیاں...... عین عالم شباب میں لٹ گئی ہوں...... جو شادی کے صرف چند ماہ بعد...... بیوہ ہو گئی ہو...... جسے عبداللہ جیسا مثالی شوہر...... جو سینکڑوں دلوں کی دھڑکن تھا...... داغ مفارقت دے گیا ہو...... جسے اپنے محبوب سرتاج کا آخری دیدار بھی نصیب نہ ہو سکا ہو......

جس کے پیٹ میں پرورش پانے والا بچہ...... اپنی پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گیا ہو......اس عورت کے غم واندوہ کا کون اندازہ کر سکتا ہے......اور اس کے دکھ درد کو کون جان سکتا ہے......؟ ہاں! جب دل کی آگ سے لفاظ کا دھواں اٹھتا ہے تو کچھ کچھ آگ کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے مناجات کی:-

اے ہمارے رب! ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ جو تیرے نبی اور تیرے حبیب ہیں یتیم ہوگئے؟

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

ان کا میں حافظ و ناصر اور کفیل ہوں ......ان پر صلوٰۃ و سلام بھیجو...... اور ان کے لئے برکتیں مانگو......اور ان کے لئے دعائیں کرو۔

صلوات اللّٰہ تعالیٰ وملئکته والنبین والصدیقین والشھداء والصالحین علی سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب وبرکاته سلام

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر

آپ کی قبر مبارکہ مدینہ منورہ میں چودہ سو سال سے مرجع خلائق بنی رہی ہے۔ مگر جب ۱۹۷۷ میں سعودی حکومت نے مسجد نبوی شریف کے توسیعی پروگرام کے باعث آپ کی قبر اکھاڑی، تو میت بالکل تروتازہ اور صحیح سالم تھی۔

آپ کی قبر کے قریب ہی دو صحابہ کرامؓ کی قبریں بھی تھیں۔ ان کی میتیں بھی بالکل محفوظ تھیں۔ ان میتوں کو جنت البقیع میں سپرد خاک کردیا گیا۔ جنوری ۱۹۷۸ میں پاکستانی اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں سے شائع ہوئی تھی۔

حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ام ایمن جس کا نام برکہ تھا...... کچھ اونٹ کچھ بکریاں تھیں...... یہ سب ترکہ حضور سرور دو عالم ﷺ کو ملا...... ام ایمن بچپن میں

حضوراقدس ﷺ کی دیکھ بھال کرتی تھیں...... کھلاتیں...... کپڑا پہناتیں...... پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں۔

اس لئے حضور ﷺ تمام عمر ام ایمن کی دل جوئی فرماتے رہے...... اپنے محبوب و متبنیٰ غلام زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کے شکم سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ (عامہ کتب سیر)

ہر ماں کو اپنے بچے سے پیار ہوتا ہے...... یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے...... لیکن برکہ کو جناب محمد ﷺ سے اس قدر پیار ہے...... کہ دیکھنے والوں کو رشک ہوتا ہے...... سیدہ آمنہ اس سے بیحد خوش ہیں...... وہ سارا سارا دن جناب محمد ﷺ کو بہلاتی ہے...... کھلانے، پلانے نہلانے، دھونے اور کپڑے پہنانے میں...... بے حد خوشی محسوس کرتی ہے......

سیدہ آمنہ کو سردار عبداللہ کے صدمہ نے نڈھال کر دیا ہے...... اس لئے ہر وقت مغموم رہتی ہیں...... وہ جناب محمد ﷺ کی معصوم اداؤں کو دیکھتی ہیں...... اس سے ان کو خوشی تو ہوتی ہے لیکن مرحوم شوہر کی یاد کا لاوا لہریں لینے لگتا ہے...... اور بے چین سی ہو کر رہ جاتی ہیں...... انہیں زندگی بے کیف محسوس ہوتی ہے...... وہ گھنٹوں ٹکٹکی باندھے...... دور خلاؤں میں دیکھا کرتی ہیں برکہ کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے...... وہ بہلانے کی کوشش کرتی ہے...... مگر ناکام رہتی ہے۔

شوہر کی جدائی کے زخم اس قدر گہرے ہو گئے ہیں کہ...... ان سے اٹھنے والی ٹیسوں نے سیدہ آمنہ کو...... سردار عبداللہ کی خاک گور کا مرہم حاصل کرنے پر مجبور کر دیا ہے...... وہ اپنی کنیز برکہ اور اپنے نور نظر جناب محمد ﷺ کے ساتھ...... دو اونٹوں کو لے کر یثرب کی طرف روانہ ہو جاتی ہیں...... اور وہاں پہنچ کر جناب عبدالمطلب کے

ننھیال ...... بنونجار کے ہاں دارالنابغہ میں ٹھہرتی ہیں ...... مرحوم شوہر کی قبر کو دیکھ کر زخم مندمل ہونے کی بجائے ...... گھاؤ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ...... فراق کی آگ سلگ اٹھتی ہے ...... اور سیدہ آمنہ اندر ہی اندر گھلنے لگتی ہیں ...... ان کی زبان خاموش اور آنکھیں خشک ہیں ...... لیکن دل روتا ہے۔

ماں دردوغم میں ڈوب گئی

آمنہ کا دل ماں کا دل تھا ...... اس عظیم ومسرت کے ساتھ درد میں ڈوب گیا ...... کچھ غم کی تصویریں سامنے آگئیں ...... کچھ اپنی بے بسی نے تڑپا دیا ...... وہ دردغم اور وہ سوچ کیا تھی ......؟ یہی کہ اے کاش آج عبداللہ زندہ ہوتا۔

وہ خوشیوں سے پھولا نہ سماتا ......

وہ اپنے فرزند کو بار بار سینے سے لگاتا ......

وہ اس کے چاند سے چہرے کو بار بار چومتا ......

وہ اس کے لئے خوشبوئیں لا کر دیتا ......

وہ اس کی مسرتوں کو اور دوبالا کر دیتا ......

وہ اس کے سامنے کھلونوں کے ڈھیر لگا دیتا ......

وہ اس کو بنا سنوار کر مکے کی گلیوں میں لے جاتا ......

وہ اس کے حسن کے جلوے دوستوں کو دکھاتا ......

وہ معصوم بچہ کبھی اپنے ابا کی انگلی پکڑ کر ...... اور کبھی اس کا ابا ...... اسے اپنے کندھے پر بٹھا کر باہر لے جاتا ...... اور میں اپنے بچے کی راہ تکا کرتی ...... یہ تصورات تھے ...... ایک بے کس ماں کے تصورات ...... ایک بے بس عرب خاتون کے تصورات ...... آمنہ کے تصورات ...... انہی تصورات میں کھوئی ہوئی پکار اٹھتی ہے ......

کون میرے ننھے سے چاند کے لئے کھلونے لائے گا......کون میرے جگر پارے کی انگلی پکڑ کر چلایا کرے گا......؟ کون اس کی یتیمی کا سہارا بنے گا؟

آواز آتی ہے:-

......آمنہ فکر نہ کر......اس کا فکر کرنے والا موجود ہے......

کھلونا مانگے گا......چاند کو کھلونا بنادوں گا......درختوں کو انگلی کے اشارہ سے نچادوں گا پتھروں سے سلامی دلادوں گا......انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادوں گا......سونے (خواب) کو دل کرے گا......تو حطیم میں لٹا دوں گا ...... سیر کو دل کرے گا......تو معراج پر بلالوں گا......

الم یجدک یتیما فاوی

حضور اکرم ﷺ کے والد......حضور کو چار ماہ کا حمل میں چھوڑ گئے تھے...... والدہ چھ سال کا نادان چھوڑ گئیں...... جب حضور اکرم ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ کا انتقال ہوا......ملائکہ نے جناب باری میں عرض کیا:

اے مولا! نبی کریم کے والد کو اٹھایا تھا......ایک والدہ تھیں......ان کو بھی لے لیا......کیا محمد ﷺ کو لاوارث بنائے گا۔

ارشاد ہوا:

اے ملائکہ! اپنے حبیب کے سارے کاموں کے ہم خود کفیل او رمنتظم ہونا چاہتے ہیں کسی دوسرے کو شریک کرنا پسند نہیں کرتے۔

"الم یجدک یتیما فاوی"

اے نبیؐ ہم نے آپ کو بے مادر و پدر پایا......پھر کس طرح اپنے دامن رحمت

میں چھپایا......سیدھا راستہ دکھایا......غریب تھے......غنی بنایا......نبوت کا خلعت پہنایا ......بعد وفات حضرت آمنہ کے حضور ﷺ کو عبدالمطلب نے اپنی کفالت میں لیا ......حد درجہ خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا۔

سیدہ آمنہ اپنے فرزند دل بند کو لے کر یثرب روانہ ہوئیں......ان کے ساتھ ان کی کنیز ام ایمن تھی......اس خوش بخت خاتون کا نام برکت تھا......اور اس کا تعلق حبشہ سے تھا......یہ حضور کو اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی......

یہ مختصر سا قافلہ حضور کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے ننھیال ......بنو عدی بن نجار کے ہاں جا اترا......اور ایک ماہ تک وہاں مقیم رہا......مہینہ بھر کے قیام کے دوران جو واقعات رو پزیر ہوئے......سرکار دو عالم ﷺ ہجرت کے بعد جب یہاں تشریف فرما ہوئے......تو بسا اوقات حضور ان یادوں کو تازہ فرمایا کرتے تھے......جب اس مکان کو دیکھتے جہاں اپنی پیاری ماں کے ساتھ رہائش فرمائی تھی......تو فرماتے۔

هٰهُنَا نَزَلَتْ بِیْ اُمِّیْ وَاَحْسَنْتُ الْعَوْمَ فِیْ بِئْرِبَنِیْ عِدَیِّ النَّجَارِ

یعنی اس مکان میں میں اپنی والدہ کے ساتھ اترا تھا اور میں نے
بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے میں مہارت حاصل کی تھی

کتاب اسد الغابہ میں یہ روایت ہے کہ عبدالمطلب نے عبداللہ کی بیماری کی خبر سن کر اپنے بیٹے زبیر کو ان کے پاس بھیجا...... جو حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے...... اور یہ کہ حضرت عبداللہ کی وفات مدینے میں...... زبیر کے سامنے ہی ہوئی......ان کو وہاں تابعہ والے مکان میں دفن کیا گیا......تابعہ بنی عدی ابن نجار میں سے ایک شخص کا نام تھا۔

حضور ﷺ اور والد کی یاد

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور آپ ﷺ نے اس مکان کو دیکھا، تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کے متعلق بتلاتے ہوئے فرمایا کہ یہیں میری والدہ مجھے لے کر اتری تھیں اور اسی گھر میں میرے والد عبداللہ کی قبر ہے اور مجھے بنی عدی ابن نجار کے پانی میں تیرنا بہت اچھا لگتا تھا۔

جس طرح اس روایت میں آنحضرت ﷺ کے تیرنے کا ذکر آیا ہے...... اسی طرح ایک اور روایت ہے...... جسے عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ...... آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھی ایک چھوٹے تالاب میں تیر رہے تھے...... تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:-

......تم میں سے ہر شخص تیر کر اپنے ساتھی کی طرف جائے...... یعنی ایک اس کنارہ سے تیر کر جائے...... اور دوسرا اس کنارہ سے تیرتا ہوا آئے......

چنانچہ ہر ایک شخص اپنے اپنے ساتھی کی طرف تیر کر چلا...... یعنی سب کو ایک ایک ساتھی مل گیا...... صرف آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رہ گئے ...... چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف تیرے...... یہاں تک کے آپ نے ان کے پاس پہنچ کر انہیں گلے لگا لیا...... اور فرمایا:-

''میں اور میرا ساتھی''۔

ایک روایت میں ہے:- میں اپنے ساتھی کی طرف۔

ان روایتوں سے بعض علماء کے قول کی تردید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی تیرے نہیں...... جن سے یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا آنحضرت ﷺ تیرے ہیں

......جواب میں ان بعض نے کہا کہ...... بظاہر نہیں...... کیونکہ یہ بھی ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بحری سفر فرمایا ہو......اور ادھر حرمین یعنی مکے اور مدینے میں بھی کوئی دریا نہیں ہے۔

کیا عبداللہ مقام ابواء میں فوت ہوئے

بہر حال ابن اسحاق کہتے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے......کہ حضرت عبداللہ کا ابواء کے مقام پر انتقال ہوا......اور وہی ان کو ان کے والد نے دفن کیا......ابواء مکہ او رمدینہ کے بیچ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

اقول:۔

مولف کہتے ہیں آگے روایت آرہی ہے کہ ابواء کے مقام پر جو قبر ہے......وہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کی ہے......اور زیادہ صحیح یہی بات ہے......اس لئے ممکن ہے کہ کہنے والے کو اسی بنا پر والدہ......اور والد کے لفظوں میں مغالطہ ہوا ہو......ممکن ہے کہ اس نے یعنی اس روایت کے کہنے والے نے......ابواء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہو کہ......یہاں میرے والدین میں سے ایک کی قبر ہے۔

یتیمی اور غربت کے فضائل

بعض علماء نے وہ حکمتیں بھی بیان کی ہیں...... جو آنحضرت ﷺ کے یتیم رہنے اور اس حالت میں آپ کی پرورش میں پوشیدہ ہیں......مگر ہم یہاں طوالت کی وجہ سے ان کو بیان نہیں کر رہے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ یتیموں پر رحم کرو......اور غریبوں کی عزت کرو......اس لئے کہ میں اپنے بچپن میں یتیم تھا......اور بڑے ہو کر غریب تھا......ایک حدیث میں

ہے کہ اللہ تعالیٰ غریب آدمی کی طرف...... روزانہ ایک ہزار بار دیکھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا آپ ﷺ کے والدین مسلمان ہوئے؟

خطیب نے حضرت عائشہ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے والد کو آپ ﷺ کی نبوت کے ظہور کے بعد دوبارہ زندہ کر کے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔

مواہب میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ ﷺ کے ماں باپ دونوں کو زندہ کیا...... اور وہ آپ پر ایمان لائے ...... مگر ان روایتوں کے متعلق علامہ سہیلی یہ کہتے ہیں کہ...... ان کی سند میں مجہول لوگ ہیں...... یعنی جن کے متعلق کوئی علم نہیں ...... کہ وہ کس حال کے ہیں...... اور آیا ان کی روایتیں قابل اعتبار ہوسکتی ہیں۔

حافظ ابن کثیر اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں ...... کہ یہ حدیث منکر ہے...... یعنی قابل اعتبار نہیں ہے...... اور ابن دحیہ ان دونوں سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں...... کہ یہ روایت موضوع یعنی من گھڑت ہے...... انہوں نے کہا کہ اس روایت کی...... قرآن پاک اور اجماع علماء دونوں تردید کرتے ہیں...... یعنی علما کا جو متفقہ فتویٰ ہے...... وہ بھی اس کے خلاف ہے...... کہ آنحضرت ﷺ کے والدین دوبارہ زندہ کئے گئے...... اور پھر وہ آپ پر ایمان لائے......

اگر اس جواب کو صحیح مان لیا جائے ......تو آنحضرت ﷺ کے اس قول کے خلاف ہو جائے گا...... جو یہ ہے کہ آپ سے ایک شخص نے پوچھا...... یعنی اپنے باپ کے متعلق پوچھا جو مر چکا تھا...... کہ میرا باپ کہاں ہے......؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ...... دوزخ میں...... اس لئے کہ وہ کفر کی حالت میں مرا تھا...... اس کے بعد جب

وہ شخص جانے کے لئے مڑ گیا...... تو آپ نے اس سے فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔

اسلام والدین کی روایت پر اشکال

یہاں یہ اشکال بھی ہے کہ یہ دوسری حدیث امام مسلم نے ذکر کی ہے کہ اس لئے پہلی حدیث اس کے مخالف نہیں ہو سکتی ...... کیونکہ امام مسلم نے جو احادیث بھی بیان کی ہیں...... وہ سب ایسی ہیں ...... کہ اپنی سند اور راویوں کے لحاظ سے نہایت پائے کی اور معتبر احادیث ہیں۔

اول مولف کہتے ہیں یہ حدیث گزشتہ روایت کے خلاف جبھی ہوگی...... جبکہ اس کے آخری الفاظ ثابت ہو جائیں...... کیونکہ مسلم کی اس حدیث میں تمام راوی اس حصے پر متفق نہیں ہیں...... کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں...... ان الفاظ کو حماد ابن سلمہ نے ثابت سے روایت کیا ہے...... اور ثابت نے حضرت انس سے روایت کیا ہے...... مگر معمر نے اس کی مخالفت کی ہے...... جو اس حدیث کو ثابت سے نقل کرتے ہیں...... اور ثابت حضرت انس سے روایت کرتے ہیں......

معمر نے ان لفظوں کے بجائے یہ لفظ روایت کئے ہیں...... جو گویا آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے فرمائے کہ...... جب تو کسی کافر کی قبر سے گزرے...... تو اس کو یعنی قبر والے کو جہنم کی بشارت دے دے۔

ناقدرین حدیث یعنی وہ حضرات جو سند اور راویوں کے حالات کی بنیاد پر ان کی بیان کی ہوئی حدیث کو پرکھتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ راویوں میں حماد ابن سلمہ کے مقابلے میں معمر زیادہ بھروسہ کے قابل ہیں۔

اسلام والدین کی تائیدی وجوہ

یعنی مسلم کی یہ حدیث پچھلی حدیث کے مقابلے میں مان تو لی جائے......
مگر اس حدیث کے ان ہی آخری لفظوں میں اختلاف ہے...... جن پر یہاں بحث ہے...... کیونکہ اس کو دو راویوں نے ایک ہی سند سے ذکر کیا ہے...... یعنی حماد ابن سلمہ نے اور معمر نے دونوں ثابت سے کو نقل کر رہے ہیں...... جو حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں...... مگر دونوں کا ان لفظوں میں اختلاف ہے...... یہ لفظ صرف حماد نے ہی نقل کیے۔

اس اختلاف کے بعد یہ بات ثابت نہیں ہوتی...... کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کافر ہیں...... ادھر یہ کہ حماد اور معمر...... دونوں راویوں میں زیادہ قابل اعتماد راوی معمر ہیں...... کیونکہ علماء نے مختلف وجوہ سے...... معمر کے حافظے کو زیادہ بھروسہ کے قابل قرار دیا ہے...... جیسا کے بیان کرتے ہیں...... اس لئے حماد کے حافظے...... اور یادداشت میں محدثین نے کلام کیا ہے ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں میں بہت سی نا قابل اعتبار باتیں ہیں......

اس لئے ربیعہ نے حماد کی حدیثیں اپنی کتاب سے مٹا ڈالی تھیں...... حماد کا حافظہ بھی اچھا نہیں تھا...... چنانچہ یہ روایت انہوں نے بیان کی...... مگر اس میں انہیں وہم ہو گیا...... ان کے مقابلہ میں معمر کے حافظے میں کوئی کلام نہیں ہے...... اور نہ ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں میں کوئی ناپسندیدہ چیز ہے۔

والدین کے جہنمی ہونے کی خبر نہیں دی گئی

اس کے علاوہ معمر کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ معمر نے جو روایت نقل کی ہے

وہی حضرت سعد بن ابی وقاص کی حدیث میں بھی آ رہی ہے یعنی جس طرح حضرت انس کی بیان کی ہوئی روایت ہے جس کو معمر نے ثابت سے نقل کیا ہے اسی طرح حضرت سعد کی بیان کی ہوئی حدیث بھی ہے جو مفہوم اور مطلب کی ہے)

اس کا سلسلہ سند یہ ہے کہ اس کو بزار، طبرانی اور بیہقی تینوں نے ابراہیم ابن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے انہوں نے عائذ ابن سعد سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک دیہاتی نے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ (یعنی جو کفر کی حالت میں مر چکا ہے، اب جنت میں ہے یا دوزخ میں) آپ نے فرمایا جہنم میں ہے۔ پھر اس دیہاتی نے پوچھا کہ آپ کے باپ کہاں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:-

''تو جب بھی کسی کافر کی قبر سے گزرے اسے جہنم کی بشارت دے''

معمر کی روایت زیادہ قوی

گویا آپ نے صاف لفظوں میں یہ نہیں فرمایا کہ میرے باپ بھی جہنم میں ہیں بلکہ ایک عام بات فرمائی...... جو اس شخص کے سوال کا جواب بھی بن گئی...... اور اس میں آپ نے اپنے والد کے انجام کے متعلق براہ راست کوئی خبر بھی نہیں دی...... یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی ان شرائط کے مطابق ہے...... جو وہ حدیث قبول کرنے کے سلسلے میں لگاتے ہیں۔

(اس طرح گویا یہ معلوم ہوگیا کہ یہ کمزور حدیث نہیں ہے بلکہ پائے کی حدیث ہے) اس لئے اس روایت میں جو دوسرے الفاظ ہیں۔ (یعنی جنہیں حماد ابن سلمہ نے نقل کیا ہے اور جو یہ ہیں کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں) راوی کی طرف سے آئے ہیں۔ جنہیں اس نے معنی کے لحاظ سے استعمال کیا ہے اور جو معنی

وہ سمجھا ان کے مطابق الفاظ استعمال کر دیئے......اور اس میں اس نے غلطی کی یعنی حماد نے روایت جو اصل الفاظ تھے وہ نقل نہیں کئے بلکہ ان کا مطلب اپنے لفظوں میں نقل کیا ہے اور مطلب سمجھنے میں اسنے غلطی کی ہے۔

اصل الفاظ وہی ہیں کہ جب کسی کافر کی قبر سے گزر و تو اسکو جہنم کی بشارت دے دو...... چونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات اپنے والد کے انجام کے متعلق سوال کے جواب میں فرمائی تھی......اس لئے ان لفظوں سے حماد نے یہ مطلب نکالا کہ آپ اپنے والد کو بھی کافر کہہ رہے ہیں۔

لہٰذا حماد نے آنحضرت ﷺ کے اصل لفظ نقل کرنے کے بجائے اپنی سمجھ کے مطابق ان کا مطلب یہ بتا دیا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔ (حوالہ ام السیر علامہ حلبی)

حضرت عبداللہ کی باندی ام ایمن

اس کے بعد واقدیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے اپنی باندی ام ایمن برکہ حبشیہ چھوڑی...... یہ ام ایمن (جن کا نام برکہ حبشیہ تھا) اور ان کے بیٹے......ایمن دونوں اسلام کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے......ایک حبشی جس کا نام عبید تھا۔

ام ایمن کے نکاح اور اولاد

ابن جوزی کے کلام میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اس وقت ام ایمن پیدا ہوئی...... یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں ......جو اصابہ میں ہے کہ ام ایمن کی شادی مکے میں جاہلیت کے زمانے میں عبید ابن زید سے ہوئی......عبید مکے آ کر وہیں رہنے لگے تھے......اس کے بعد ام ایمن کو لے

کر یثرب یعنی مدینے چلے گئے ......جن سے ان کے یہاں ایمن پیدا ہوئی۔ اسکے بعد عبید کا انتقال ہو گیا۔

ام ایمن واپس مکے آ گئیں...... جہاں زید ابن حارثہ نے ان سے شادی کر لی۔ یہ روایت بلاذری نے نقل کی ہے۔ واللہ اعلم (گویا ام ایمن کا عبید کے ساتھ یثرب یعنی مدینے جانا آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے تھا)

ام ایمن کی فضیلت

پھر واقدیؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ام ایمن کی شادی...... اپنے غلام زید ابن حارثہ سے کر دی...... یعنی نبوت کے بعد (ام ایمن کی یہ دوسری شادی ہوئی) حضرت زید ابن حارثہ...... ام ایمن سے شادی کرنے کے اس وقت خواہش مند ہو گئے تھے...... جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا:-

"جو شخص اس کا خواہشمند ہو کہ وہ جنت کی عورتوں میں سے کسی عورت سے شادی کرے تو وہ ام ایمن سے نکاح کرے"

زید کا ایمنؓ سے نکاح اور ولادت اسامہؓ

(چنانچہ ام ایمنؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی یہ عظیم بشارت سن کر حضرت زید ابن حارثہ اس کے خواہش مند ہوئے کہ ام ایمن سے شادی کریں)

ان کے یہاں ام ایمن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ جن کو لوگ حب ابن حب (یعنی محبوب کا بیٹا محبوب) کہنے لگے تھے (کیونکہ آنحضرت ﷺ کو حضرت زید ابن حارثہ بھی بہت عزیز تھے حضرت اسامہ ابن زید بھی)

عبداللہ کا ترکہ

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو حضرت عبداللہ نے ہی اپنی موت سے پہلے آزاد کر دیا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کی باندی تھیں۔ حضرت عبداللہ نے انتقال کے بعد جو ترکہ چھوڑا وہ پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے والد کا جو ترکہ ملا وہ یہی تھا۔

خود نبی ﷺ کا ترکہ میراث نہیں:۔

رسول وارث بن سکتے ہیں، مگر خود آپ ﷺ کا ترکہ وراثت کے طور پر تقسیم نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

ہم انبیاء کی جماعت جو کچھ ترکہ چھوڑیں وہ (کسی کی وراثت نہیں بلکہ) صدقہ ہے (کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی پوری امت کے لئے باپ کے درجہ میں رہتے ہیں اس لئے ان کا چھوڑا ہوا ترکہ ساری امت کی ملکیت ہوتا ہے، کسی مخصوص فرد کا نہیں)

بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کا ترکہ بھی نہیں لیا...... جو آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا گئی تھیں...... اور اس روایت کو صحیح مان لینے کی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے...... آپ ﷺ نے اپنی میراث کا لینا نا پسند کیا ہو...... اس لئے چھوڑ دیا ہو۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ام ایمن پر رحمت باری

ابن جوزیؒ نقل کرتے ہیں کہ جب ام ایمنؓ ہجرت کر کے مکہ سے مدینے کو

روانہ ہوئیں تو یہ بالکل تنہا تھیں......اور پیدل جارہی تھیں......راستے میں ان کو پیاس لگی......تو ان کے اوپر ڈول کی طرح سے......ایک چیز آسمان سے جھک آئی......جس سے پانی کے سفید چھینٹے گر رہے تھے......

انہوں نے اس میں سے پانی پیا......اور سیراب ہوگئیں......یہ کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد سے مجھے کبھی پیاس اور تشنگی نہیں ہوئی......اور اگر کبھی روزے کی حالت میں پیاس لگی تو (وہ خود بجھ جاتی تھی) اور میں تشنہ نہیں رہتی تھی۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا کا سلام

مزیل الخفاء میں واقدیؒ کہتے ہیں کہ ام ایمن کی زبان میں کچھ لکنت تھی......چنانچہ جب وہ کسی مجلس میں جاتی......تو سلام اللہ علیکم کے بجائے یا سلام لاعلیکم کہا کرتی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے پھران کو اس کی اجازت دے دی کہ وہ سلام علیکم یا اسلام علیکم کہہ دیا کریں۔ یہاں تک ابن جوزیؒ کا کلام ہے۔

یہ قابل غور ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سلام کے اصل الفاظ سلام اللہ علیکم ہیں جب کہ سلام کے اصل لفظ یا تو اسلام علیکم ہے اور یا سلام علیکم ہیں اسی طرح علیکم سلام بھی ہیں مگر ہمارے اماموں نے یہ لفظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ پر ام ایمن کا ناز

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے پانی پیا......اس وقت ام ایمن بھی آپ کے پاس تھیں......انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی پانی پلا دیجئے......تو میں نے ام ایمن سے کہا کہ کیا یہ بات تم رسول اللہ ﷺ سے کہہ رہی ہو؟ (یعنی آنحضرت ﷺ سے خدمت لے رہی ہو) اس

پر ام ایمنؓ نے کہا:

کیا میں نے اس سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت نہیں کی؟

آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تم نے سچ کہا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو پانی پلایا۔ گویا آنحضرت ﷺ بھی ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور انہیں بھی آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے آپ ﷺ پر بے حد ناز تھا۔ (حوالہ ام سیر علامہ حلبی)

عقیقہ

ساتویں دن عبدالمطلب نے دھوم دھام سے اپنے پوتے کا عقیقہ کیا...... بہت سارے اونٹ ذبح کئے گئے......اور عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا گیا......قریش کے تقریباً تمام اہم افراد اس ضیافت میں شریک ہوئے......کھانے سے فراغت کے بعد......انہوں نے عبدالمطلب سے پوچھا......کہ جس نومولود کی خوشی میں آپ نے یہ دعوت کی ہے......اس کا نام کیا رکھا ہے؟

اس کا نام ''محمد'' رکھا ہے......عبدالمطلب نے جواب دیا......مگر آپ کے خاندان میں تو یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں ہوا......؟

(اس نسبت پر بھی آپ کو خود بھی فخر و ناز تھا...... چنانچہ آپ اپنے ایک رجزیہ و شعر میں فرماتے ہیں...... انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب)

قریش نے حیرت سے کہا:۔

آبائی ناموں کو چھوڑ کر یہ نیا نام آپ نے کس بناء پر منتخب کیا ہے؟

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:۔

''میری خواہش ہے کہ آسمانوں پر خالق اس بچے کی تعریف

کرے......اور زمین پر مخلوق اس کی مدح وستائش کرے......اس نام کا انتخاب اس خواہش کے اظہار کے لئے کیا ہے۔"

دراصل نام رکھنے کی یہ وجہ......غیبی ہستی نے سیدہ آمنہ کو بتائی تھی......اور انہوں نے عبدالمطلب کو اس سے مطلع کر دیا تھا......اس لئے عبدالمطلب نے وہی وجہ لوگوں کے سامنے بیان کر دی۔

قریش اور دیگر رؤسا عرب کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے والیوں کے حوالے کرتے تھے......اس کی متعدد وجوہ تھیں۔

۱............ تاکہ ان کی بیویاں ان کی خدمت کے لئے فراغت پاسکیں۔

۲............ تاکہ ان کی اولاد صحرائی ماحول میں نشوونما پائے اور انہیں فصیح عربی زبان میں مہارت حاصل ہو جائے۔

۳............ تاکہ صحرا کا پاک صاف ماحول میسر آئے اور وہ تندرست وتوانا ہوں صحرائی زندگی کی جفاکشیوں اور مشقتوں کو وہ بچپن سے خوگر ہوں۔

۴...... تاکہ ان کی جدامجد حضرت معد کی جسمانی قوت اور ہڈیوں کی مضبوطی اور اعصاب کی پختگی اور اوصاف ان کو ورثہ میں ملیں۔

حضرت عمرؓ مسلمانوں کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے:۔

تمعددوا وتمعززوا واخشوشنوا

اے مسلمانوں معد کا تنوتوش پیدا کرو، مشقت طلبی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے جسم اور اعصاب کو سخت بناؤ۔

حضرت اقبال نے شاید اس ارشاد فاروقی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی قوم کے نوجوانوں کو یہ نصیحت کی۔

رگ سخت چو شاخ آھو بیار　　　تن نرم و نازک بتیھو گزار

اپنے اعصاب کو ہرن کے سینگوں کی طرح مضبوط بناؤ...... نازک
اور نرم جسم تمھیں زیب نہیں دیتا...... یہ چیزیں کبک کو زیب دیتی
ہیں...... مومن کی شایان شان نہیں۔

گویا اس وقت کے روساء قریش...... اور امراء عرب بچوں جو اپنی ماں کی نرم و گداز آغوش میں پلتے ہوئے دیکھنے کے بجائے...... اس کو پسند کرتے تھے کہ وہ صحرا نشین قبیلوں کے پاس اپنے بچپن کو گزاریں...... تا کہ اس کی ریت اور اس کی کھردری پتھریلی زمین کی رگڑوں سے...... ان کے جسم میں مضبوطی پیدا ہو...... اور ان کی فصیح و بلیغ زبان سیکھ کر...... وہ بہترین خطیب اور قائد بن سکیں۔

ایک دن حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا؟ حضور نے ارشاد فرمایا:۔

وَمَا یَمْنَعُنِیْ وَاَنَا مِنْ قُرَیْشٍ وَاُرْضِعْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ

ایسا کیوں نہ ہو کہ میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں...... اور میں نے
اپنی رضاعت کا زمانہ بنی سعد قبیلہ میں گزارا ہے۔

مختلف قبائل کی خواتین خاص خاص موسموں میں مکہ آیا کرتیں...... تا کہ متمول لوگوں کے بچوں کو لے جائیں...... ان کو دودھ پلائیں...... ان کی پرورش کریں...... اور جب مدت رضاعت ختم ہو...... تو ان کے والدین انہیں گراں قدر عطیات...... اور انعامات دے کر شادکام کریں...... اور اس وقت بھی مقررہ اجرت پر دودھ پلانا باعث عار سمجھتی تھیں...... ان کے ہاں یہ مقولہ تھا۔

الحرة لاتا کل من ثدیھا

آزاد عورت اپنے پستانوں کے ذریعہ رزق نہیں کماتی

لیکن بطور انعام اور عطیہ...... اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی دودھ پلانے والی کو کچھ دیتا...... تو اسے وہ بخوشی قبول کر لیتیں......

حضرت عبدالمطلب بھی ایسی مرضعہ کی تلاش میں تھے...... تاکہ وہ اپنے جلیل القدر پوتے کو اس کے حوالے کر سکیں...... صحرا کی کھلی فضا اور پاکیزہ ہوا میں وہ اس کی پرورش بھی کرے...... اور جوہر فصاحت کو بھی آب و تاب بخشے......

اسی اثناء میں بنی سعد کی چند خواتین بچے لینے کی غرض سے مکہ آئیں...... بنی سعد کا قبیلہ بنی ہوازن کی ایک شاخ تھا...... جو اپنی عربیت اور فصاحت میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا...... ان خواتین میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں...... جو اپنے خاوند حارث بن عبدالعزی کے ساتھ اس مقصد کے لئے مکہ آئی تھیں......

باب نمبر ۸

حضور ﷺ کی ولادتِ سے قبل

رونما ہونے والے واقعات

ولادتِ رسول سے پہلے کئی لوگوں نے حصولِ نبوت کے لالچ میں اپنے بچوں کا نام محمد رکھا تھا۔ ابوسریہ بن خلیفہ کہتے ہیں، میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا: تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا؟ وہ ہنس پڑا، اور کہنے لگا:۔

میرے باپ نے مجھے بتلایا تھا کہ میں اور سفیان بن مجاشع اور یزید بن عمر بن ربیعہ اور اسامہ بن مالک، ابن جفنہ کے پاس گئے۔ جب ہم قریب پہنچے تو وہاں کچھ درخت اور ایک کنواں دکھائی دیا۔ ہم نے کہا ہم یہاں غسل کر لیتے ہیں اور کپڑوں سے سفر کا غبار اتار لیتے ہیں۔ پھر آگے چلیں گے۔ ہے پھر وہ جن یہ کہنے لگا:۔

عجبت للجن وتطلابها وشدها العیس باقتا بها

تهوی الیٰ مکة تبغی الهدیٰ ماصادق الجن ککذابها

فارحل الیٰ الصفوة من هاشم لیس قداما ها کان نابها

مجھے جنوں کی اس جستجو پر تعجب ہے کہ وہ اونٹوں پر کجاوے کس رہے ہیں۔ تلاش ہدایت میں مکہ کو جا رہے ہیں۔ سچے جن جھوٹوں جیسے نہیں ہو سکتے۔ بنو ہاشم کے پاک رسول کی طرف سفر کرو اس

(امت) کے پہلے لوگ پچھلوں جیسے نہیں ہیں۔

مگر میں نے سر نہ اٹھایا اور سویا رہا۔ تیسری رات حسب سابق پھر اس نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے بیدار کر دیا، اور کہا: اے سواد کچھ ہوش سے کام لو۔ لوئی بن غالب سے اللہ کا رسول ظہور فرما ہوا ہے جو دعوت حق دیتا ہے۔ پھر ساتھ ہی کہا:۔

عجبت للجن و اخبارها　　　　وشد ماالعیس باکوارها

تھوی الیٰ مکة تبعی الھدیٰ　　　　مامؤ منوا الجن ککفارها

فارحل الی الصفوة من هاشم

بین روابیها واحجارها

مجھے جنوں کی اس باخبری پر تعجب ہے کہ وہ اونٹوں پر پالان باندھ رہے ہیں۔ مکہ کی طرف ہدایت کے لئے جا رہے ہیں۔ مومن جن کافروں کی طرح نہیں ہیں۔ تو تم بنو ہاشم کی پاکیزہ شخصیت کی طرف سفر کرو، جو ٹیلوں اور پتھروں سے اٹی ہوئی آبادی میں رہتے ہیں۔ (مراد مکہ مکرمہ ہے)

تو اب میرے دل میں اسلام کی طرف میلان پیدا ہوا۔ صبح ہی میں نے رخت باندھا اور سوئے مکہ چل دیا۔ مگر راستے ہی میں مجھے اطلاع مل گئی کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے ہیں۔ میں مدینہ آیا۔ نبی ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں ہیں۔

میں مسجد پہنچا باہر سواری باندھ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے آس پاس لوگ بیٹھے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میری بات سنیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے قریب ہو جاؤ۔ یوں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے آپ کے سامنے لا بٹھایا۔ آپ نے

فرمایا بتلاؤ تمہارے جن نے تمہیں کیا خبر دی ہے؟ میں نے کہا:-

اَتَـانِـی رَجِیِّـی بَعْدَ هدء ورقدة
فَـلَـم اک قَـدُ بَـلَـوُتُ بِـکَـاذِبِ
ثَلَاثَ لَیَـالٍ قَـوُلُـهُ کُـلَّ لَیْـلَة
اَتَـاکَ رَسُـوُلٌ مَـنُ لُـوِیِ بُـنِ غَـالِـبِ
فَشَـمَّـرُتُ عَنُ ذَیُلِ الْاِ،زَارِ وَوَسَطَت
بِـیَ الـذِّعْـلَبُ الُوَجُنَاءُ بَیُنَ السَّبَاسِب
فَـاَشُهَـدُ اَنَّ الـلّٰـهَ لَا رَبَّ غَیُـرُه
وَاَنَّکَ مَـاُمُـوُنٌ عَـلـیٰ کُـلِّ غَـائِـبِ
وَاَنَّکَ اَدُنَـی الْـمُـرُسَلِیُـنَ وَسِیُـلَة
یَـابُـنَ الْاَکُـرَمِیُـنَ الْاَطَـایِـب
فَـمُـرُنَـا بِـمَـا یَـاُتِیُکَ یَاخَیُـرُ مَنشٰی
وَاِنُ کَـانَ فِـیُـمَـا جَـاءِ شَیُبُ الذَّوَائِبِ
وَکُـنُ لِـیُ شَـفِیُـعـاً یَّوُمَ لَا ذُوُشَفَـاعَة
سِـوَاکَ بِـمُـغُنٍ عَنُ سَوَادِ ابُنِ قَارِبِ

مختصر ترجمہ:-

سو جانے کے بعد میرے پاس میرا، جن آیا۔ اس نے کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ تین رات وہ یہی کہتا رہا، کہ لوئی بن غالب سے تمہاری طرف رسول آ گیا ہے۔ تب میں تیاری کی اور طاقتور گھوڑا مجھے دشوار دراز سفر سے گزار کر یہاں لے آیا۔ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ غائب چیز (جنت و دوزخ

حشر نشر وغیرہ) پر امین صادق ہیں۔

بارگاہ الٰہی میں آپ وسیلہ سب رسولوں سے زیادہ مقبول ہے۔ اے مکرم ومطہر باپ دادا کے فرزند اے خیر الخلائق اپنی وحی کے ساتھ ہمیں حکم فرمائیے ہم اس پر عمل کریں گے خواہ اس کی دشواری سے جوان بوڑھے ہو جائیں اور جس دن آپ کے سوا کوئی شفاعت نہیں کرے گا آپ اس دن میرے شفیع بنیں اور سواد بن قارب کو بچالیں۔

یہ سن کر نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ اس قدر مسرور ہوئے کہ خوشی چہروں سے جھلکنے لگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر مجھے گلے سے لگالیا۔ اور کہا: میں یہ قصہ تم سے پھر سننا چاہتا ہوں۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ وقت بھی بتا دیا تھا۔ جس وقت حضور نے شکم مادر سے اس دنیا میں تشریف لانا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:-

فلاں مشہور ستارہ جب حرکت کرنے لگے، اور اپنی جگہ چھوڑ دے،
تو وہ حضور کی ولادت کا وقت ہوگا۔ علمائے بنی اسرائیل اس بات کو
نسل در نسل منتقل کرتے رہے۔ (حوالہ دلائل نبوۃ)

قبل ولادت عبدالمطلب کا خواب

خصائص کبریٰ میں ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم سے انہوں نے پنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طالب کو سنا وہ عبدالمطلب سے روایت کررہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں " الحجر "

میں سویا ہوا تھا۔ میں نے ایک پریشان کن خواب دیکھا۔ جس کی وجہ سے مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ میں قریش کی کاہنہ کے پاس آیا۔ میں نے اس سے کہا:۔

آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اگا ہے جو آسمان تک بلند ہے اس کی شاخیں مشرق اور مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کا نور سورج کے نور سے ستر گنا زیادہ درخشاں تھا۔ میں نے تمام عرب اور عجم کے لوگوں کو سجدہ ریز دیکھا۔ ہر لحظہ اس درخت کے نور، عظمت اور رفعت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ کبھی وہ درخت میری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا اور کبھی میرے سامنے آجاتا۔ میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس درخت کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اور کچھ اس درخت کو کاٹنا چاہتے ہیں۔

جب وہ لوگ درخت کو کاٹنے کے ارادہ سے اس کے قریب جاتے ہیں تو ایک نوجوان آگے بڑھ کر انہیں روک لیتا ہے۔ وہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں لاثانی ہے۔ میں نے آج تک اس کے چہرے سے زیادہ خوبرو چہرہ نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی اتنی عمدہ خوشبو سونگھی ہے، جتنی عمدہ خوشبو اس کے پیکر دلنواز سے آرہی تھی۔

وہ جوان ان کی پشتوں کو توڑ دیتا ہے۔ ان کی آنکھوں کو نکال لیتا ہے۔ میں نے اس درخت سے کچھ حصہ لینے کے لئے اس کی طرف بڑھا۔ میں نے پوچھا کہ اس بابرکت درخت سے کسی کو کچھ ملے گا؟ مجھ سے کہا گیا کہ حصہ لینے والے وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے اسے تھام لینے میں سبقت حاصل کی۔ میں مضطرب ہو کر نیند سے بیدار ہوگیا۔

جب میں کاہنہ کو یہ خواب سنایا تو کاہنہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ پھر اس نے کہا اگر تمہارا خواب اسی طرح ہے، جس طرح تم نے بیان کیا ہے، تو پھر آپ کی پشت سے

ایسے آدمی کا ظہور ہوگا، جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور لوگ اس کے دین کو اختیار کریں گے۔ پھر انہوں نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ شاید تو ہی وہ بابرکت بچہ ہو۔

حضور ابو طالب خود ہی یہ روایت بیان کرتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا اور حضرت ابو طالب کہا کرتے تھے:۔

اللہ کی قسم! وہ بابرکت درخت حضرت ابوالقاسم الامین ہی ہیں۔

(حجۃ اللہ وخصائل کبریٰ وشواھد النبوہ)

بوقت ولادت کعبہ کے بت سجدہ میں گر گئے

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں: میں اس رات کعبہ میں تھا۔ میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سے سربسجود سر کے بل گر پڑے ہیں اور دیوار کعبہ سے یہ آواز آرہی ہے:

ولد المصطفیٰ والمختار الذی تھلک بیدہ الکفار ویطھر من عبادۃ الاصنام ویامر بعبادۃ الملک العلام

مصطفیٰ اور مختار پیدا ہوا۔ اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے۔ اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کا حکم دے گا۔ جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

یہودی عالم کا عبدالمطلب کو آپ ﷺ کی بشارت دینا

حاکم، امام البیہقی، الطبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس ؓ اور وہ اپنے والد محترم حضرت عباس ؓ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ موسم سرما میں ہم یمن گئے۔ میں وہاں

یہودیت کے ایک عالم کے ہاں ٹھہرا۔

اس نے مجھ سے پوچھا: تیرا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟

میں نے کہا : میرا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔

اس نے کہا : قبیلہ قریش کی کس شاخ سے؟

میں نے کہا : بنی ہاشم سے میرا تعلق ہے۔

اس نے کہا : کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں تیرے جسم کے کچھ اعضاء دیکھوں۔

میں نے کہا : ہاں! میری شرم گاہ کو چھوڑ کر تو میرے جسم کے تمام اعضاء کو دیکھ سکتا ہے۔

اس نے پہلے میرے ایک نتھنے کو کھولا، اس میں دیکھا، پھر دوسرے کو بھی کھولا اور اس میں دیکھا۔ اس نے کہا:-

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے ایک ہاتھ میں نبوت اور دوسرے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔"

ایک روایت کے مطابق اس عالم نے کہا

یہ سب کچھ تجھے بنی زہرہ سے حاصل ہوگا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ سعادت تجھے کیسے حاصل ہوگی؟

میں نے کہا : نہیں میں نہیں جانتا۔

اس نے کہا : کیا تمہاری "شاعۃ" ہے۔

میں نے کہا : "شاعۃ" سے کیا مراد ہے؟

اس نے کہا : بیوی۔

میں نے کہا : نہیں آج کل میں بیوی کے بغیر ہی ہوں۔

اس نے کہا : جب تو واپس جائے تو بنی زہرہ میں شادی کر لینا۔

حضرت عبدالمطلب مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور ہالہ بنت وہب سے شادی کر لی۔ ان کے بطن سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے کی۔

ان کے بطن اطہر سے حضور ﷺ پیدا ہوئے۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا: عبداللہ اپنے باپ پر فوقیت لے گئے۔ (حوالہ حجۃ اللہ)

انوکھا خواب اور مثالی بچہ

منقول ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی ایک زنجیر نکلی، جس کا ایک سرا آسمان میں ہے اور دوسرا مشرق و مغرب میں۔ پھر دیکھا کہ وہ زنجیر ایک درخت بن گیا۔ جس کے ہر پتے پر نور ہے اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے معلق ہیں۔ زمانہ کے علماء سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی:-

آپ کی صلب سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا، جس کی پیروی تمام مشرق و مغرب والے کریں گے اور تمام اہالیان ساوات وزمین اس کی حمد و تعریف کریں گے۔

نیز آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں:-

مجھے خواب میں بتایا گیا کہ اے آمنہ! تو ایسے بچے سے مشرف ہوئی ہے، جو اس امت کا سردار ہے۔ جب اس کی ولادت ہو تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا۔

باب نمبر ۲۶

جان دو عالم ﷺ کی مثالی پیدائش

تاریخ ولادت باسعادت

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسن انسانیت ﷺ کا یوم ولادت دوشنبہ کا دن تھا۔ اس پر بھی علماء امت کا تقریباً اتفاق ہے، کہ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ تھا۔

ماہ رمضان اور ماہ محرم کے اقوال کو اہل تحقیق نے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ البتہ ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی۔ جب مہتاب رشد وہدایت نے جلوہ بار ہو کر ظلمت کدہ عالم کو منور فرمایا؟

اس بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ ہم یہاں علماء محققین کی آراء قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے وہ بآسانی صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں گے۔ امام ابن جریر طبری، جو فقید المثال مفسر، بالغ نظر مورخ بھی ہیں وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:-

ولد رسول اللّٰہ ﷺ یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول

رسول کریم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔

(تاریخ طبری جلد دوم ص ۱۲۵)

علامہ ابن خلدون جو علم تاریخ اور فلسفۂ تاریخ میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں بلکہ فلسفہ تاریخ کے موجد بھی ہیں وہ لکھتے ہیں:-

ولد رسول الله ﷺ عام الفيل لاثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الاول لاربعين سنة من ملك كسرىٰ انوشيروان

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۷۱۰)

مشہور اور مختار قول کے مطابق آپ ﷺ کی ولادت باسعادت بوقت صبح صادق بروز پیر بتاریخ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔

لیکن حضور ﷺ کی خلقت کے لئے وقت دن تاریخ اور سال کا تعین کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ کوئی بھی اس وقت کا تعین نہیں کرسکتا کہ نور محمدی کو عالم وجود میں کب سے منتقل فرمایا گیا ہے۔

آپ ﷺ کی پیدائش

ابرہہ کی تباہی کو ابھی صرف پچاس دن ہی گزرے ہیں۔ لوگ ابھی تک اس عظیم تباہی کی داستانیں سنایا کرتے ہیں۔ موسم بہار اپنے جوبن پر ہے۔ جنگل میں جڑی بوٹیاں سرسبز ہیں۔ طرح طرح کے پھول دعوت نظارے دے رہے ہیں۔ کہیں کہیں روئیدگی بھی نظر آنے لگی ہے۔ ہواؤں میں مستی کی کیفیت ہے۔ وادی مکہ پر بہار ہے۔ آج دوشنبہ ہے۔ ربیع الاول کی نو تاریخ، چاشت کا وقت ہے۔ مکہ کا بوڑھا سردار کعبۃ اللہ کے طواف میں محو ہے۔ اس پر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہے۔

اس عالم میں اس کی نگاہیں اچانک حرم کعبہ کے دروازہ کی طرف اٹھتی ہیں۔ ان کے مرحوم بیٹے سردار عبداللہ کی کنیز برکہ دیوانہ وار بھاگتی چلی آ رہی ہے۔ وہ زیرلب گنگناتے ہیں خدایا خیر ہو۔ برکہ بالکل قریب آ جاتی ہے۔

اس کا سانس پھولا ہوا ہے۔ چہرہ گلنار ہو رہا ہے۔ وہ سردار مکہ کو کچھ پوچھنے کا موقعہ دیئے بغیر بے اختیار پکار اٹھتی ہے:۔

"سردار مبارک ہو، مالکن حضور کے ہاں چاند سا بیٹا ہوا ہے۔ ہاں! بیٹا پیدا ہوا ہے، بہت ہی خوبصورت۔"

وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جاتی ہے۔ خوشی کے مارے اس کے پاؤں زمین پر ٹکتے ہیں نہیں۔ وہ کچھ سنے بغیر کہے جا رہی ہے:۔

چاند سا چہرہ، سرمگیں آنکھیں

سردار! مالکن حضور نے آپ کو بلایا ہے۔ جلدی چلئے، میں جا رہی ہوں۔ آہا بچہ کتنا پیارا ہے۔ چاند سا چہرہ، سرمگیں آنکھیں، نہایت صاف ستھرا بدن۔ سردار اس سے بھینی بھینی خوشبو کی لپیٹیں آ رہی ہیں۔ مالکن حضور کا سارا کمرہ مہک اٹھا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ بھاگتی ہوئی واپس چلی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں بجلیاں سی کوند رہی ہیں۔ بوڑھے سردار کے لئے وفورِ مسرت سے سانس لینا دوبھر ہو گیا ہے۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے ہیں۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ کر کعبہ کا غلاف تھام لیتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں:۔

یا اللہ! تیرا شکر کس زبان سے ادا کروں؟ تو نے مرحوم عبداللہ کے

گھر میں چراغ روشن کیا ہے۔ آمنہ کو بیٹے سے نوازا ہے۔ مجھے بڑھاپے کا سہارا دیا ہے۔ یا اللہ تو اس کی حفاظت فرما۔

وہ تھوڑی دیر تک زیر لب دعا کرتے رہتے ہیں۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سیدہ آمنہ کے گھر کی طرف چل دیتے ہیں۔ آج معمول سے زیادہ حسین اور بیت اللہ بے حد پر جلال دکھائی دیتا ہے۔ ہواؤں میں کیف و مستی کی لہریں ہیں۔ فضا خمار آلود ہے۔ آسمان جاذب نظر اور ماحول پر کشش ہے۔ اور جناب عبد المطلب کا وجدان بیدار ہے۔ وہ حرم کعبہ کی سرگوشیاں سنتے ہیں جو کہہ رہا ہے۔

وہ جس کا صدیوں سے انتظار تھا

آج وہ پیدا ہوا ہے جس کے انتظار میں کائنات صدیوں سے بے تاب رہی ہے۔ جس کی جھلک دیکھنے کو ستارے مضطرب، ماہتاب بیقرار اور آفتاب سدا گردش میں رہا ہے۔ جس کے پاؤں کو چومنے کے لئے زمین کا ذرہ ذرہ چشم براہ ہے۔

اولاد آدم لاکھوں سال سے جس کی منتظر ہی ہے۔ نفوس قدسی جس کی شہادت دیتے چلے آئے ہیں۔ وہ غریبوں کا ملجا، یتیموں کا ماوا ہے۔ انسانی شرف کا اس سے جلا ملے گی۔ انسانیت کا احیاء ہوگا۔ مظلوم اس کے سائے میں پناہ لیں گے۔

سرکشوں کی گردنیں جھک جائیں گی۔ جہالت کی تاریکی دور ہوگی۔ جس کے نور سے ارض و سما کا گوشہ گوشہ منور ہوگا۔ جس کی روشنی میں بھٹکے ہوئے راہ پائیں گے۔

سردار مکہ آپ کو مبارک ہو۔ رحمۃ اللعالمین کا نور آپ کے گھر میں ضوفشاں ہوا ہے۔

سردار عبد المطلب سیدہ آمنہ کے گھر میں داخل ہوتے ہیں ایسی بھینی بھینی خوشبو ان کا استقبال کرتی ہے جس سے وہ آج تک نا آشنا تھے۔ وہ اس کمرے سے باہر ہی رک جاتے ہیں جس میں سیدہ آمنہ پلنگ پر دراز ہیں۔ انہیں بوڑھے سردار کے

آنے کی اطلاع ملتی ہے تو برکہ کے ذریعے مبارک باد کا پیغام بھیجتی ہیں۔ اور ساتھ ہی اندر آنے کے لئے کہتی ہیں۔

جناب عبدالمطلب کمرے کے اندر قدم رکھتے ہیں، ان کی بہو ایسے موقعہ پر بھی صحت مند نظر آتی ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر نومولود کو گود میں اٹھا لیتے ہیں۔

نہایت خوبصورت چہرہ، سرگیں آنکھیں، چمکتی ہوئی پیشانی اور معطر بدن دیکھ خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں، فرط محبت سے بچے کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہیں، پھر سینے سے لگائے ہوئے بیت اللہ میں آجاتے ہیں، اور وہاں تھوڑی دیر تک دعا مانگنے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ ہاشم کے گھرانے میں عبداللہ کے یتیم بیٹے کی ولادت پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

ابولہب کی لونڈی ثوبیہ یہ خبر سنتے ہی اپنے آقا کے پاس بھاگتی ہوئی جاتی ہے اور اسے بھتیجے کی خوشخبری دیتی ہے۔ متمول چچا فرط مسرت سے کہتا ہے:۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ماویٰ، ضعیفوں کا ملجا
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

سند الاصفیاء، اشرف الانبیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ عالم وجود میں رونق افروز ہوئے اور پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے ہوئے، خوشبو میں بسے ہوئے، بحالت سجدہ مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے۔

سیدہ آمنہ تین روز تک اپنے لال کو دودھ پلانے کے بعد اسے ثوبیہ کے سپرد کردیتی ہے۔ سردار عبدالمطلب کو ہر طرف سے مبارکباد کے بے شمار پیغامات ملتے ہیں۔ وہ سات دن کے بعد قربانی کرتے ہیں اور قریش کو دعوت دیتے ہیں۔

مہمانوں کی خاطر تواضع پرتکلف کھانوں سے کی جاتی ہے۔ خوشی کی مروجہ رسوم کے ساتھ جشن ولادت نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جب لوگ دعوت سے فارغ ہوتے ہیں، تو ایک آدمی پوچھتا ہے: سردار آپ نے اپنے پوتے کا نام کیا رکھا ہے؟ عبدالمطلب جواب دیتے ہیں:۔

محمد...... (ﷺ) (یعنی جس کی تعریف کی جائے۔

لوگ یہ نام سن کر متعجب ہوتے ہیں، بہت عجیب وغریب نام ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے: ہاں بہت ہی عجیب وغریب۔ اتنے میں کوئی پوچھتا ہے: سردار آپ نے مروجہ خاندانی ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں پسند کیا ہے؟ عبدالمطلب کہتا ہے:۔

میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تعریف کا مرکز ہو۔
آسمان پر بھی اس کی تعریف اور زمین پر بھی۔ خالق کو
بھی پیارا ہو اور مخلوق کو بھی۔

وہ تاریخی مکان جہاں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی

جبل ابوقبیس کے دامن میں محلہ قشاشیہ میں ایک سوق اللیل نامی گلی ہے۔ اس گلی میں یہ مکان واقع ہے۔ جہاں پر رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

اب وہ مکان تو نہیں ایک بہترین کتبہ خانہ اور مدرسہ بنایا گیا ہے۔

حرم سے باب الصفا سے نکلیں سیدھے ہاتھ پر پہاڑی کے نیچے مکانات کے ساتھ ساتھ چلیں، تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر سیدھے ہاتھ کو یہ کتب خانہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت مکے میں اس مکان میں ہوئی۔ جو بعد میں حجاج ابن یوسف کے بھائی محمد ابن یوسف کا مکان کہلایا۔ اس سے پہلے یہ مکان (آنحضرت ﷺ کی مدینے میں ہجرت کے بعد) ابوطالب کے بیٹے عقیل کے قبضہ میں تھا۔ پھر یہ عقیل کی اولادوں میں وراثت کے طور پر منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ عقیل کی اولاد نے اس کو ایک لاکھ دینار میں محمد ابن یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ قول علامہ فاکہی کا ہے۔

محمد ابن یوسف نے اس مکان کو خرید کر اپنے مکان میں شامل کر لیا تھا اور اس کا نام ''بیضاء'' یعنی سفید گھر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ یہ چونے سے بنایا گیا تھا اور پھر اس پر چونے سے سفید روغن کر کے اس کو بالکل سفید کر دیا گیا تھا۔ اور یہ ابن یوسف کا مکان کہلانے لگا۔

مکان کی تاریخ اور حیثیت

ام سیر میں علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان عقیل کے بعد اس کی اولاد میں وراثت کے طور پر پہنچا مگر آنے والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خود عقیل ہی نے فروخت کر دیا تھا۔ کیونکہ فتح مکہ کے بیان میں آئے گا کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ فتح فرمایا، تو وہاں صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ مکان میں قیام فرمائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر یا ٹھکانہ چھوڑا ہے؟ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عقیل نے ہی اس مکان کو فروخت کر دیا تھا اور یہ اس کے یا اس کے بعد میں اس کی اولاد کے قبضہ میں نہیں رہا تھا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقیل نے اس حصہ کے سوائے جس میں آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی، باقی

تمام حصے فروخت کر دیئے تھے۔ جو سب کے سب ملے جلے تھے۔ فتح مکہ کے بیان ہی میں یہ روایت بھی آئے گی کہ عقیل نے اپنے باپ ابو طالب کا مکان بیچ دیا تھا۔

چونکہ ابو طالب کے بیٹوں عقیل، طالب، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں سے ابو طالب کی وفات کے وقت عقیل اور طالب کافر تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لئے عقیل اور طالب کو ہی باپ کا ورثہ ملا۔ بعد میں عقیل بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ البتہ طالب مسلمان نہیں ہو سکا، کیونکہ اس پر جن کا اثر ہو گیا تھا۔ اور دماغ میں کچھ خلل پیدا ہو گیا تھا۔ جس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں گیا اور کیا انجام ہوا؟

عقیل (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کا وہ مکان بھی فروخت کر دیا تھا۔ جو اصل میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی تھیں۔

یہ مکان اب مسجد بنا دیا گیا ہے جس میں نماز ہوتی ہے۔ اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں مسجد بنا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ شریف کے بعد مکے میں یہ جگہ سب سے زیادہ افضل اور مبارک جگہ ہے۔

اگرچہ اس مکان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بہنیں بھی پیدا ہوئی، مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی وجہ سے یہ مکان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جائے ولادت کے نام سے ہی مشہور رہا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مکان کو اس شخص سے خریدا تھا، جس کے ہاتھ اس کو عقیل نے بیچا تھا۔ اس سے بعض محققین کے اس قول کا ثبوت ملتا ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے۔ کہ فتح مکہ کے وقت یہ مکان یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکان (جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جائے پیدائش ہے) اگرچہ عقیل کے قبضے میں تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ

اس سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ حالانکہ آپ ﷺ ہجرت سے پہلے اس میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کے بعد وہ عقیل کے قبضے میں آ گیا۔

اس تاریخی مکان کی تصویر اور مزید 300 تبرکات نبوی کی تصاویر کی زیارت کے لئے احقر کی کتاب "تبرکات نبوی کے تصویری البم" میں دیکھئے۔

عقیل نے آپ کو کچھ نہیں دیا

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا تو آپ نے حجون کے مقام پر اپنا خیمہ لگایا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ شعب ابوطالب میں اپنے مکان میں نہیں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

جب آنحضرت ﷺ اور عقیل کے بھائیوں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) نے مکے سے ہجرت فرمائی، تو عقیل نے ان کے مکانات فروخت کر دیئے تھے۔ بلکہ بنی ہاشم میں سے جس شخص نے بھی ہجرت کی عقیل نے اس کا مکان بیچ دیا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم میں عقیل سب سے بعد میں مسلمان ہوئے اور سب کے بعد ہی انہوں نے ہجرت کی۔

یہ معاہدہ حدیبیہ کے سال یعنی ۶ھ میں مسلمان ہوئے۔ انہوں نے بنی ہاشم کے سب مکانات بیچ دیئے اور آنحضرت ﷺ کو ان کی قیمت میں سے کوئی چیز نہیں دی۔

مکان کی مسجد میں تبدیلی

یہ مکان جس میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ صفا پہاڑی کے قریب ہے۔ ہارون رشید کی بیوہ زبیدہ نے جو امین کی ماں تھی، جب حج کیا تو اس مکان کی جگہ مسجد

بنوادی تھی۔ مگر ابن وحیہ نے لکھا ہے کہ ہارون رشید کی ماں خیزران جب حج کرنے کے لئے مکہ آئی، تو اس نے اس مکان کو محمد ابن یوسف کے مکان سے علیحدہ کر کے اس کی جگہ مسجد بنوادی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کو خیزران ہی نے مسجد بنوایا ہو اور اس کے بعد زبیدہ نے اس کو پھر سے بنوایا ہو۔ اس طرح اس سلسلہ میں دونوں کا نام آنے لگا۔

مگر آگے روایت آئے گی کہ خیزران نے دار ارقم (یعنی ارقم ابن ارقم کے مکان) کو مسجد بنایا تھا۔ وہ بھی صفا پہاڑی کے قریب ہے ہوسکتا ہے کہ بعض روایت کرنے والوں کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہو کیونکہ دونوں مکان صفا پہاڑی کے قریب ہیں۔ (دار ارقم وہی مشہور مکان ہے جو اس کی سب سے پہلی پناہ گاہ تھی۔ کیونکہ مکے میں مسلمان اور آنحضرت ﷺ اسی مکان میں جمع ہوا کرتے تھے۔)

یہ مکان شعب بنی ہاشم میں تھا

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔

مؤلف کہتے ہیں اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس روایت سے کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ یہ مکان شعب بنی ہاشم میں ہی ہو۔ پھر اس کی تفصیل بھی میری نظر سے گزری (شعب بنی ہاشم کے متعلق جو روایت گزری ہے، اس سے شعب ابو طالب بھی مراد ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابو طالب بھی بنی ہاشم میں سے ہیں۔

یہ شعب حجون کے مقام پر تھی۔ ممکن ہے ابو طالب سب سے علیحدہ اسی شعب یعنی گھاٹی میں رہنے لگے ہوں۔ واللہ اعلم

ولادت گاہ نبی اکرم ﷺ "مولد شعب بنی ھاشم" کو شعب ابو طالب بھی کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کا مکان تھا۔ آپ کی ولادت اسی مکان میں ہوئی تھی۔ یہ مکان آج کل مسجد الحرام کے باب ملک عبد

العزیز کے بالکل مقابل ہے۔ درمیان میں ایک کشادہ سڑک ہے اور اس کے بعد پھر ایک دوسری سڑک ہے۔ اس سڑک پر مسفلہ جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کی طرف ایک بڑی نئی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔

سڑک کے کنارے ایک بورڈ آویزاں ہے جس پر " مکتبة الحرام اکمئی الشریف " کندہ ہے۔ اور اس کے سامنے ایک بڑی لائبریری کی عمارت ہے۔ روایت ہے کہ چند سال پہلے تک اس لائبریری میں تمام لوگ مطالعہ کرتے تھے۔ مگر اب (خصوصاً ایام حج میں) یہ بند کر دی جاتی ہے۔

غالباً کسی صاحب یا اصحاب نے کوئی ایسی حرکت کی ہوگی جس کی بنا پر یا جس کے نتیجے میں ہم جیسے طالبان علم کو بھی اس کے دیکھنے اور مطالعہ کرنے سے محرومی کا سامنا کرنا پڑا۔ بندگانِ خدا کو کسی مقام پر بھی خوفِ خدا طاری نہیں ہوتا۔

چنے کے ساتھ گُن بھی پسنے کی ضرب المثل ہر شخص پر صادق آتی ہے۔ سفرنامہ محمد ابن جبیر اندلسی میں تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے اس جگہ ایک خوشنما مسجد بنی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کا مقام حوض کی طرح تین بالشت چوڑا ہے۔

اس کے بیچ میں ایک سبز پتھر دو ثلث بالشت کی قدر چاندی کے حلقے میں جڑا ہے۔ اور اس کی وسعت مع چاندی کے حلقے کے ایک بالشت ہے۔ مگر آج کل یہ سب آثار معدوم ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بارہویں ربیع الاول کو مولد النبی میں حاضر ہوا، اس وقت ولادت کا ذکر پڑھا جارہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ یکبارگی اس مجلس سے کچھ انوار بلند ہوئے۔ میں نے ان انوار پر غور کیا، تو معلوم ہوا کہ وہ رحمت الٰہی اور ان فرشتوں کے انوار تھے جو ایسی محفلوں میں حاضر ہوا کرتے

ہیں۔

جب حجاز پر حکومت کا تسلط ہوا تو مقابر جنة المعلیٰ و جنة البقیع کے گنبدوں کے ساتھ ساتھ نجی حکومت نے اس مقدس یادگار کو بھی توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا اور برسوں یہ مبارک مقام پر ویران پڑا رہا۔

مگر میں جب جون ۱۹۵۹ھ میں اس مرکز خیر و برکت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے اس جگہ ایک چھوٹی سے بلڈنگ دیکھی جو مقفل تھی۔ بعض عربوں نے بتایا کہ اب اس بلڈنگ میں ایک مختصر سی لائبریری اور ایک چھوٹا سا مکتب ہے۔

سبحان اللہ!!

محمد (ﷺ) نام رکھنے کا فیصلہ

عبدالمطلب آئے : آمنہ؟

سیدہ آمنہ : جی؟

عبدالمطلب : بیٹے کا نام کوئی سوچا؟

سیدہ آمنہ : سوچا ہی نہیں۔

عبدالمطلب : کیوں؟

سیدہ آمنہ : کسی نے سوچنے ہی نہیں دیا۔

عبدالمطلب : کیوں آمنہ؟

سیدہ آمنہ: میں کیا بتاؤں جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے...... دل میرا ہے فیصلے کسی اور طرف سے ہو رہے ہیں۔ نہ بچے پر اختیار ہے نہ دل پہ اختیار ہے۔ کئی نام ذہن میں آئے

مگر دل سے آواز آتی ہے:۔

مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ

بڑی شان والا...... عرب وعجم میں بڑی آن والا اس لئے میں نے اپنے چاند سے بیٹے کا نام محمد رکھ دیا ہے۔ عبدالمطلب حیرانگی میں بولتے ہیں کہ آمنہ میں نے تو آج تک اس نام کا بچہ پورے عرب میں نہ دیکھا نہ سنا؟

آمنہ نے کہا: ابا جان! میرے ساتھ آئیں...... میں بچہ آپ کو دکھاؤں، اگر آپ نے ایسا نام کسی کا نہیں سنا، تو آپ نے ایسا بچہ بھی دنیا بھر میں نہیں دیکھا ہوگا۔ سبحان اللہ

محمد ﷺ

جس کی ساری خدائی تعریف کرے چاند اس کی تعریف کرے
سورج اس کی تعریف کرے ستارے اس کی تعریف کرے
فرش اس کی تعریف کرے عرش اس کی تعریف کرے
علماء اس کی تعریف کرے فقہا اس کی تعریف کرے
اتقیاء اس کی تعریف کرے اصفیا اس کی تعریف کرے
انبیاء اس کی تعریف کرے رب اس کی تعریف کرے

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

اس کو محمد کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی آپ کو اسی نام سے موسوم کیا ہے:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ .... وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل

کلمہ طیبہ میں بھی یہی نام آتا ہے:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

نغمۂ اذان بن کر گونجتا ہے نام ان کا　　جس طرف نگاہ ڈالو ہے ان کا بول بالا

آپ ﷺ کی پیدائش پر عبدالمطلب کی خوشی

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جان دوعالم کی پیدائش کے وقت عبد المطلب طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ سیدہ آمنہ نے پوتے کی ولادت کی اطلاع بھیجی تو یہ خوشخبری سن کر وہ اسی وقت گھر چلے آئے۔ سیدہ آمنہ انہیں دیکھتے ہی کہنے لگیں:۔

یَـا اَبَـا الْـحَـارِثِ! وُلِـدَلَک　　حارث کے ابا! آپ کے گھر ایک مَوْلُوْد" عَجِیْب"　　عجیب سا بچہ پیدا ہوا ہے۔

عبدالمطلب سمجھے کہ شاید عجیب الخلقت بچہ پیدا ہو گیا ہے اس لئے خوفزدہ سے ہو کر پوچھنے لگے:

اَلَیْسَ بُشْرًا سَوِیًّا؟　　(کیا صحیح سالم نہیں ہے؟)

سیدہ آمنہ نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ اس کی ولادت کا انداز تعجب خیز ہے۔ اور بوقت ولادت جو کچھ پیش آیا تھا بیان کر دیا۔　　(الاثار محمدیہ ج ۱ ص ۴۴)

عبدالمطلب نے پوتے کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ اور اسی وقت اسے لے کر اللہ کے گھر حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جو حمد، نعت اور تعوذ پر مشتمل ہیں۔

الحمد للّٰہ الذی اعطانی　　ھٰذا الغلام الطّیب الاردان

قد سادنی المھد علی الغلمان　　اعیذہٗ بالبیت ذی الارکان

حتّٰی اراہ بالغ البنیان　　اعیذہٗ من شرّ ذی شنان

من حاسدٍ مضطرب العنان

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ پاک دامن

بیٹا عنایت فرمایا۔ جو جھولا جھلنے کے زمانے سے ہی تمام بچوں کا سردار ہے۔ میں اس کو ارکان والے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اسے جوانی تک پہنچتا ہوا دیکھ لوں۔ میں اس کے لئے پناہ مانگتا ہوں۔ ہر بغض رکھنے والے سے اور ہر چلبلے حاسد سے۔

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۴ والبدایہ والنہایہ ج ۲)

کعبہ حضور ﷺ کے بوسہ کے لئے جھک گیا

تاریخ الخمیس قال عبد المطلب انہ قال لیلۃ میلاد محمد ﷺ کنت فی الطواف فلما مضی نصف اللیل رأیت الکعبۃ سجدت نحو مقام ابراھیم وسمعت صوت التکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر الیوم طھرت من النجاس المشرکین.

(تاریخ الخمیس وشواھد)

عبد المطلب شبِ ولادت جناب سید المرسلین ﷺ کا ذکر کرتے ہیں کہ میں اس رات خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ یکا یک میں نے کعبہ کو دیکھا کہ وہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا۔ پھر کعبہ سے یہ آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر آج میں مشرکوں کی نجاست سے پاک ہوا۔

تیئیس سال کے بعد آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا

ناپاک مشرک اب مسجد حرام کے پاس نہ آویں۔ (حوالہ شواہد النبوۃ)

ان کے بعد کعبہ معظمہ ہمیشہ کے لئے کافروں، مشرکوں کی نجاست اور بت پرستی سے پاک ہوا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت کعبہ اور سارے جہاں کے بت منہ کے بل سجدہ میں گرے۔ سب نے جھک کر سجدہ کیا۔

اس بات سے یہ روشن ہوا کہ یہ بت معبود ہو سکتے ہیں نہ کعبہ۔ کیوں کہ سجدہ میں گرنا، معبود کے لائق نہیں ہے۔ سجدہ کرنے والا ہمیشہ بندہ اور مخلوق ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا مبارک نبی ہیں کہ پیدا ہوتے ہیں ساری توحید کے راز بیان کر دیئے۔

آپ ﷺ کی پیدائش پر بت اوندھے منہ گر پڑے

ایک تیسری روایت میں یہی واقعہ مختلف الفاظ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ کی جب ولادت شریفہ ہوئی اس وقت حضور ﷺ کے دادا جان حضرت عبد المطلب کعبہ شریف کی دیوار کی تعمیر میں مشغول تھے۔

عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک کعبہ شریف چاروں طرف جھکتا نظر آیا۔ اور پھر مقام ابراہیم میں سجدہ میں گر گیا اور اس میں سے تکبیر و تہلیل کی آواز آنے لگی۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس سے آواز آئی:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَصَّنِیْ بِمُحَمَّدًا الْمُصْطَفٰی — سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

اور پھر ارکان کعبہ آپس میں ایک دوسرے پر سلام بھیجنے لگے۔ حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ میں باب صفا سے باہر نکلا تو زمین کی ہر چیز مجھے تکبیر و تہلیل میں مشغول نظر آئی اور میں ان کی آواز سن رہا تھا۔ پھر یہ آواز سنی:۔

لقد جَاءَ کُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ — یعنی تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔

پھر میں نے بتوں کو دیکھا تو وہ اوندھے منہ گرے ہوئے نظر آئے۔ میں اپنی آنکھیں ملنے لگا کہ یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، عالم بیداری میں ہے یا عالم غیب میں دیکھ رہا ہوں؟ پھر میں جب گھر پہنچا تو گھر کے اردگرد عجیب وغریب نورانی پرندے اڑتے دیکھے اور گھر سے مشک وعنبر کے حلے اٹھتے نظر آئے۔

میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آمنہ خود نکلیں اور دروازہ کھولا۔ میں نے دیکھا کہ آمنہ کے چہرے پر کوئی ضعف وغیرہ کا اثر نہیں تھا۔

حضور ﷺ کی پرنور پیشانی

ہاں اس کی پیشانی پر جو نور چمکتا نظر آیا کرتا تھا وہ نظر نہ آیا۔ میں نے پوچھا آمنہ! پیشانی کا وہ نور کہاں ہے؟ تو بولیں میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ جس کی ولادت کے بعد ہاتف سے مجھے آواز سنائی دی ہے کہ اس کا نام محمد رکھنا اس لئے:۔

آپ کا آسمانی نام محمود (ﷺ)

اِسْمُهٗ فِی السَّمَاءِ مَحْمُوْدٌ وَفِی التَّوْرَاةِ مُوَیَّدٌ وَفِی الزَّبُوْرِ الْهَادِیْ وَفِی الْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ وَفِی الْقُرْآنِ طٰهٰ وَیٰسِیْنَ وَمُحَمَّدٌ

اس کا آسمانوں پر نام محمود ہے اور تورات میں موید، زبور میں ہادی، انجیل میں احمد اور قرآن میں طٰہٰ، یٰسین، اور محمد ہے۔

حضور ﷺ کی زیارت کے لئے فرشتوں کی آمد

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے آمنہ سے کہا چلو مجھے میرا پیارا بچہ دکھاؤ۔ چنانچہ جب میں آگے بڑھا تو ایک عظیم شخص تلوار کھینچے راستے میں کھڑا نظر

آیا۔ جس نے آگے بڑھنے سے روکا۔ عبدالمطلب ڈر گئے اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کیوں روکتے ہو؟ وہ بولا اس مقدس مولود کی جب تک سارے فرشتے زیارت نہ کر لیں گے کسی کو آگے جانے کی اجازت نہیں۔ میں اسی کام کے لئے یہاں مامور ہوں۔

(جامع المعجزات مطبوعه مصر ص ٧٦)

درخت حضور ﷺ کے بوسہ کے لئے جھک گئے

حضرت آمنہ نے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو بلا کر یہ تمام عجائبات بیان کئے۔ آپ ﷺ کے دادا نے آپ کو اپنی گود میں لیا اور کمال محبت سے سینے لگایا۔ حضور انور ﷺ نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا: حضرت عبدالمطلب نے کہا...... **الحمد لله** پروردگار نے کیا اچھا بیٹا عطا فرمایا ہے۔

حضرت عبدالمطلب جب آپ ﷺ کو گود میں لے کر کہیں سے گزرتے تھے تو درو دیوار اور پتھروں سے سلام کی آواز آتی تھی۔ درختوں کی شاخیں جھک جاتی تھیں۔ آسمان آپ کے گرد گھومتے تھے۔ آفتاب کی حرارت گویا زائل ہو جاتی تھی زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی تھی۔ یہ سب برکت آپ ﷺ کے قدوم پاک کی تھی۔

حضور ﷺ کی ولادت اور شیطان کی چیخ

تفسیر ابن مخلد جس کے بارے میں ابن حزم نے کہا ہے کہ اس جیسی کتاب دوسری نہیں لکھی گئی اس میں ہے کہ شیطان صرف چار مرتبہ نہایت مصیبت اور غم کے ساتھ چیخا ہے۔

۱............ایک دفعہ اس وقت چیخا، جب اس کو اللہ تعالیٰ نے ملعون اور راندۂ درگاہ کیا۔

۲............دوسری بار وہ اس وقت چیخا، جب اس کو آسمانوں سے زمین پر اتار دیا گیا۔

۳..........تیسری بار وہ اس وقت چیخا، جب آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

بعض حضرات کے قول کے مطابق یہاں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے مراد آپ کی بعثت یعنی نبوت ملنے کا دن ہے۔ کہ تیسری بار اس وقت چیخا۔

۴..........چوتھی بار اس وقت چیخا، جب آنحضرت ﷺ پر سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت شیطان کے چیخنے کی طرف کتاب عیون الاثر کے مصنف نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لِمولِدِہ قدرَنّ ابلیسُ رنّة فسحقاله ماذا یفید رنینه

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت شیطان بہت غم والم کے ساتھ چیخا۔ پس ہلاک ہو وہ اس کے چیخنے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔

باب نمبر ۱۰

شب ولادت (ﷺ) کی رات

سیدہ آمنہ پر اللہ کی کرم نوازیاں

سدا بہار پھول کی مہک

کوئی ڈیڑھ ہزار برس کی بات ہے کہ ہماری اس کائنات میں ایک ایسی حیرت انگیز بہار آئی تھی...... جو پھر کبھی ختم ہی نہ ہوئی...... اس بہار ایک باغ میں ایک خوشنما پھول کھلا تھا...... جس کی مہک بے حد مفرح تھی...... بہار ختم ہوئی، خزاں گزری، گرما شروع ہوا...... سرما کے تندو تیز جھونکے چلے...... پودوں اور درختوں سے رونق ختم ہوئی...... پرندوں نے چہچہانا چھوڑ دیا...... مگر اس سدا بہار پھول پر اس سے کوئی ناگوار اثر مرتب نہ ہوا...... اس کی مہک بس بڑھتی ہی چلی گئی......

پھر ہوا کے جھونکوں نے...... اس حسین پھول کے بیج اور کونپلیں دنیا کے بے شمار باغوں میں پھیلا دیں...... اور دیکھتے ہی دیکھتے...... کائنات کے گوشے گوشے میں خوش نما پھولوں کی...... ایسی دلفریب قسمیں پھیلنے لگیں...... جن کی مہک سدا بہار تھی...... جن کے گرد پرندے...... ہر موسم میں...... محبت اور مسرت کے گیت گاتے تھے...... اور جو افسردہ چہروں کو نئی رونق اور نئی زندگی بخشتے تھے۔

وہ حسین پھول آج بھی ساری دنیا کے باغوں کی زینت ہے...... ہر خطہ کے لوگ...... اس سدا بہار پھول کی خوشبو سے...... لطف اندوز ہوتے چلے آرہے ہیں...... اس خوشنما پھول کو کھلے مدتیں بیت چکی ہیں...... مگر وقت گزرنے کے ساتھ

ساتھ اس کی مہک میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے......اور آج سبھی لوگ مانتے ہیں کہ ایسا دلفریب پھول کبھی کہیں کھلا ہے......اور نہ کھلے گا......سدا بہار کے اس حسین پھول کی کہانی انوکھی بھی ہے......اور دل چسپ بھی۔

بہترین انسان کی پیدائش

یہ پیارا پھول موسمِ بہار میں جزیرہ نمائے عرب کے مشہور شہر مکہ میں کھلا تھا۔ اس علاقے کے مروجہ کیلنڈر کے مطابق یہ مبارک دن پیر ۱۲ ربیع الاول عام الفیل تھا۔ عیسوی حساب سے آپ ﷺ کا یومِ ولادت ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بنتا ہے۔

اس مسرتوں بھرے دن دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے پیارے انسان یعنی حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے تھے۔

آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ تھا۔ عبداللہ بہت نیک سیرت اور بلند کردار نوجوان تھے۔ حضرت آمنہ اپنے نیک شوہر کی طرح نہایت بلند اخلاق خاتون تھیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب مشہور قبیلہ قریش کے معزز سردار بھی تھے اور مکہ شہر کے رئیس بھی۔

چنانچہ آنحضور ﷺ والد اور والدہ دونوں اطراف سے اعلیٰ خاندانی اوصاف اور اچھی شہرت میں پروان چڑھے۔ اس زمانے کے عرب میں دستور تھا کہ شادی کے بعد تین دن تک اپنی محترم بیوی آمنہ کے گھر ٹھہرے رہے۔ پھر آمنہ بی بی کو ساتھ لے کر اپنے آبائی گھر لوٹ آئے۔ کچھ عرصہ بعد تجارت کے سلسلہ میں آپ کو شام جانا پڑا۔

واپسی پر چند ماہ سفر میں رہنے کے بعد آپ مکہ لوٹتے ہوئے مدینہ ٹھہرے تو بیمار پڑ گئے۔ یہ علالت جان لیوا ثابت ہوئی اور آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کو مدینہ ہی

میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی وفات کی خبر مکہ پہنچی تو آپ کے گھر کہرام مچ گیا۔

سیدہ آمنہ کے حمل کے ایام بہت پرسکون گزرے

سیدہ آمنہ کی یہی خوش بختی کیا کم تھی کہ انہیں حضرت عبداللہ جیسا مثالی شوہر ملا تھا کہ اس پر مزید سعادت یہ حاصل ہوگئی کہ ان کا بطنِ اطہر قرار گاہِ نور مصطفیٰﷺ بن گیا۔ یہ حمل اس طرح کا حمل نہ تھا، جیسے عموماً ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیا کا سب سے انوکھا اور منفرد حمل تھا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں:۔

مَاشَعُرْتُ اِنِّیْ حَمَلْتُ بِهٖ وَجَدْتُ لَهٗ ثِقْلاً كَمَا تَجِدُ النِّسَآءُ اِلَّا اَنِّیْ اَنْكَرْتُ رَفْعَ حَيْضَتِیْ وَاَتَانِیْ اٰتٍ وَاَنَا بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَقَالَ هَلْ شَعُرْتِ اَنَّكِ حَمَلْتِ؟ فَكَاَنِّیْ اَقُوْلُ مَا اَدْرِیْ وَقَالَ اِنَّكِ حَمَلْتِ، بِسَيِّدِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَنَبِيِّهَا فَذٰلِكَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ

مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جوان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایام ماہواری بند ہوگئے ہیں۔ ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا: آمنہ! تجھے علم ہوا ہے کہ تو حاملہ ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے۔ اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا۔

فرماتی ہیں کہ حمل کے ایام بڑے آرام سے گزرے۔ جب وقت پورا ہوگیا، تو وہی فرشتہ جس نے مجھے پہلے خوشخبری دی تھی۔ وہ آیا اس نے آکر مجھے کہا:۔

قُوْلِیْ اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

یہ کہو کہ میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ چاہتی ہوں۔

محمد ﷺ نام رکھنے کا حکم

ابن عباس سے ہی روایت ہے:۔

عن ابن عباس ؓ کانت آمنه تحدث وتقول اتانی آت حین مربی من حملی ستة اشهر فی المنام وقال لی یاآمنة انک حملت بخیر العالمین فاذا ولدتیه فسمیه محمد واکتمی شانک (نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۴، مواهب ج ۱ ص ۲۱)

حضرت آمنہ بیان کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ جس وقت میرے حمل کو چھ مہینے گزر گئے کوئی آنے والا میرے پاس خواب میں آیا اور مجھ سے کہا اے آمنہ! تم خیر العالمین کے ساتھ حاملہ ہو۔ جس وقت اسے جنوتو اس کا نام محمد ﷺ رکھو اور اپنے اس امر کو چھپائے رکھو۔

علامہ معین کاشفی فرماتے ہیں:۔

چوں فرزندت متولد شود اورا محمد نام کن

جب تیرا فرزند متولد ہو تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا۔

(معارج النبوہ رکن اول ص ۴۰۸)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

برکت نام محمد ﷺ

علامہ معین کاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے، مگر بچپن ہی میں فوت ہو جاتا ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-

اس دفعہ جب تجھے حمل ہو جائے تو ارادہ کر لینا کہ بچے کا نام محمد رکھے گی۔ مجھے امید ہے کہ وہ بچہ لمبی عمر پائے گا اور اس کی نسل میں برکت ہوگی۔ وہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا میرا وہ بچہ زندہ رہا اور کثیر تعداد میں صاحب اولاد ہوا۔

آمنہ کے سرہانے قدرتی تعویز

ابونعیم، بریدہ رحمتہ اللہ علیہم ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا گیا:-

تم خیر البریہ اور سید المرسلین سے حاملہ ہو لہٰذا جب ان کی تمہارے بطن سے ولادت ہو تو ان کا نام احمد اور محمد رکھنا اور اس تختی کو ان کے گلے میں لٹکا دینا۔

پھر جب میں بیدار ہوئی تو میرے سرہانے ایک تختی موجود تھی۔ جس پر لکھا تھا:-

اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ	میں پناہ مانگتا ہوں وحدہ لاشریک کی
حَاسِدٍ وَکُلِّ خلْقٍ ر. ائِدٍ مِنْ قَائِمٍ	ہر حاسد کے شر سے ہر بھٹکی مخلوق سے
وَ قَاعِدٍ عَنِ السَّبِیْلِ عَائِدٍ عَلَیَ	کھڑی ہو یا بیٹھی ہوئی جو سیدھی راہ

الْفَسَادِ جَاهِدٍ مِنْ نَافِثٍ اَوْ
عَاقِدٍ وَكُلِّ خَلْقٍ مَارِدٍ يَاْخُذُ
بِالْمَرَاصِدِ فِيْ طُرُقِ الْمَوَارِدِ
اَنْهَاهُمْ عَنْهُ بِاللّٰهِ الْاَعْلٰى
وَاَحُوْطُهُ مِنْهُمْ بِالْيَدِ الْعُلْيَا
وَالْكَفِّ الَّذِيْ لَا يُرٰى يَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ وَحِجَابُ اللّٰهِ دُوْنَ
عَادِيْهِمْ لَا يَطْرُدُوْهُ وَلَا يَضُرُّوْهُ
فِيْ مَقْعَدٍ وَلَا مَنَامٍ وَلَا مَسِيْرٍ وَلَا
مَقَامٍ اَوَّلَ اللَّيَالِيْ وَآخِرَ الْاَيَّامِ
(فضائل کبریٰ و دلائل نبوۃ والبدایہ والنہایہ)

سے ہٹی ہوئی ہے اور فساد کے لئے کوشاں ہے اور پناہ مانگتا ہوں ہر پھونکنے اور گرہ لگانے والے سے اور مردود مخلوق سے جو لوگوں کی گذرگاہوں پر گھات لگائے بیٹھتی ہے۔ آگے یہ لکھا تھا کہ میں اس بچے کو خدائے برتر کی پناہ میں دیتا ہوں اور اسی کے دست زبردست ونہاں کے حوالے کرتا ہوں۔ دستِ خدا ان پر غالب ہے اور پردۂ الٰہی ان کے آگے ہے تو تا ابد کسی حال میں انہیں نقصان نہ پہنچے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت آمنہ کہتی تھی کہ میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اور گرانی برداشت نہیں کی۔

گھر نور سے بھر گیا

عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی۔ تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آگریں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۲۶)

آپ ﷺ کی برکت سے پتھر موم بن گئے

آثار الاول :- اخبار الدول وکانت أمنة اذا مشت فی الدار الحجر یلین تحت قدمها

بی بی آمنہ ایام حمل میں جب راستہ چلتی تھیں جو پتھر ان کے قدموں میں آتا وہ موم کی طرح نہایت نرم ہو جاتا۔

یہ سب کچھ برکت جناب رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ پتھروں کے موم ہو جانے میں اشارہ تھا۔ اے آمنہ تمہارے حمل میں وہ نبی تشریف رکھتے ہیں۔ جو پتھروں جیسے سنگدلوں کٹے کافروں کو موم بنا کر دائرہ اسلام میں داخل کریں گے۔ آپ کے خلق عظیم کی تاثیر ایام حمل میں ثابت ہو چکی تھی۔

وکانت اذاارادت ان تستقی من البیر یطلع الماء الی فم البیر ویجری تحت قدمها.

جب بی بی کسی کنویں سے پانی بھرنا چاہتیں تو فوراً کنویں کی تہہ سے پانی نکل کر آپ کے قدموں میں بہنے لگتا۔ پھر بلا تکلف جس قدر چاہتیں بھر لیتیں۔

جب آپ وہاں سے تشریف لے جاتیں، پانی کنویں کا اپنی جگہ اتر جاتا۔ اللہ نے حضور ﷺ کے سبب آپ کی والدہ کو حمل کے دنوں میں پانی کھینچنے کی مشقت سے بچایا اور کنویں کی تہہ سے پانی باہر نکال کر آپ کے پیروں میں بہایا۔

اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ پر ایمان لا کر آپ کی پیروی کریں گے، انہیں ہر طرح کی موت اور قبر اور حشر کی تکلیفوں سے بچایا جائے گا۔ یہ ہی مطلب حدیث میں آیا ہے۔

لیس علیٰ لعل لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وحشۃ فی قبورھم ولا نشورھم

لاالٰـہ الا اللّٰـہ محمد رسول اللّٰـہ والوں کو نہ قبر میں تکلیف ہوگی نہ حشر میں انہیں بلا مشقت اور بلا دقت جنت ملے گی۔

جس طرح ایام حمل میں بی بی آمنہ کو کنوئیں کا پانی بلا مشقت ملا۔

دھوپ میں نور کا سایہ

وکانت عمامۃ النور تظلل علیٰ واسھا والطیور تنزل من الجر تبترک بفوادھا

بی بی آمنہ کے سر پر ایک نورانی نہایت سفید ابر دھوپ کے وقت سایہ کرتا اور پرند جانور اتر کر آپ کی زیارت اور آپ کے قلب مبارک سے برکت حاصل کرتے تھے۔

یہ جانور دنیا کے جانور نہ تھے۔ آسمان کے ملائک تھے۔ بہر صورت یہ زیارت بی بی آمنہ کی نہ تھی، بلکہ اس عفیفہ کے حمل مبارک میں جو آفتاب رسالت مخفی تھا، یہ ان کی زیارت تھی۔ اور اس کی مثال ایسی ہے، جیسی کہ اندھیری رات میں رستہ چلنے والے مسافر گھڑی گھڑی آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں، کہ کب وہ وقت آوے کہ چاند طلوع کرے اور یہ اندھیرا راستہ روشن ہو۔ اسی طرح یہ جانور بی بی آمنہ کو گھڑی گھڑی دیکھے کہ کب وہ وقت آئے گا۔

آپ ﷺ کی پیدائش پر جنت کے دروازے کھل گئے

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حضرت آمنہ کے بطن مبارک میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، جمعہ کی رات تھی۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:-

امر اللّٰہ تعالیٰ فی تلک اللیلة رضوان خازن الجنان ان یفتح الفردوس وینادی منادفی السموٰات والارض الا ان النور المخزون المکنون الذی فی ھذہ اللیلة یستقر فی بطن امه الذی فیه یتم خلقه ویخرج الی الناس بشیر ونذیرا

(مواہب ج ا ص ١٩)

اللہ تعالیٰ نے خازن جنت کو (اس رات) حکم فرمایا کہ جنت کے دروازے کھول دے منادی کرنے والا زمین وآسمان میں یوں پکار دے (اے آسمان اور زمین کے رہنے والو! تم سن لو) کہ وہ نور مخزون ومستور جس سے نبی ہادی پیدا ہوں گے آج رات اپنی والدہ کے بطن میں قرار پکڑے گا جس میں آپ کی خلقت ہوگی وہ نبی (اپنی ماں کے پیٹ سے) آدمیوں کی طرف (ایسے حال میں) ظہور کرے گا کہ وہ بشیر اور نذیر ہوگا۔

آسمان کے ستارے جھک گئے

دلائل ابو نعیم عن عثمان ابن ابی العاص قال حدثنی امی انھا شھدت و ولادته آمنة ام رسول اللّٰہ ﷺ لیلة ولدته قالت فماشئی انظر الیه فی البیت الانور والی لا نر الی النجوم تد نوحتی انی لا قول

عثمان بن ابی العاص کی والدہ کہتی ہیں کہ میں اس رات کو کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ بی بی آمنہ کی خدمت میں حاضر تھی۔ مجھے آمنہ کے گھر میں سوائے نور کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے ستارے آمنہ کے حجرے سے نزدیک ہوئے چلے آتے

لیقعن علی (خصائل کبریٰ) ہیں۔ مجھے یہ خیال ہوتا کہ کہیں یہ ستارے مجھ پر نہ گر جائیں۔

عثمان کی والدہ نے جو نور حجرہ مبارک میں ولادت سے قبل دیکھا، یہ نور ملائک کے روشن چہروں کا تھا۔ جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت کے لئے حجرہ کے اندر حاضر تھے۔ آسمان کے ستاروں کا نیچے آتے ہوئے دیکھنا، یہ وہ ملائک تھے، جو حجرہ مبارک کو باہر سے مشرق سے مغرب تک زمین سے آسمان تک گھیرے ہوئے تھے۔ ان کے روشن چہرے مل کر ستاروں کی صورت میں نظر آئے۔

مشرق ومغرب روشن ہوگیا

طبرانی وبیہقی میں ہے:-

ان امنة قالت لما فصل منی خرج معه نور ضیاء له مابین الشرق والمغرب رایت قصور الشام والبصری فیه.

بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت مبارک کے وقت ایک عظیم الشان نور پیدا ہوا۔ جس نے مشرق سے مغرب تک تمام جہاں کو روشن کر دیا۔ اور ملک شام کے محل اس روشنی میں نظر آنے لگے۔

پھر جب آمنہ نے وضع حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا، جس سے کہ ہر شئے روشن ہوگئی۔ یہاں تک میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

رسول اللہ کی مزید برکتیں

اس بارے میں بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ان کے پیٹ میں رہنے سے پورے حمل کے زمانے میں کوئی

بوجھ یا تھکن محسوس نہیں ہوئی۔ صرف حیض کی علامت ہی ایسی ہو سکتی تھی، جس سے ان کو اپنے حاملہ ہونے کا خیال ہوتا۔

مگر آگے خود حضرت آمنہ کہہ رہی ہیں کہ مجھے اکثر حیض رک رک کر ہوا کرتا تھا۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی برکت اور ایک انوکھی بات تھی، ورنہ خاص طور پر لڑکی کو پہلے حمل میں بہت زیادہ پریشانی اور تھکان رہتی ہے۔

کیونکہ پہلے حمل میں اس کی طبیعت اور جسم کا نظام اس بوجھ کا عادی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد حضرت آمنہ کی مندرجہ بالا روایت کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرا حیض کبھی رک جایا کرتا تھا اور پھر شروع ہو جایا کرتا تھا۔

اس لئے اس کا رک جانا اس بات کی دلیل نہیں بنا کہ ان کو حمل ہو گیا تھا۔ اور یہ روایت میں گزر ہی چکا ہے کہ حضرت آمنہ کو اس کا علم ہی نہیں ہوا کہ ان کو حمل ہو گیا ہے۔ اس سے غالباً یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حمل میں آنے سے پہلے ان کو کئی بار حیض آچکا تھا۔ (مؤلف کہتے ہیں) مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ پہلے کتنی بار حیض ہوا تھا۔

سیدہ آمنہ کو ندائے غیبی

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں آنے سے پہلے دو مرتبہ حیض ہوا تھا۔ پھر حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک شخص آتا۔ یعنی ملائکہ میں سے اس وقت میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھی۔

یعنی جسے نیم غنودگی کہا جا سکتا ہے) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس وقت میں ایسی حالت میں تھی جیسے ایک سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت والے شخص کی ہوتی ہے۔ پھر اس آنے والے نے مجھ سے کہا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم اپنے شکم میں اس
امت کے سردار اور نبی کو حمل کی صورت میں
لئے ہوئے ہو؟

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ سردار دو عالم ﷺ کو اپنے شکم میں لئے ہوئے ہو؟ پھر کچھ عرصے کے بعد جب پیدائش کا وقت قریب آ گیا تو وہی شخص پھر میرے پاس آیا کہ تمہارے یہاں پیدائش ہو تو یہ کہنا:۔

أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ ، مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدِ

''میں اس بچے کے لئے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں ہر حسد کرنے
والے کے شر اور برائی سے۔''

حضور کا نام محمد ﷺ رکھنے کا حکم غیبی

اس نومولود کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک نور نکلے گا، جس سے ملک شام میں بصریٰ کے محلات بھر جائیں گے۔ جب وہ بچہ پیدا ہو جائے، تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا۔ کیونکہ تورات میں ان کا نام احمد ﷺ ہے کہ آسمان والے اور زمین والے ان کی حمد کرتے ہیں اور انجیل میں ان کا نام احمد ﷺ ہے۔ آسمان والے اور زمین والے ان کی حمد و تعریف کرتے ہیں۔ اور قرآن میں ان کا نام محمد ﷺ ہے۔

(حوالہ و تشریح ختم از البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۲۶۳)

اگر یہ ثابت ہے کہ حضرت آمنہ نے یہ شعر آپ ﷺ پر پڑھا تھا، تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے آنحضرت ﷺ کے لئے نظر بد سے تحفظ کیا تھا۔

بوقت پیدائش جانوروں کی صدائیں

اس روایت کے ہوتے ہوئے ممکن طور پر صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت آمنہ کے پاس وہ فرشتہ دوبارہ آیا ہو۔ واللہ اعلم

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ کے شکم میں آنحضرت ﷺ کے بصورت حمل ظہور کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ تھی کہ اس رات قریش کا ہر جانور بول اٹھا یعنی جس رات میں آنحضرت ﷺ کا بصورت حمل ظہور ہوا۔

اس رات سے پہلے کے دن میں آنحضرت ﷺ کی کرامت کی وجہ سے (قریش کا ہر جانور بول اٹھا) یعنی پیچھے گزرنے والی اس روایت کی بناء پر کہ جب حضرت عبداللہ نے حضرت آمنہ سے ہم بستری کی تو (حمل کے ساتھ ساتھ) وہ نور عبد اللہ میں سے نکل کر حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ غرض اس رات قریش کا ہر جانور یہ بول اٹھا:۔

> رسول اللہ ﷺ بصورت حمل اپنی والدہ کے شکم میں تشریف لے آئے ہیں اور کعبے کے رب کی قسم ہے کہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ہر ہر بادشاہ کا تخت الٹا ہو گیا ہے۔

دعاءِ ابراہیمی علیہ السلام اور بشارت عیسوی علیہ السلام:۔

زہری فرماتے ہیں کہ حاکم نے یہ روایت بیان کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اپنے متعلق کچھ بتلایئے۔ آپ نے فرمایا:۔

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ہوں اور اپنے بھائی عیسیٰ

علیہ السلام کی بشارت وخوشخبری ہوں۔ جب میں اپنی والدہ کے شکم میں بصورت حمل آیا تو انہوں نے دیکھا کہ گویا ان سے ایک نور نکلا ہے۔ ایک روایت کے لفظ ہیں کہ گویا ایک چراغ نکلا ہے۔ اور ایک روایت کے لفظ ہیں کہ گویا ایک شہاب (یعنی آگ کی چمک یا ستارہ) نکلا ہے۔ جس سے ملک شام میں بصری کے محلات روشن ہو گئے۔

خواب اور بیداری میں شہابی روشنی

حافظ عراقی فرماتے ہیں جو آگے ذکر ہوگا کہ انہوں نے (یعنی آنحضرت ﷺ کی والدہ نے دیکھا کہ ولادت کے وقت ان سے ایک نور نکلا۔ یہ روایت زیادہ معتبر ہے کیونکہ اس کی سند اور راویوں کا سلسلہ زیادہ مضبوط ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت آمنہ سے یہ نور دو مرتبہ نکلا ہو۔ پہلے حمل کے وقت اور دوسرے ولادت کے وقت اور دونوں مرتبہ بیداری کی حالت میں ہی نکلا ہو۔ اس میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ حمل کے وقت جو نور انہوں دیکھا وہ خواب کی حالت میں ہو۔

جیسا کہ آنے والی روایت سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے۔ اور یہ دوسری مرتبہ اس کا نظر آنا جاگنے کی حالت میں ہو۔ اس طرح دونوں حدیثوں میں کوئی مخالفت باقی نہیں رہتی۔ یہاں تک حافظ عراقی کا قول ہے۔

یہ نور نورِ شریعت تھا

البدایہ والنہایہ میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت آمنہ کہتی

ہیں: جس زمانے میں میں ان کو یعنی آنحضرت ﷺ کو بصورت حمل اٹھائے تھی، تو مجھے کبھی کوئی بوجھ اور تھکن محسوس نہیں ہوئی، یہاں تک کہ آپ پیدا ہو گئے۔

جب آپ میرے جسم سے جدا ہوئے، تو آپ کے ساتھ ساتھ ایک نور نکلا، جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان کا سارا حصہ روشن ہو گیا۔ پھر آپ اس طرح زمین پر تشریف لائے کہ اپنے ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے۔

پھر آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی اپنے ہاتھ میں اٹھائی اور اپنا چہرہ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ (ص ۲۶۴ ج ۲)

کتاب مواہب میں ہے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت نور کے نکلنے سے اس نور کی طرف اشارہ ہے، جو آپ ﷺ لے کر آئے۔ یعنی شریعت اسلام جس سے ساری دنیا نے ہدایت حاصل کی اور جس نے کفر اور شرک کے اندھیاروں کو ختم کر دیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ "وَّكِتَابٌ" مُّبِيْنٌ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(سورۂ مائدہ ع ۳)

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح یعنی قرآن مجید کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

نرالی شان کا حمل:-

ابن حبان حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت آمنہ سے روایت بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا:-

میرے اس بچے کی نرالی شان ہے۔ یہ میرے پیٹ میں تھے تو مجھے کوئی بوجھ اور تھکن محسوس نہیں ہوئی۔ میرے لئے اس حمل میں بالکل بوجھ نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اس سے زیادہ برکت والا حمل دیکھا۔

حضور ﷺ اور مدت حمل

بعض روایتوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ دس مہینے ماں کے پیٹ میں رہے۔ بعض میں ہے کہ چھ مہینے بعض میں ہے کہ ساتھ مہینے اور بعض میں ہے کہ آٹھ مہینے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔

(اگر آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی آٹھ مہینے والی روایت کو مان لیا جائے) تو یہ بھی ایک آیت اور معجزہ ہوگا۔ کیونکہ حکماء اور نجومیوں کا قول یہ ہے:-

جو بچہ آٹھ مہینے میں پیدا ہوتا ہے وہ زندہ نہیں رہتا۔ جبکہ نو مہینے ساتھ مہینے اور چھ مہینے میں ہونے والا بچہ زندہ رہتا ہے۔ حالانکہ چھ مہینے کی مدت حمل کی کم سے کم مدت ہے۔

حکماء اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ بچہ ساتویں مہینے کے پورا ہونے کے وقت پیٹ سے باہر نکلنے کے لئے حرکت کرتا ہے۔ یہ ایک سخت حرکت ہوتی ہے، جو

چھٹے مہینے کی حرکت سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ (اب اس حرکت سے بچہ پیدا ہو گیا تو زندہ رہ جاتا ہے اور اگر پیدا نہیں ہو سکا تو وہ پیٹ میں سکون سے رک جاتا ہے۔

چونکہ اس حرکت سے اس کو کمزوری اور تھکن ہو جاتی ہے اس لئے وہ آٹھویں مہینے میں بالکل حرکت نہیں کرتا۔ اسی لئے اس مہینے میں (یعنی آٹھویں مہینے میں اس کی حرکت پیٹ میں بہت کم ہو جاتی ہے۔

لیکن اس نے پھر حرکت کی اور پیدا ہو گیا تو اس کو بہت زیادہ کمزوری اور تھکن ہو جاتی ہے اور دو مسلسل اور کمزور کر دینے والی حرکتوں کی وجہ سے جب کہ وہ پہلے ہی کمزور تھا وہ بچہ زندہ نہیں رہتا۔

باب نمبر ۱۱

دودھ پینے کا زمانہ

سب سے پہلے حضور ﷺ نے ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا۔ پھر اپنی والدہ حضرت آمنہ کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئی اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انہی کے پاس آپ کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۸ ج ۱)

حضور ﷺ کی پیدائش پر ثوبیہ باندی کی آزادی

جب جانِ دو عالم کی ولادت ہوئی، تو ثوبیہ رضی اللہ عنہا اپنے آقا ابولہب کے پاس دوڑی گئی اور اسے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کے بھائی عبداللہ کا بیٹا ہوا ہے۔ ابولہب کو اپنے مرحوم بھائی کی نشانی پیدا ہونے پر اتنی مسرت حاصل ہوئی کہ اس نے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے ثوبیہ سے کہا:-

اِذْهَبِیْ اَفَاَنْتَ حُرَّہ جا اس خوشی میں تجھے آزاد کیا.

ثوبیہ تم نے مجھے بھتیجے کی خوشخبری دی ہے، میں تمہیں آزادی کا پروانہ دیتا ہوں۔ جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ ثوبیہ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اسے شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ اس لئے صم بکم کھڑی آقا کا منہ تک رہی ہے۔ ابولہب اس کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد جب اس کی یہ حالت بدل جاتی ہے تو آقا سے پوچھتی ہے:

آقا کیا آپ نے واقعی مجھے آزاد کر دیا ہے؟

ابولہب نے کہا: ہاں اپنے بھتیجے کے صدقے میں تجھے آزاد کر دیا ہے۔ثوبیہ کہتی ہے میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ ابولہب کہتا ہے جب تک آمنہ اپنے بیٹے کیلئے دائی کا بندوبست نہ کر سکے، اس کو دودھ پلاؤ۔

ثوبیہ کہتی ہے میں نے دو سال قبل آپ کے حکم سے آپ کے ننھے بھائی حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو دودھ پلایا تھا۔اب آپ کے بھتیجے کو بھی خوشی سے پلاؤں گی۔ابولہب کہتا ہے میں تمہیں اس کی مزدوری بھی دوں گا۔ثوبیہ کہتی ہے خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے مجھے نئی زندگی بخش دی ہے۔

اگرچہ ثوبیہ کو رضاعت کی سعادت صرف چند روز حاصل ہوئی، (جانِ دو عالم کو اس چند روزہ رضاعت کا بھی اس قدر پاس تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو جب تک ثوبیہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، آپ ان کے لئے وہاں سے تحفے تحائف ارسال کرتے رہے۔

جانِ دو عالم ﷺ سے پہلے ثوبیہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔اس لحاظ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا ہونے کے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔اسی لئے جب ایک دفعہ جانِ دو عالم ﷺ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ کے رشتے کی پیش کش کی گئی تو آپ نے منع فرما دیا۔اور فرمایا:-

اِنَّهَا لَا تَحِلُّ بِیْ اِنَّهَا بِنْتُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ	وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۶۸)

چالیس سال بعد جب جانِ دو عالم منصب نبوت سے سرفراز ہوئے اور آپ نے ...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ...... کا اعلان کر کے بزم کفر شرک کر درہم برہم

کر دیا، تو وہی چچا جس نے آپ کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ رضی اللہ عنہا کو آزادی کا انعام بخشا تھا آپ کا کٹر مخالف بن گیا۔ اس کی بیوی ام جمیل شوہر سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔

حضور ﷺ سے دشمنی پر ابولہب کا خوفناک انجام

دونوں نے آپ کے خلاف محاذ بنا لیا اور آپ کی دل آزاری اور ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اللہ تعالیٰ اس قدر غضبناک ہوا کہ ان دونوں کے عبرتناک انجام پر مشتمل ایک مستقل سورۃ نازل فرما دی:۔

......تبت یدا ابی لھب......

ابولہب کی موت چیچک کی وجہ سے واقعہ ہوئی تھی اور عرب میں چیچک کو اس قدر منحوس و متعدی مرض سمجھا جاتا تھا کہ کوئی شخص مریض کے قریب بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ چنانچہ ابولہب کی لاش بھی تین دن تک پڑی سڑتی رہی۔

جب تعفن پھیل گیا تو ایک شخص نے ابولہب کے بیٹوں سے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے باپ کی لاش گل سڑ رہی ہے اور تم نے اب تک اسے دفن نہیں کیا؟ چار و ناچار بیٹوں نے اسے دفن تو کر دیا مگر کس عبرتناک طریقے سے؟؟؟

معاذ اللہ! بعض روایات میں آیا ہے کہ اس کے لئے گڑھا کھودا گیا اور اس کی لاش کو لمبی لمبی لاٹھیوں سے دھکیل کر اس میں پھینک دیا گیا۔ پھر گڑھا پاٹ دیا گیا۔

اور بعض روایات کی رو سے اس کی لاش کو کسی نہ کسی طرح ایک گرنے پر آئی ہوئی دیوار کے قریب پہنچایا گیا اور دیوار کو دھکہ دے کر اس پر گرا دیا گیا۔ پھر بھی جسم کے بعض حصے نظر آ رہے تھے چنانچہ دور سے پتھر مار مار کر ان حصوں کو ڈھانپ دیا گیا۔

(الزرقانی ج ۱ ص ۵۴۵)

"وذالک جزاء الظّٰلمین"

یہ انجام ہوا اس حسین وجمیل شخص کا جسے شفق رنگ رخساروں اور گلنار چہرے کی مناسبت سے ابولھب (شعلہ رو) کہا جاتا تھا۔ جبکہ اس کا حقیقی نام عبدالعزیٰ تھا۔

حضرت عباس کا ابولہب کوخوب میں دیکھنا

جب ابولھب مرگیا، تو تقریباً ایک سال بعد حضرت عباس ﷺ نے اس کو خواب میں دیکھا پوچھا: مَاحَالُکَ؟ ابولہب نے جواب دیا:۔

براحال ہے، جہنم میں جل رہا ہوں۔ مرنے کے بعد راحت کا کوئی لمحہ مجھے میسر نہیں آیا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے اپنے بھتیجے کی ولادت پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس کا مجھے یہ انعام ملا ہے کہ سوموار کے دن میری انگلی اور انگوٹھے کے درمیان سے پانی نکلتا رہتا ہے اور میں اسے چوستا رہتا ہوں۔

حافظ شمس الدین نے لکھا ہے:۔

جب ایک کافر کے بارے میں جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی، جس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہ روایت ہے کہ ہر سوموار کو اس کے عذاب میں محض اس لئے تخفیف ہو جاتی ہے کہ اس نے ولادت احمد ﷺ پر مسرت کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جو زندگی بھر احمد ﷺ کی آمد پر مسرور رہے اور اس کا خاتمہ توحید پر ہو۔

باب نمبر ۱۲

حضور ﷺ کی دائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مکہ آمد

بنوسعد کا ایک چھوٹا سا قافلہ مکہ کی طرف رواں دواں ہے۔ اس میں عورتیں زیادہ اور مرد کم ہیں۔ کچھ اونٹوں پر سوار ہیں کچھ پیدل ہیں۔ ان کے ساتھ بکریاں بھی ہیں۔ وہ پڑاؤ کرتے اور مویشیوں کو چراتے ہوئے مکہ کی طرف چلے آ رہے ہیں۔

ان کے اپنے علاقہ میں تقریباً قحط سالی ہے۔ اس لئے جانور کمزور اور اہل قافلہ دبلے ہیں۔ اس قافلہ کے آخر میں ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کو لئے ہوئے ایک سفید گدھے پر سوار ہے جو بے حد مریل سا نظر آتا ہے۔

اس کی رفتار سست ہے اور بار بار پٹنے کے باوجود بھی اس کے قدم بدستور سست ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دبلی پتلی بکریاں ہیں۔ جن کے تھن سوکھے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان میں دودھ کا نام تک نہیں ہے۔

اس کا خاوند بکریوں کو ہانکتا ہوا آ رہا ہے۔ ان دونوں کے چہرے پژمردہ سے ہیں۔ جن پر مایوسی کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ مکہ سے ایک منزل دور ہی تھک ہار کر رہ جاتے ہیں۔ ان کا گدھا اور اونٹ آگے بڑھنے سے عاجز ہیں۔ اس لئے قافلہ ان کا انتظار کئے بغیر اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ اور عورت تھکے ہارے لہجے میں کہتی ہے۔

ہم بڑے بدنصیب ہیں، جو منزل کے قریب پہنچ کر پیچھے رہ گئے ہیں ہمارے ساتھی آج ہی شہر میں داخل ہو کر اچھے اچھے گھرانوں

کے بچے دودھ پلانے کے لئے حاصل کرلیں گے اور ہم رہ جائیں گے۔خدا جانے ہمیں کوئی ملے گا بھی یا نہیں؟

اس کا خاوند نہایت افسردگی کے عالم میں کہتا ہے:۔

ہمارا گدھا کمزور اور بکریاں دبلی ہیں یہ تیز رفتار قافلے کا ساتھ کیسے دے سکتے ہیں؟ یہ قسمت کی بات ہے تم کوئی فکر نہ کرو۔کسی نہ کسی گھر تک ہماری رسائی ہو ہی جائے گی۔تم عبداللہ کا خیال رکھو جو دودھ نہ ملنے کی وجہ سے دن رات روتا رہتا ہے۔

عورت کہتی ہے:۔

ہاں میری چھاتیاں خشک ہو رہی ہیں۔عبداللہ میرا لاڈلا دودھ نہ مل سکنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہے،لیکن کیا کریں؟ اگر مکہ سے کوئی بچہ نہ ملا،تو مزدوری کے بغیر ہمارا گزارہ بہت مشکل ہوگا۔

یہ کہہ کر عورت خاموش ہو جاتی ہے اس کی نگاہیں اداس ہیں۔اس کا شوہر بھی پریشان دکھائی دیتا ہے۔وہ ایک رات راستے میں گزار کر دوسرے دن مکہ پہنچتے ہیں۔ان کے ساتھی شہر کے باہر خیمے لگا کر محو آرام ہیں،کچھ عورتیں شہر میں جا چکی ہیں۔کچھ خوش و خرم نظر آتی ہیں۔وہ مکہ کے اونچے گھرانوں کے بچے حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔

قریش کے متمول گھرانوں کی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ خود نہیں پلاتی تھیں۔بلکہ دیہات سے دائیوں کی جوٹولیاں مزدوری کے لئے آتیں،ان کے حوالے کر دیتی تھیں۔تاکہ کھلی ہوا میں بچوں کی پرداخت ہو۔وہ صحت مند اور تندرست رہیں۔اور فصیح عربی بولنا سیکھ جائیں۔

یہ دائیاں اس کے صلہ میں منہ مانگی مزدوری پاتی تھیں۔ یہ ان کا ذریعہ معاش تھا۔ دائیاں خود گھروں میں جا کر اپنی خدمات پیش کرتیں اور مائیں اپنی پسند کی دائیوں سے معاملہ طے کر لیتی تھیں۔ اس قافلہ کی دائیاں وقت پر پہنچ گئی تھیں، اس لئے انہیں بچے حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ البتہ ابھی تک اس شہر میں ایک بچہ ایسا بھی موجود ہے، جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ یہ سیدہ آمنہ کا در یتیم ہے۔

دائیاں امیر گھرانوں کا رخ کرتی ہیں تا کہ زیادہ مزدوری حاصل کر سکیں۔ لیکن جناب آمنہ تو بیوہ ہیں۔ دائیوں کو ان کے ہاں سے منہ مانگے دام ملنے کی امید نہیں ہے۔ سردار عبداللہ کا ورثہ صرف دو اونٹ اور ایک کنیز ہے۔ اس لئے کسی دائی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ وہ ایک یتیم بچے کو لینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انہوں نے اس کی پرورش کو بے سود سمجھا ہے۔

حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے حلیمہ کا انتخاب

وہ اپنے خیموں میں واپس آ کر باتیں کر رہی ہیں اور دیر سے پہنچنے والی دایہ سے ٹھٹھول کرتے ہوئے کہتی ہیں ہم نے تمہارے لئے عبداللہ کا یتیم بچہ چھوڑ دیا ہے۔ جاؤ اسے تم گود میں لے لو۔ یہ بے چاری ان کی باتیں سن سن کر پیشان ہو رہی ہے۔ اتنے میں اس کا خاوند حارث خیمہ گاڑنے سے فارغ ہو کر کہتا ہے

حلیمہ تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟

حلیمہ : قافلہ دو چار روز تک واپس روانہ ہو جائے گا، لیکن میری گود خالی ہے

حارث : پھر کیا کیا جائے؟

حلیمہ : خالی ہاتھ لوٹتے ہوئے تو مجھے شرم آتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس

یتیم کو ہی گود لے لوں۔

حارث : اس یتیم کو لے کر کیا کریں گے؟ اس کا دادا ہمیں کیا دے گا؟ اس کی ماں کے پاس رکھا ہی کیا ہے جو ہمیں دے گی؟

حلیمہ : لیکن خالی ہاتھ لوٹنے سے تو یہی بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے جائیں

حارث : کچھ دیر تک سوچنے کے بعد اچھا تمہاری مرضی، جاؤ تم اسے لے آؤ۔ ہوسکتا ہے اللہ اس میں برکت دے۔

دوسری عورتیں ان کی یہ باتیں سن سن کر مذاق اڑاتی ہیں۔ لیکن حلیمہ طوعاً کرھاً جناب آمنہ کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتی ہیں۔ وہ دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔ برکہ باہر نکل کر پوچھتی ہے تم کون ہو؟ حلیمہ میں بنوسعدیہ کی دایہ ہوں۔ برکہ: اندر آ جاؤ۔ حلیمہ اندر داخل ہوتی ہے۔ سیدہ آمنہ کا روشن چہرہ اسے بے حد پرکشش معلوم ہوتا ہے۔ وہ سلام کر کے ایک چوکی پر بیٹھ جاتی ہے۔

سیدہ آمنہ: کیا تم میرے بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہو؟

حلیمہ: ہم غریب ہیں ہمارے جانور بھی کمزور ہیں۔ اس لئے ہم بہت دیر سے یہاں پہنچے ہیں۔ اب میں ہی باقی رہ گئی ہوں۔ مجھے معلوم ہے آپ کا بچہ یتیم ہے۔ ہمیں زیادہ مزدوری ملنے کی امید بھی نہیں ہے۔ لیکن میں نے سوچا ہے کہ خالی ہاتھ واپس جانے سے اس یتیم کو لے جانا ہی بہتر ہے۔

سیدہ آمنہ کے دل سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ سردار عبد اللہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ بیتے دنوں کی یاد بے چین کر دیتی ہے۔ اور وہ گم سم سی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ برکہ آہستہ آہستہ آپ کا شانہ ہلاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی یہ کیفیت جاتی رہتی ہے۔ برکہ حلیمہ سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ مالکن حضور کو چھوٹے

سردار کی وفات کا سخت صدمہ ہے۔ جب کبھی ان کی یاد آتی ہے تو ایسی ہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ کے جسم مبارک سے کستوری کی خوشبو

حلیمہ کے دل میں سیدہ آمنہ کی عظمت کا نقش ثبت ہو جاتا ہے۔ ان کی صورت اور سیرت نے اسے بے حد متاثر کیا ہے۔ جنابِ آمنہ کو دو روز سے یہ ملال تھا کہ دائیوں نے دوسروں کے بچے تو ہنسی خوشی گود لے لئے ہیں، لیکن ان کے در یتیم کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی ہے۔

انہیں بیوگی اور حسرت کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ لیکن حلیمہ کو دیکھ کر رفتہ رفتہ تازگی سی آجاتی ہے اور اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں:۔

حلیمہ تم اس بچے سے مطمئن رہو۔ یہ بڑی شان والا ہو گا تم اسے نہیں جانتیں۔ حلیمہ میرے بچے کو دیکھو تو سہی۔ سیدہ آمنہ جناب محمد ﷺ کے چہرہ سے کپڑا اٹھاتی ہیں۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ میں جب حضرت عبد المطلب کے گھر پہنچی، تو میں نے ان سے کہا وہ فرزند ارجمند کہاں ہے؟ لائیے تا کہ میں اسے دیکھوں۔ حضرت عبد المطلب مجھے حضرت آمنہ کے پاس لے گئے۔

انہوں نے مجھے اھلاً و سھلاً کہا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اس مکان میں لے گئیں جہاں حضور ﷺ آرام فرما تھے۔ آپ سفید صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ کے جسم مبارک کے نیچے سبز رنگ کا کپڑا تھا اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ جسم مبارک سے کستوری کی مانند خوشبو آرہی تھی۔

حضرت علامہ معین کاشفی عیوں نقل فرمایا ہے:-

چوں روئے اور اباز کردم کود کے دیدم کہ چہرہ مبارکش چوں آفتاب درلمعان بود (معارج النبوہ ج ا ص ۶۲)

جب میں نے آپ کے چہرہ مبارک سے پردہ اٹھایا (زندگی بھر میں پہلی دفعہ ایسے بچے کو دیکھا جس کا مبارک چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا۔

حضور ﷺ کی پرنور آنکھیں

فرماتی ہیں:-

جب میری نظر اس فرزند ارجمند پر پڑی میں ہزار دل وجان سے ان پر قربان ہوگئی۔ آپ کے حسن وجمال کے سبب آپ کو بیدار کرنے سے ڈری میں آہستہ آہستہ آپ کے قریب ہوگئی۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینے مبارک پر رکھا۔

فتبسم ضاحکا وفتح عینیه	آپ نے تبسم فرمایا، میری طرف دیکھنے
لینظر الی فخرج من عینیه	کے لئے آنکھیں کھولیں آپ کی آنکھوں
نور حتی دخل خلال السماء	سے ایک نور نکلا یہاں تک کہ وہ نور آسمان
وانا نظر فقبلته بین عینیه	میں داخل ہوا اس وقت میں دیکھ رہی تھی

(مواهب ج ا ص ۲۸)

اللّٰھم صلی وسلم وآله قدر حسنه وجماله

جناب حلیمہ سعدیہ کا مقدر جاگ اٹھتا ہے۔ اور وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو لے

جانے کے لئے جناب آمنہ سے عرض کرتی ہیں اور جناب آمنہ نہایت مسرت سے اپنے یتیم کو حلیمہ کی جھولی میں ڈال دیتی ہیں۔ اور آنسوؤں اور آہوں سے یتیم بچے کو رخصت فرماتی ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حضرت عبدالمطلب ملے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں بنی سعد کی ایک خاتون ہوں۔ انہوں نے نام پوچھا: تو میں نے بتایا: حلیمہ! یہ سن کر حضرت عبدالمطلب فرطِ مسرت سے مسکرانے لگے۔ اور فرمایا:۔

بخ بخ سعد وحلم خسلتان	واہ! واہ! سعد اور حلم۔ کیا کہنا یہ وہ دو
فهما خير الدهر وعز الابد	خوبیاں ہیں جن میں زمانہ بھر کی بھلائی اور
(سیرت النبویہ احمد بن زینی ۱/۵۶)	ابدی عزت ہے۔

چودھویں کا چاند

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا چہرہ انور کا ذکر یوں فرماتی ہیں۔

يتلا لو وجهه تلالو القمر ليلة البدر (شمائل ترمذی)

آپ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

قارئین کرام! یہ ساری تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ سورج ہو یا چاند کسی کا نور بھی آپ کے نور جیسا نہیں ہوسکتا۔

سورج بھی ان کے در کا ادنیٰ سا ہے سوالی
شمس و قمر سے بڑھ کر چہرہ حضور کا

دونوں بچوں کو آرام سے لٹانے کے بعد اپنا پیٹ بھرنے کی فکر ہوئی۔ میرا خاوند اٹھ کر اونٹنی کی طرف گیا کہ شاید مسلسل نچوڑنے سے کچھ رس ہی پڑے۔ مگر ہماری

حیرت کی انتہا نہ رہی، جب ہم نے دیکھا کہ اونٹنی کے تھن پوری طرح بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے خوب دوُدھ دوھا اور جی بھر کے پیا۔ قحط کے بعد پہلی رات تھی جو ہم نے پوری آسودگی سے بسر کی۔ پرآسائش رات گذارنے کے بعد صبح جب بیدار ہوئے تو میرا خاوند کہنے لگا:-

وَاللّٰهِ يَا حَلِيْمَةُ! لَقَدْ اَخَذْتِ تَسْمَةً مُبَارَكَةً — حلیمہ! واللہ تو تو کوئی بڑی ہی مبارک روح لے آئی ہے۔

میں نے جواب دیا:-

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ ذٰلِكَ — بخدا مجھے بھی یہی امید ہے۔

خوشی ہو کہ تم نے اس ذات مبارک کو لے لیا۔ تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے۔ یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔

ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ اور ایک شخص سبز کپڑے پہنے آپ کے سرہانے کھڑا ہے۔ پھر میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا اٹھیئے اور دیکھیئے۔ شوہر نے کہا:-

اے حلیمہ! خاموش رہو اور اپنی اس حالت کو چھپا کے رکھو۔ کیونکہ (مجھے معلوم ہوا ہے کہ) جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے، یہود کے علماء و احبار نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔ انہیں چین و قرار نہیں ہے۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ نے رخصت کیا۔

حلیمہ کی اونٹنی پر حضور کی برکتیں

سیرت نبویہ دلائل نبوت ابونعیم حلیمہ کے دودھ کی اونٹنی بے حد دبلی تھی۔ اس کا بچہ بھوک کے مارے مر گیا تھا۔ سواری کا جانور بیٹھ کر اٹھنے کا نام نہ لیتا تھا۔ جس وقت بی بی حلیمہ جناب کرامات مآب ﷺ کو گود میں لے کر اپنے خیمہ میں آئیں، مردہ اونٹنی فربہ ہوگئی۔ خشک تھن دودھ سے بھر گئے۔

حلیمہ نے ایک برتن میں اونٹنی کا دودھ نکالا۔ برتن بھر گیا۔ مگر دودھ اسی طرح تھنوں میں بھرا ہوا موجود تھا۔ پھر دوسرا برتن دودھ سے بھرا۔ یہاں تک دودھ کی کثرت ہوئی کہ جس اونٹنی کے تھنوں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ تھا، اس کے دودھ سے آج پانی کی مشک تک بھر گئی۔

سواری کا گدھا ایسی تیزی اور چالاکی سے آنحضرت ﷺ کی خوشی میں اچھلنے لگا۔ حلیمہ کے شوہر نے تعجب سے کہا کہ اے حلیمہ یہ فرزند نہایت مبارک کہاں سے لائی؟ حلیمہ نے کہا کہ کچھ نہ پوچھو کہ کس قدر برکت اور کرامت والا یہ بچہ ہے؟

حلیمہ کے خچر کی گویائی

دایہ حلیمہ کہتی ہیں کہ اس وقت میں نے سنا کہ میرا خچر بولا اور اس نے یہ کہا:۔

خدا کی قسم! میرا معاملہ تو عجیب سے عجیب اور خاص سے بھی زیادہ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد (یعنی انتہائی کمزوری کے بعد) دوبارہ زندہ کیا اور کمزوری کے بعد مجھے طاقت وقوت عطا فرمائی۔

اے بنی سعد کی عورتو! تمہارا برا ہو، تم بڑی غفلت اور بے خبری میں ہو۔ کیا تم جانتی ہو کہ میری کمر پر کون ہے؟ میری کمر پر وہ ہیں، جو بہترین نبی ہیں۔ پیغمبروں

کے سردار ہیں۔ اگلوں اور پچھلوں سب میں بہترین انسان ہیں۔ اور پروردگارِ عالم کے محبوب ہیں۔ یہ قول کتاب نطق مفہوم میں نقل کیا گیا ہے۔

تاریخ الخمیس شواهد النبوت قالت فنظرت الی الاتان وقد سجدت نحوا الکعبة ثلاث سجدات ورفعت راسها الی السماء ثم مشت حتی سبقت دواب الناس

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی سواری کے جانور کو دیکھا کہ اس نے تین دفعہ کعبہ کی جانب سجدہ کیا۔ پھر اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھایا۔ پھر ایسا چلا کہ سارے ساتھ والوں سے آگے نکل گیا۔ آج اس کی چال کو دیکھ کر ساری دائیاں اور قافلے والے تعجب سے پوچھتے اور کہتے تھے کہ حلیمہ یہ وہی جانور ہے، جس پر تم اپنے گھر سے آئیں تھیں؟ وہ جانور تو ایک قدم چلتا دوسرے قدم پر گر جاتا تھا۔

حلیمہ کے بکریوں پر حضورﷺ کی برکتیں

حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں لوگوں یہ وہی جانور ہے۔ قافلہ ابھی مکہ میں ہی تھا۔ دائیاں اپنے اپنے خیموں میں ایک دوسری سے سرگوشیوں میں محو ہیں۔

ایک کہہ رہی ہے:

تم نے حلیمہ کی بکریوں کو دیکھا ان کے تھن دودھ سے بھر گئے ہیں۔

دوسری کہتی ہے:

ان کی اونٹنی کا بھی یہی حال ہے۔

ایک خیمے میں چند مرد بحث وتکرار میں مصروف ہیں۔

ایک کہتا ہے:۔

حارث کل دن بھر اپنی بکریوں کو سامنے والی پہاڑی پر چراتا رہا۔

وہاں جھڑ بیریاں بکثرت ہیں۔ان کے پتے کھانے کی وجہ سے
اس کی بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دوسرا کہتا ہے:۔

میری بکریاں بھی وہاں ہی چرتی رہیں لیکن ان کے تھن بدستور
سوکھے ہوئے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے اپنی
بکریوں کو جس باؤلی سے پانی پلایا ہے اس میں کوئی خاص تاثیر
ہے۔میں بھی آج شام اپنی بکریوں کو وہاں لے جاؤں گا۔

سہ پہر گزرنے پر ایک آدمی اپنی بکریاں حارث کی بکریوں کے پاس لے جاتا ہے تا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر چرتی رہیں۔ دوسرا شخص شام کو اسی باؤلی سے اپنی بکریوں کو پانی پلاتا ہے۔ جہاں حارث کی بکریاں پانی پیتی ہیں۔لیکن غروب آفتاب کے بعد جب دودھ نکالا جاتا ہے تو ان کے منہ لٹک جاتے ہیں۔امیدوں پر اوس پڑ جاتی ہے۔ اور ایک دوسرے کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے شرمسار ہیں۔

ان کے سب اندازے غلط ثابت ہوئے۔ نہ پانی کی تاثیر کام آئی ہے نہ جھڑ بیریوں کے پتوں نے کرشمہ دکھایا ہے۔ان کی بکریوں کا دودھ آج بھی معمول کے مطابق ہے۔اس میں چند بوندوں کا اضافہ بھی نہیں ہوا ہے۔

ان میں سے ایک شخص دبے پاؤں خیمہ میں داخل ہو کر اپنی بیوی سے کہتا ہے تم ذرا حلیمہ کے ہاں جاؤ اور دیکھو بھلا اس کی بکریوں نے آج کتنا دودھ دیا ہے؟ کیوں؟ وہ پوچھتی ہے۔خاوند: ہم نے سارا دن اپنی بکریوں کو اسی جگہ چرایا ہے جہاں حارث کی بکریاں چرتی ہیں۔اسی باؤلی سے پانی پلایا ہے جہاں اس کی بکریاں پانی

پیتی ہیں۔ لیکن ہماری بکریوں کا دودھ آج بھی اتنا ہی ہے جتنا پہلے ہوا کرتا تھا۔ بیوی
: میں ابھی جاتی ہوں۔

وہ روانہ ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر کہتی ہے، غضب ہو گیا۔
خاوند کیوں؟ بیوی:۔

آج تو ان کے تمام برتن دودھ سے لبالب بھرے ہوئے ہیں اور بکریوں کے تھن اب بھی دودھ سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ ان کی اونٹنی کا بھی یہی حال ہے۔
حلیمہ کا اپنا بیٹا عبداللہ خوب دودھ پی کر میٹھی نیند سو رہا ہے۔
حالانکہ اس سے پیشتر وہ رات رات بھر چیختا اور سارا سارا دن روتا رہتا تھا۔ دودھ کی چند بوندیں ہی اسے نصیب ہوتی تھیں۔ لیکن آج تو ماجرا ہی عجیب ہے۔ وہ یتیم بچہ بھی سیر ہو کر سو رہا ہے۔ حلیمہ اور اس کے خاوند حارث کے چہروں پر مسرت دکھائی دیتی ہے۔

خاوند : ہونہہ۔

بیوی : وہ بچہ واہ واہ۔ بڑا ہی خوبصورت اور پیارا ہے میں تو سمجھتی ہوں یہ سب اسی کی برکت ہے۔ ہائے میرے نصیب پھوٹ گئے۔ میں نے امیر گھرانے کو دیکھا اور اسے حقیر جانا لیکن اس کی برکت سے حارث نہال ہو گیا ہے۔ دونوں میاں بیوی شادمان نظر آتے ہیں۔ ان کی بکریاں بھی مزے سے جگالی کر رہی ہیں۔

خاوند : ہونہہ۔

بیوی : میں کہتی ہوں تم لاکھ بکریاں چراؤ، دیوی دیوتاؤں کا راضی کرو، نذرانے دو، ٹونے ٹوٹکے کرو، لیکن اس سے کچھ نہ ہوگا۔ یہ محمد (ﷺ) کی برکت ہے تم کیا کر لو گے۔ اس کا شوہر مہر بہ لب ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کرے تو کیا

کرے۔ یہ ماجرا پہر رات گزرنے تک سب خیموں میں موضوع گفتگو بن چکا ہے۔

لوگ حلیمہ کی قسمت پر رشک کرنے لگے ہیں۔ کل تک وہ اسے بدنصیب سمجھتے تھے آج اسے خوش نصیب کہتے ہیں۔ حارث کی بکریاں منمناتی ہیں۔ گویا کہہ رہی ہوں:۔

نصیب اس کے ہیں جس کے ہاں محمد (ﷺ) ہیں۔ ہمیں دیکھو ان کی برکت سے ہم نہال ہیں۔ دودھ سے ہمارے تھن بھر گئے ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم منمنا رہی ہیں۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم تو ان کے گن گا رہی ہیں۔ انہیں سلام کہہ رہی ہیں۔ ان کا شکر ادا کر رہی ہیں۔ ان کے آجانے سے ہمیں نئی زندگی ملی ہے۔

حلیمہ اس قافلہ کے ساتھ تین روز تک مکہ میں رہتی ہے۔ وہ روزانہ جناب آمنہ کے ہاں آتی ہے۔ ماں اپنے لاڈلے کی دید سے شاد ہو کر حلیمہ سے باتیں کرتی ہے۔ ننھے حضور کی بلائیں لیتی اور لوریاں دیتی ہے۔ اور یوں جناب محمد (ﷺ) کی برکت سے سب مسرور دکھائی دیتے ہیں۔

چوتھے روز قافلہ اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتا ہے۔ حلیمہ جناب محمد (ﷺ) کو سینے سے لگائے گدھے پر سوار ہے۔ وہ دبلا پتلا گدھا آج قافلے میں سب سے آگے ہے۔ اس کی رفتار میں بلا کی تیزی ہے۔ دوسری سواریاں انتہائی کوشش کے باوجود اس کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔ اہل قافلہ اس غیر متوقع اور انوکھی تبدیلی کو دیکھ کر متحیر ہیں۔

ایک عورت پوچھتی ہے: حلیمہ یہ کیا وہی گدھا ہے؟ جس پر تم سوار ہو کر آئی تھیں۔ حلیمہ ہاں وہی ہے، کیا تم اسے پہچانتی نہیں؟ عورت: مگر آج تو بہت تیز بھاگ رہا ہے۔ حلیمہ ہاں یہ محمد (ﷺ) کی برکت ہے۔ اہل قافلہ اب اس بات کو بخوبی سمجھ

چکے ہیں کہ یہ سب کچھ جناب محمد (ﷺ) کی برکت کا کرشمہ ہے۔ اب انہیں اپنی محرومی کا شدت سے احساس ہوتا ہے لیکن اس وقت وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ یہ سعادت جس کے نصیب میں تھی اسے مل چکی ہے۔ کسی کی کوشش کا اس میں کیا دخل ہے؟

مولود مشک بار

یونہی سفر بخیریت تمام ہوا۔ اور جب ہم اپنے گھروں میں پہنچے تو فضائیں مہک اٹھی:۔

لم يبق منزل من منازل بني سعد الا شمنا منه ريح المسك

بنی سعد کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے کستوری کی خوشبو نہ پھوٹی ہو۔

حضور ﷺ کی وجہ سے حلیمہ کو رات کو چراغ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما كنا محتاجا الى السراج يوم اخذ نالان نور وجهه كان انور من السراج (تفسیر مظهری ص ۵۲۸ ج ۶)

جب سے ہم آمنہ کے لال کو گھر لائے ہم رات کو چراغ جلانے کے محتاج نہ رہے کیونکہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کا نور چراغ کی روشنی پر غالب تھا۔

گود میں حضور ﷺ کا اللہ کی بڑائی کو بیان کرنا

اسی طرح حضرت حلیمہ کہتی ہیں جب آپ کے نزدیک ہو کر کوئی بات کرنے لگتے تو سب سے عجب چیز یہ تھی کہ ایک آواز اٹھتی اور آپ...... **الله اكبر ، الله اكبر الحمد لله رب العلمين**...... کہتے۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ جب ہمارے رسول ﷺ دو ماہ کے ہوئے لڑکوں کی طرف سرین کے بل چلتے اور جب پانچ ماہ کے ہوئے تو اٹھ کر چلنے لگے۔ جب چھ ماہ

کے ہوئے تو تیز تیز چلنے لگے۔ اور جب سات ماہ کے ہوئے تو جدھر چاہتے خوشی سے چلے جاتے۔ اور جب آٹھ ماہ کے ہوئے تو گفتگو کا مفہوم ہی سمجھ آتا تھا۔ لیکن نو ماہ کی عمر شریف میں فصیح گفتگو کرنے لگے۔ اور جب دس ماہ کے ہوئے تو لڑکوں کے ساتھ تیر اندازی کیا کرتے تھے۔ (حوالہ شواہد النبوۃ)

بچپن میں حضور ﷺ کی نجاست سے حفاظت

حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ میں رضاعت کے دوران میں آپ کی عادت شریفہ سے بہت آرام میں تھی۔ آپ ﷺ نے ہرگز کسی چیز پر پیشاب نہ کیا، جسے مجھے دھونا پڑا۔ بلکہ ہر روز و شب وقتِ مقررہ پر ایک بار پیشاب کیا کرتے تھے۔ دوسرے دن جب تک وہ وقت نہ ہوتا آپ پیشاب نہ کرتے۔ (حوالہ سابقہ)

حضور ﷺ کو دیکھ کر یہودی چیخ اٹھا

حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے باہر آئے تو ہم ایک حوض پر ٹھہر گئے۔ اسی جگہ شیخ ہذیل بھی موجود تھا۔ میری ساتھیوں نے کہا وہ عجیب و غریب باتیں جو محمد ﷺ کی والدہ محترمہ نے تجھ سے کہی ہیں، اس سے پوچھ۔ میں نے پوچھا:

اے شیخ! اس بچے کی والدہ محترمہ نے کہا تھا کہ اس کی ولادت کے وقت مجھ سے ایک نور نکلا جس سے تمام چیزیں منور ہوگئیں۔ جب حضور (ﷺ) زمین پر تشریف لائے، تو آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اپنا سر انور اوپر اٹھایا اور پھر اپنا چہرہ انور آسمان کی طرف کیا۔

شیخ ہذیل نے شور مچا دیا:-

"اے آل ہذیل! اس بچے کو ہلاک کردو کہ یہ تمام روئے زمین کا

مالک بن جائے گا۔ اور آسمان سے کسی حکم کا منتظر ہے۔"

حبشہ کے عیسائیوں کا حضور ﷺ کی عظمت کو سلام کرنا

حضرت حلیمہ مزید فرماتی ہیں جب محمد ﷺ دو سال کے ہوئے اور آپ کی واپسی کا وقت آیا، میں آپ کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس لے گئی، تاکہ ان کے سپرد کردوں۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ خیر و برکت ہم سے جدا ہو۔

ہم نے کہا ہم نے کسی بچہ کو اس بچہ سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا، اور مکہ کی گرمی اور وبا سے ہمیں خطرہ ہے۔ اس لئے آپ حضور کو دوبارہ ہمارے حوالے کردیں۔ جنابہ آمنہ نے حضور ﷺ کو پھر ہمارے سپرد کردیا اور ایک سال تک حضور پھر ہمارے پاس رہے۔

ایک دن ہم حبشہ کے عیسائیوں کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے محمد ﷺ کو دیکھا پھر آپ کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور اپنے کاموں کو چھوڑ کر آپ کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگتے۔ انہوں نے آپ کے دونوں کندھوں کے متعلق کچھ تامل کیا اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھا۔ پھر مجھ سے پوچھا: کیا تیرے اس بچے کو آنکھ میں درد ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا:۔

جتنا مال لینا چاہتی ہو لے لو، تمہارے ہزار ہا احسان ہم لینے کو تیار ہیں۔ یہ بچہ ہمیں دے دو۔ تاکہ ہم اسے حبشہ میں لے جائیں، کیونکہ اس کی شان بہت بلند ہوگی۔

ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح لکھا پایا ہے کہ ایک ایسا پیغمبر باقی ہے، جس کا مقامِ پیدائش مکہ میں ہوگا، اور میرا خیال ہے، وہ تشریف لے آیا ہے۔ یا تشریف لانے کے نزدیک ہے۔

حضرت حلیمہ کہتی ہیں مجھے ان سے بہت خوف آیا اور وہاں سے آدھی رات کے وقت چل پڑی۔

حضور ﷺ کو بچپن میں قتل کرنے کے لئے کاہنوں کی کوششیں

کہتے ہیں دو سال بعد حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑوا دیا۔ جب آپ ﷺ چار سال کے ہوئے، تو حلیمہ اور ان کا شوہر آپ ﷺ کو حضرت آمنہ کے پاس لائے، کیونکہ وہ آپ ﷺ کی عظیم الشان برکات دیکھ کر ڈرنے لگے تھے، اور چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کو فوراً آپ کے گھر واپس کر دیا جائے۔ جب یہ وادی سرر میں پہنچے، تو کچھ حبشی بھی وہاں سے ساتھ ہو لیے۔

انہوں نے نبی ﷺ کو بنظر غائر دیکھا، آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت اور آپ کی آنکھوں کی سرخی ملاحظہ کی، تو کہنے لگے: کیا اس بچے کی آنکھیں خراب ہیں؟ حضرت حلیمہ کہنے لگیں: نہیں یہ سرخی اس کی آنکھوں میں ہمیشہ رہتی ہے۔

کہنے لگے: بخدا یہ نبی ہے اور ساتھ ہی انہوں نے آپ کو حلیمہ سے چھیننے کے لئے حملہ کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے باز کر دیا۔

بنوسعد حلیمہ سعدیہ کے قبیلہ کا جائے مقام

جدہ سے ۳۰ میل دور حدیبیہ واقع ہے۔ آج کل اسے شمیسی کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی رضاعی ماں، حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ بنوسعد حدیبیہ کے آس پاس اور طائف کے نواح تک آباد تھا۔ طائف کے قریب خنبات کے علاقے میں حلیمہ کا تعلق شحطہ نامی پہاڑی گاؤں سے تھا، جو سڑک کے راستے مکہ سے تقریباً ۱۵۰ کلومیٹر جائیں، تو شقصان کے مقام سے دائیں طرف سڑک نکلتی ہے۔ جو خنبات تک لے جاتی ہے۔

خیبات کا مرکزی مقام الصحن ہے۔ جہاں آبادی اور بازار ہے۔

عام بچوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کی حیران کن نشوونما

آپ ﷺ کی نشوونما حیرت انگیز طور پر عام بچوں سے مختلف تھی۔ امام عبداللہ مروری نے مفاخر میں ایک روایت بیان کی ہے کہ جب رسول ﷺ دو ماہ کے ہوئے بچوں کے ساتھ ہر طرف ہاتھوں اور قدموں کے بل چلتے پھرتے تھے۔ اور جب تین ماہ کے ہوئے تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

جب چار ماہ کے ہوئے دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلتے تھے۔ پانچ مہینوں میں چلنے پھرنے کی پوری طاقت حاصل کر لی تھی۔ اور جب چھ ماہ کے ہوے تیز چلنا شروع کر دیا۔ جب آٹھ ماہ کے ہوئے بولنا شروع کر دیا۔ اور نو ماہ کی عمر میں فصیح کلام کرنے لگے۔ (معارج النبوۃ ص ۶۵)

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں سے نرالی تھی۔ ایک دن میں حضور ﷺ کی نشوونما اتنی ہوتی، جتنی دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی اور ایک ماہ میں اتنی ہوتی، جتنی دوسرے بچوں کی ایک سال میں ہوتی۔ اور روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ پر اترتا اور آپ کو ڈھانپ لیتا، پھر آپ متجلی ہو جاتے۔

حضور ﷺ پر بادلوں کا سایہ

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کو دور نہ جانے دیتی تھی۔ ایک بار مجھے خبر نہ ہوئی۔ آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حلیمہ فرماتی ہیں: میں آپ کی تلاش میں نکلی، یہاں تک کہ اپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ میں نے شیما کو کہا کہ اس گرمی میں ان کو ساتھ کیوں لائی ہو؟

فقالت اختہ یامۃ ماوجدا خی حرا رایت غمامۃ تظل علیہ اذاوقف وقفت واذاسارسارت
(البدایہ والنہایہ ص ۲۵۶ ج ۲)

بہن نے کہا کہ اماں میرے بھائی کو گرمی محسوس تک نہیں ہوئی۔ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب آپ ٹھہر جاتے وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب آپ چلتے تو وہ بھی چلنے لگ جاتا۔

بچپن میں حضورﷺ کی تسبیح

حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب حضورﷺ کی عمر مبارک بات کرنے کی آئی تو میں آپﷺ کو یہ فرماتے سنتی:۔

اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین وسبحان اللہ بکرۃ واصیلاً

بچپن میں حضورﷺ چاند سے کلام

حلیمہ فرماتی ہیں کہ رات کے وقت آپ کے دل مبارک کو یہ فرماتے:۔

لاالٰہ الا اللہ قد وسانا متِ العیون والرحمن لاتاخذہٗ سنۃ ولانوم

اور حضورﷺ، مہد میں یعنی پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ کرتے ،دیکھتی اور جس طرف چاند کو اشارہ فرماتے، چاند اسی جانب جھک جاتا اور فرشتے آپکے گہوارے یعنی پنگھوڑے کو ہلاتے۔ یہ آپ کے معجزات میں مذکور ہے۔

حضورﷺ وقت مقررہ پر بول براز کرتے

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے کبھی بھی کپڑوں میں بول براز نہیں کیا۔ آپ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا۔ جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ کے

دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے پاک وصاف کروں تو غیب سے مجھ پر سبقت ہوتی اور آپ کا دہن مبارک پاک وصاف ہو جاتا۔ اور جب کبھی حضور ﷺ کا ستر کھل جاتا، تو آپ حرکت کرتے اور فریاد کرتے، یہاں تک میں ستر ڈھانپ دیتی۔ اور اگر ڈھانپنے میں میری طرف سے تاخیر یا کوتاہی ہوتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا۔

بچپن میں حضور ﷺ کسی چیز کو لیتے وقت بسم اللہ کہتے

منقول ہے کہ روزانہ دو سفید مرغ اور ایک روایت میں ہے کہ دو مرد سفید پوش، آپ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے۔ آپ نہ روتے چلاتے اور نہ بدخلقی کا اظہار فرماتے۔ شروع سے ہی آپ کی یہی حالت تھی۔ اور جب کسی چیز پر آپ دستِ مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے اور میں آپ کی ہیبت اور دبدبہ سے اپنے شوہر کو اپنے قریب نہ آنے دیتی۔ یہاں تک کہ آپ پر دو سال پورے گزر گئے۔

(حوالہ خصائل کبریٰ)

دودھ چھڑانے کے وقت حضور ﷺ کا اللہ کی تعریف کرنا

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت دایہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا، تو آپ ﷺ نے اس وقت پہلا کلام یہ فرمایا......

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا......

یعنی اللہ تعالیٰ سب بڑوں سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بے حد اور تعریف ہے اور اس کے لئے صبح اور شام پاکی ہے۔

لیکن پیچھے ایک روایت گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ کلام پیدا ہوتے ہی فرمایا۔

حضور ﷺ کا سب سے پہلا کلام

ایک روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دایہ حلیمہ کے یہاں تھے، تو ایک رات میں سب سے پہلا کلام جو آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہ تھا:-

لاالہ الا اللّٰہ قد وساقد وساً نامت العیون والرحمن تاخذہٗ سنۃ ولا نوم

کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو پاک ہے۔ تمام آنکھوں سو چکی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو جو نہایت مہربان ہے نہ اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند

بنی سعد کے گھروں میں حضور ﷺ کی وجہ سے خوشبو

دایہ حلیمہ سے روایت ہے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے مکان میں داخل ہوئی، تو قبیلہ بنی سعد کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہیں رہا، جس میں سے ہمیں مشک کی خوشبو نہ آنے لگی ہو۔ اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت اور آپ کی برکت کا اعتقاد جم گیا۔

حضور ﷺ کے ہاتھ لگاتے ہیں مریضوں کو شفا

یہاں تک کہ اگر کسی شخص کے بدن پر کوئی (پھوڑا، پھنسی، یا زخم یا دوسری کوئی) تکلیف ہو جاتی، تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ ﷺ کا ہاتھ تکلیف کی جگہ رکھ دیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تکلیف اسی وقت دور ہو جاتی۔ اسی طرح کسی کا اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتی تو لوگ اسے آنحضرت ﷺ کے پاس لا کر آپ کا دست مبارک اس پر چھوا دیتے اور جانور فوراً درست ہو جاتا۔

حضور ﷺ کو دیکھ کر عرب کے کاہن کی صدا

عرب کی سالانہ منڈی ذوالمجاز قائم ہوئی۔ تو حضرت حلیمہ آپ کو وہاں لے گئیں۔ ان دنوں منڈی میں ایک کاہن آیا کرتا تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے بچے دکھانے کے لئے لاتے۔ (کہ ان کی قسمت کیسی ہے؟) اس نے نبی ﷺ کے چہرہ انور آپ کی آنکھوں کی سرخی اور مہر نبوت دیکھی، تو چیخ پڑا:۔

اے اہل عرب! اس بچے کو قتل کردو!

حلیمہ فوراً آپ کو لے کر چپکے سے وہاں سے نکل گئیں۔ لوگ پوچھنے لگے: کونسا بچہ؟ کاہن کہنے لگا: یہ بچہ! مگر وہاں کوئی بچہ نظر نہ آیا۔ کیونکہ حلیمہ تو آپ کو لے کر جا چکی تھی۔ لوگوں نے اسے کہا کہ تجھے کیا نظر آیا تھا؟

کہنے لگا: ابھی میں نے ایک بچہ دیکھا ہے۔ خدا کی قسم وہ تم پر غالب آئے گا۔ تمہارے بت توڑ ڈالے گا اور تم پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کو بہت تلاش کیا گیا مگر آپ نہ ملے۔

حضرت حلیمہ آپ کو لے کر گھر آ گئیں، اور کسی کو نہ دکھاتیں۔ ان کے علاقے میں ایک کاہن آیا ہوا تھا۔ بستی والے اپنے بچے لے کر اس کے پاس گئے۔ مگر حلیمہ نے انکار کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ آپ سے غافل ہوئیں، تو آپ جھونپڑی سے باہر نکل گئے۔ کاہن نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنی طرف بلایا مگر آپ نے اس کی بات نہ سنی اور خیمہ میں داخل ہوئے۔ کاہن نے بڑی کوشش کی کہ یہ بچہ مجھے دکھایا جائے مگر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے نہ دکھلایا وہ کہنے لگا: بخدا یہ نبی ہے یہ نبی ہے۔ (ام سیر علامہ حلبی)

نوعمر میں حضور ﷺ کی فصیح گفتگو

جو بچہ کھیلنے سے جی چرائے وہ عموماً بیمار اور مریل سا ہوتا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ جانِ دوعالم ﷺ کھیل سے بیزاری کے باوجود قابل رشک صحت کے مالک تھے۔ مائی حلیمہؓ بتاتی ہیں:

لما بلغ تسعة اشهر كان يتكلم بالكلام الفصيح ولما بلغ عشرة اشهر كان يرمى الشهام مع الصبيان

نو ماہ کی عمر میں آپ فصیح گفتگو کرتے تھے۔ اور جب دس مہینوں کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی کیا کرتے تھے۔

رات کی تنہائی میں حضور ﷺ کا ذکر ربی

اس ہستی کو کھیل تماشے اور لہو لعب سے دلچسپی ہو بھی کیسے سکتی تھی جس کے احساس کا یہ عالم تھا کہ مائی حلیمہ کہتی ہیں:۔

ایک دفعہ رات کے کسی پہر میری آنکھ کھل گئی تو نے سنا کہ وہ اپنے رب کے ساتھ یوں مصروف راز و نیاز تھا۔

لا الٰه الا اللّٰه قدوسا قدوسا نامت العيون والرحمن لاتاخذهٗ سنة ولانوم

لا الٰہ الا اللّٰہ پاک ہے، پاک ہے، آنکھیں سوگئیں، مگر رحمٰن کو نہ اونگھ چھو سکتی ہے نہ نیند

اے تماشاہ گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا میروی

جبرائیل کا حضور ﷺ کو بوسہ دینا

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں محمد ﷺ کو اپنے گھر لے گئی، تو میں نے مکہ میں تین راتیں قیام کیا۔ تیسری رات میں نے دیکھا کہ ایک شخص سبز لباس میں ملبوس ہے، اور اس کی پیشانی سے نور چمک رہا ہے۔ حضور ﷺ کے سرہانے بیٹھ کر آپ کو بوسہ دے رہا ہے۔ میں نے اس واقعہ سے اپنے شوہر کو آگاہ کردیا۔ وہ بولے: اے حلیمہ (رضی اللہ عنہا) میں اس راز کو میں نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ سعادت مند ہو کر کوئی بھی اپنے وطن واپس نہیں جائے گا۔

حضور ﷺ بچپن میں کھیل کود سے بچے رہے

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی گھر سے نکل کر بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہوتے۔ جب حضور ﷺ ان کو کھیلتا دیکھتے، فوراً ہاتھ پکڑ کر فرماتے کہ ہم اس بیکار کام کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔

جب حلیمہ کی اولاد کو بے کار کھیلتا دیکھ کر خوش نہ ہوئے، تب امتِ مرحومہ کے گناہ دیکھ کر کس طرح خوش ہوتے ہوں گے؟ ہر ہفتہ میں دو دن، پیر و جمعرات کو اس امت کے اعمال حضور ﷺ کی حضوری میں پیش ہوتے ہیں۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو، حضور اکرم ﷺ کی روحِ مبارک سے شرماؤ، حتیٰ الوسع گناہوں کے پاس نہ جاؤ۔ اپنی بداعمالی سے نہ ستاؤ۔

حضور ﷺ پر بادلوں کا سایہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن بغیر اطلاع حضور ﷺ گھر سے نکل کر بکریوں کے ساتھ جنگل کی طرف چلے گئے۔ خبر ہونے پر ہم آپ کو تلاش کرتے

ہوئے، دور جنگل میں پہنچے۔ دیکھا کہ ٹھیک دو پہر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک پر ابر سایہ کرتا۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ سارا جہاں دھوپ میں تھا، آپ سایہ میں۔ سب گرمی میں تھے، آپ ٹھنڈک میں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک رات خواب میں مجھے حضور اکرم ﷺ نے موئے مبارک کا تبرک عطا فرمایا:۔

صبح کو دو بال میرے تکیہ کے نیچے رکھے ہوئے ملے۔ ان ہاتھوں کو ہاتھ میں لے کر باہر آیا، دھوپ میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگا۔ اسی وقت ابر نے آن کر مجھ پر سایہ کیا۔ میں جب ان بالوں کو چھپا لیتا، ابر غائب ہو جاتا۔

جب دھوپ میں نکلتا تھا، ابر بدستور موجود ہو کر سایہ کرتا۔ چند مرتبہ اس کا تجربہ کیا، ہر دفعہ ہی موقع ہوا جو پہلے ہوا تھا۔

سبحانہ اللہ! حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ خدا نے موئے مبارک کے سبب، شاہ صاحب کو دھوپ میں جلانا پسند نہ کیا۔ بھلا جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت، جس زبان پر حضور ﷺ کے لئے درود، جن پیروں میں آپ کے قدم بقدم چلنے کی مشق اور عادت ہو گی۔ انہیں کس طرح رب العالمین دوزخ کی آگ یا حشر کی دھوپ میں جلانا پسند فرمائے گا۔

مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کریں گے؟ اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے اپنے بھائیوں کو روز بکریاں چراتے دیکھا۔ ایک دن بہت اصرار سے فرمایا کہ آج بھی بکریاں چرانے جنگل جائیں گے۔ ہر

چند منع کیا مگر نہ مانا، لاچار ہو کر آپ کے سر میں تیل لگا کر کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا، کپڑے بدلوائے۔

ابر سایہ کناں

مکہ مکرمہ سے مراجعت کے بعد جان دو عالم ﷺ کی مزید عظمتوں کا مشاہدہ ہوا۔ مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ادھر سے واپسی کے بعد میں اس کا اور زیادہ خیال رکھا کرتی تھی۔ اور حتی الوسع اس کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھی۔ ایک دن شدید گرمی تھی اور دوپہر کا وقت تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ میں اس کی تلاش میں بے تابانہ باہر کی طرف لپکی۔ دیکھا تو وہ اپنی بہن شیما کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے شیما کو ڈانٹتے ہوئے کہا:

فی ھٰذا الحجر ...... اس گرمی میں تو اسے باہر نکال لائی ہے۔

شیما نے جواب جواب دیا۔ امی! میرے بھائی کو تو ذرا سی گرمی بھی نہیں لگی۔ اس پر تو بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا۔ یہ چلتا تھا، سایہ بھی چلتا تھا، یہ رکتا تھا، تو سایہ بھی رک جاتا تھا۔ میں حیرت سے پوچھا: احقا یا بنیة ...... بیٹی کیا تو سچ کہہ رہی ہے؟ شیما نے پورے یقین سے جواب دیا: ...... ای واللہ ...... ہاں اللہ کی قسم!

(السیرة الجلیه ج ۱ ص ۱۱۴ ،الزرقانی ج ۱ ص ۱۷۹)

حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں کے لئے غیب سے سبزہ

عبد الصمد بن محمد سعدی روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے چرواہوں میں سے کسی نے بتلایا کہ ہم آپ کی بکریاں لے کر جاتے، تو زمین سے سر نہ اٹھاتیں۔ (کچھ کھاتی ہی رہتیں) ان کے منہ میں اور ان کے گوبر میں سبزہ ہوتا تھا۔

جب کہ ہم اپنی قوم کی دوسری بکریاں لے کر جاتے تو (انہیں کھانے کو سبزہ نہیں ملتا تھا) وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتیں کہ اگلے پاؤں اٹھا کر کسی جھاڑی سے کوئی لکڑی وغیرہ منہ میں ڈال لیتی تھیں۔

فتروح الغنم اغرث منها	قوم کی بکریاں واپس آتے ہوئے زیادہ بھوک
حين غدت وترح غنم	زدہ ہوتیں اور حلیمہؓ کی بکریوں کے پیٹ زیادہ
حليمة يخات عليها الحبط	کھانے کے سبب پھٹنے والے ہوتے۔

(حواله دلائل النبوة)

حضور ﷺ کی برکت سے قحط دور ہو گیا

حضرت محمد (ﷺ) بنو سعد کے خیموں میں پرورش پارہے ہیں۔ ان کی برکت سے حارث کے دن پھر گئے ہیں۔ دودھ کی کثرت ہوگئی ہے۔ قحط کا اثر جاتا رہا ہے۔ جناب محمد (ﷺ) کی نشو ونما دوسرے ہم عمر بچوں سے کہیں زیادہ سرعت پذیر ہے۔ دو سال کی عمر میں دودھ پینا چھوڑ دیا ہے۔ چلنے لگ گئے ہیں۔

حلیمہ کو آپ کی پرداخت میں کبھی کسی پریشانی کا سامنا نہیں ہوا۔ آپ نے حلیمہ کی گود میں پرورش پائی ہے۔ حارث کے کندھوں پر سواری کی ہے۔ اپنی رضاعی بہن شیما اور بھائی عبداللہ کے ساتھ کھیل کود کر دل بہلایا ہے۔ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کلیلیں کرتے دیکھ کر لطف اٹھایا ہے۔

بڑے ہو کر شیما کے ساتھ جنگل میں چلے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بکریاں بھی لے آتے ہیں۔ بنو سعد کی زبان فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل ہے۔ آپ یہی زبان سیکھتے اور بولتے ہیں دیہات کی صاف ستھری فضا میں آپ خوب تندرست ہو گئے ہیں۔

ایام رضاعت ختم ہونے کے بعد حلیمہ آپ کو لے کر مکہ میں آتی ہیں، لیکن وبا کا زور ہے۔ اس لئے جناب محمد (ﷺ) کو واپس لے جانے پر اصرار کرتی ہے۔ اسے آپ کی برکت سے مستفیض ہوتے رہنے کی آرزو ہے۔

جناب آمنہ اس کے بار بار اصرار اور وبا کے اندیشہ سے جناب محمد (ﷺ) کو دوبارہ اس کی گود میں دے دیتی ہیں۔ تاکہ مزید کچھ وقت وہاں گزار سکیں۔ حلیمہ کو اس سے بے حد مسرت ہوتی ہے۔ شیما کو ساتھی مل گیا ہے۔

حضرت محمد (ﷺ) پھر اسی صحرا میں آگئے ہیں۔ وہی دلکش فضا ہے، کہیں ریت کے ٹیلے ہیں، کہیں دلفریب سنگریزے اور چکنے پتھر ہیں۔ وہی ہمجولی ہیں۔

آپ سارا سارا دن سن ریزوں سے کھیلتے، ریت پر پھسلتے، اور ساتھیوں کے ساتھ خوب دوڑیں لگاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کھیل کود میں چار سال کا عرصہ گزر جاتا ہے۔
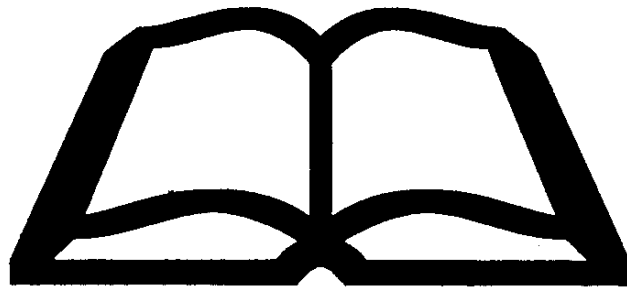
باب نمبر ۱۳

بوقت ولادت رونما ہونے والے واقعات

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت رونما ہونے والے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے حمل مبارک کی علامتوں میں سے:-

۱............ ایک علامت یہ بھی تھی کہ اس رات قریش کے تمام جانوروں نے گفتگو کی اور انہوں نے کہا:-

رب کعبہ کی قسم! یہ سرور کائنات ﷺ کا حمل مبارک ہے۔ وہ دنیا کے لئے سراپا امن اور اہل دنیا کا آفتاب ہیں۔

۲............ قبیلہ قریش اور دیگر قبائل عرب میں سے تمام کاہن ایک دوسرے سے چھپ گئے۔

۳............ ان سے کہانت کا علم چھین لیا گیا۔

۴............ اس وقت شاہان دنیا کے تخت زمین کی طرف جھک گئے۔

۵............ اور تمام بادشاہ خاموش ہو گئے۔ اور سارا دن گفتگو نہ کر سکے۔

۶............ مشرق کے تمام وحشی درندے ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہوئے مغرب کی طرف چلے گئے۔

۷............ اسی طرح سمندری مخلوق نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔
زمین وآسمان میں صرف ایک ہی آواز آرہی تھی:۔
تمہیں مبارک ہو! تم خوش ہو جاؤ! کیونکہ ابو القاسم ﷺ کی ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ وہ سراپا امن و برکت ذات زمین پر ظہور فرمانے والی ہے۔

۸............ آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں پورے نو ماہ رہے۔
پورے اس دورانیہ میں انہیں نہ کبھی درد ہوا اور نہ ہی ہوا کی شکایت ہوئی۔ نہ ہی کبھی پیٹ کا درد ہوا اور نہ ہی اور کوئی ایسی تکلیف ہوئی، جو عموماً حاملہ خواتین کو ہوتی ہے۔ آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں ہی تھے۔

۹............ آپ ﷺ کے والد امجد نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔ ملائکہ پکار اٹھے
اے ہمارے مولا! اے ہمارے پروردگار! ہمارے یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یتیم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا: میں خود آپ ﷺ کا ولی ومحافظ ہوں۔

بوقت ولادت جنت کے دروازے کھل گئے

۱۰............ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازوں کو کھول دیا۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ خود بیان فرماتی ہیں:۔
جب آپ ﷺ کے حمل مبارک کچھ ماہ گزر گئے، تو ایک شخص میری خواب میں آیا، اس نے مجھے پاؤں مارا۔ اور کہا: اے آمنہ! تو تمام

جہانوں کے بہترین انسان کے ساتھ حاملہ ہے۔ جب ان کی ولادت ہوتو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا اور اپنی عظمت وشان کو پوشیدہ رکھنا۔

حضور ﷺ کی ولادت کے وقت

زوجہ فرعون و مریم (علیہا السلام) کی آمد

۱۱............ حضور کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ ولادت النبی کے وقت حضرت عبدالمطلب کعبہ معظمہ کا طواف کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میں نے بہت بڑی آواز کو سنا اس نے مجھے خوف زدہ کر دیا۔ سوموار کا دن تھا۔ میں نے دیکھا کہ گویا سفید پرندے کے پروں نے میرے دل کو چھوا ہے۔ میرا ہر قسم کا خوف وڈر جاتا رہا۔ میرا وہ درد بھی ختم ہو گیا جو میں محسوس کر رہی تھی۔ مجھے ایک سفید رنگ کا شربت پیش کیا گیا میں نے سمجھا کہ شاید دودھ ہے مجھے پیاس لگی تھی میں نے وہ شربت پی لیا۔

مجھ سے ایک عظیم الشان نور نکلا پھر میں نے کھجور کی طرح لمبی عورتوں کو دیکھا گویا کہ وہ عبد مناف کے قبیلہ کی خواتین ہیں۔ انہوں نے میری دیکھ بھال کی۔ مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا۔ میں نے کہا: مولا! یہ خواتین کہاں سے تشریف لائیں۔ انہوں نے جواب دیا:-

ہم آسیہ (علیہا السلام) فرعون کی بیوی، مریم (علیہا السلام) بنت عمران ہیں۔ اور ہمارے ساتھ حوران جنت بھی ہیں۔

میرا معاملہ بڑی شدت اختیار کر گیا۔ میں ہر لمحہ وہ ہی آواز سن رہی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ عظیم اور ہولناک ہوتی گئی۔ میں نے ریشم کا ایک سفید سا انتہائی لمبا ٹکڑا دیکھا،

کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا اسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کرلو۔

ولادت کے وقت فرشتوں کی پرندوں کی صورت میں آمد

۱۲............ آپ فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت میں نے ہوا میں کھڑے ہوئے آدمیوں کو دیکھا ان کے ہاتھ میں چاندی کے لوٹے تھے۔ انتہائی خوف زدہ ہونے کی وجہ سے میں پسینے میں شرابور تھی۔ میرے پسینے کے ہر قطرہ سے کستوری کی طرح کی مہک آرہی تھی۔

میں خواہش کررہی تھی کہ کاش عبدالمطلب گھر میں موجود ہوتے، لیکن وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ میں نے پرندوں کی ایک جماعت کو دیکھا نجانے وہ کہاں سے آئی تھی؟ اس نے میرے کمرے کو ڈھانپ لیا۔ ان تمام کی چونچیں زمرد کی تھیں۔ ان کے پر یاقوت کے تھے۔

۱۳............ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری نگاہوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا۔ میں نے اس وقت زمین کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ میں نے تین جھنڈوں کو دیکھا ایک جھنڈا مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جھنڈا بیت اللہ الحرام کی چھت پر لگایا گیا۔ میرا معاملہ شدت اختیار کرتا گیا، مجھے ایسا محسوس ہوا گویا کہ میں ان خواتین کے اعضاء کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوں۔ میرے اردگرد بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں۔ گویا کہ وہ میرے ہی گھر میں تھیں۔ مجھے کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسی حالت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

بوقت ولادت حضور (ﷺ) سجدہ میں تھے

جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی، تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ سجدہ ریز

ہیں۔ اپنی انگلیوں کو اٹھائے ہوئے ہیں، جیسا کہ کوئی شخص انتہائی عاجزی اور انکساری سے اپنے رب سے دعائیں کر رہا ہے۔

غیبی آواز! اس بچہ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ!!!

۱۵............ پھر میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا بادل آسمان کی طرف سے آیا۔ اس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ڈھانپ لیا۔ آپ ﷺ مجھ سے غائب ہو گئے۔ میں نے ایک ندا کرنے والے کی ندا کو سنا وہ یہ صدا لگا رہا تھا کہ محمد (ﷺ) کو زمین کے مشرق اور مغرب میں لے جاؤ۔ انہیں سمندروں کی بھی سیر کراؤ، تا کہ وہ بھی آپ ﷺ کے اسم مبارک، نعت، اور شکل مبارک سے آشنا ہو جائیں اور یہ بھی انہیں معلوم ہو جائے کہ سمندروں میں آپ کا نام مبارک ماحی ہے۔ یعنی تمام کا تمام شرک آپ ﷺ کی وجہ سے مٹ جائے گا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔

آپ ﷺ جنتی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے

۱۶............ محمد مصطفیٰ ﷺ کو میں نے سفید صوف اون میں لپٹا ہوا دیکھا۔ جو دودھ سے زیادہ صاف اور ریشم سے زیادہ نرم تھا۔ آپ ﷺ کے نیچے سبز رنگ کا ریشم تھا۔ حضور ﷺ نے سفید رنگ کی تین چابیوں کو پکڑ لیا۔ منادی کرنے والے نے ندا کی محمد عربی ﷺ نے نصرت، منافع، اور نبوت کی چابیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

اعلان! اس بچہ کو تمام نبیوں کی صفات دی گئیں

۱۷............ میں نے صدا لگانے والے کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب میں گھماؤ انہیں انبیائے کرام علیہم السلام کی جائے پیدائش میں لے جاؤ۔ تمام

روحانی مخلوق، جن وانس، پرندوں اور درندوں سے ان کا تعارف کراؤ۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل چھٹ گئے تو آقا ﷺ نے سبز رنگ کی ریشم کو ہاتھ میں تھاما ہوا تھا۔ جس سے پانی کے قطرات بہہ رہے تھے۔ کوئی صدا لگانے والا صدا لگا رہا تھا:۔

واہ واہ حضرت محمد ﷺ نے ساری دنیا پر قبضہ
کرلیا ہے۔ **ولا حول ولا قوة الا بالله.**

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے تین افراد دیکھے جن کے چہرے آفتاب کی طرح چمک رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا۔ ان کے لوٹے میں سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں ایک طشت تھا جو زمرد کا بنا ہوا تھا۔ اس کا رنگ سبز تھا۔ اس کے چار کونے تھے۔ ہر کونے میں ایک سفید موتی تھا۔ ندا کرنے والا ندا کر رہا تھا:۔

یہ دنیا کا مشرق و مغرب ہے۔ یہ سمندر اور خشکی ہے۔
اے اللہ کے حبیب! جس کونے پر آپ ﷺ خواہش
فرمائیں اسی کونے پر قبضہ فرمالیجئے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں قریب ہوئی، تاکہ دیکھوں آپ ﷺ کس کونے پر قبضہ جماتے ہیں۔ حضور مکرم ﷺ نے اس طشت کے وسط میں قبضہ جمالیا۔ میں نے صدا کرنے والے کی صدا کو سنا:۔

رب کعبہ کی قسم! محمد مصطفیٰ ﷺ نے کعبہ پر قبضہ کرلیا
ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کعبہ کو آپ ﷺ کا قبلہ اور رہائش
گاہ بنائے گا۔

مہر نبوت کا لگایا جانا

۱۸............ تیسرے شخص کے ہاتھ میں لپٹا ہوا کپڑا تھا۔ اس نے اس کو کھولا اس میں سے ایک اتنی خوبصورت انگوٹھی نکالی، جو لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی تھی۔ پھر طشت اٹھانے والے شخص نے میرے لخت جگر کو طشت میں بٹھا دیا۔ آپ ﷺ کو اس لوے کے ساتھ سات مرتبہ غسل دیا گیا۔

پھر اس انگوٹھی کے ساتھ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر لگائی۔ آپ ﷺ کو پھر ریشم میں لپیٹ دیا۔ پھر اس پر مشک اذفر جیسا خوشبودار دھاگا باندھ دیا۔ پھر اس طشت والے نے آپ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے پروں کے نیچے رکھا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں رضوان جنت اور خازن جنت تھے۔

تمام نبیوں کے علم کا تحفہ

۱۹............ اعلان ہوا! اے محمد! ﷺ تجھے بشارت ہو، ہر نبی کا علم آپ ﷺ کو عطا کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ تمام انبیاء سے زیادہ عالم ہیں۔ آپ ﷺ کا قلب مبارک تمام انبیاء کے قلوب سے قوی ہے۔ آپ ﷺ ہی کے پاس نصرت کی چابیاں ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی ہیبت اور رعب ڈال دیا گیا ہے۔ جو شخص بھی آپ ﷺ کا ذکر سنے گا، اس کا دل خوفزدہ ہو جائے گا۔ وہ لرزاں و ترساں ہو جائے گا۔ اگرچہ اس نے آپ کی زیارت نہ بھی کی ہو۔

آپ ﷺ کے منہ میں غیبی خوراک

۲۰............ پھر ایک اور شخص آیا وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہوا، اس نے

اپنا منہ آپ ﷺ کے منہ پر رکھ دیا۔ وہ آپ ﷺ کو اس طرح خوراک دے رہا تھا۔ جس طرح وہ کبوترا اپنے بچے کو خوراک دیتا ہے۔ میں نے اپنے نور نظر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی مبارک انگلیوں سے اشارہ کرر ہے تھے کہ مجھے اور خوراک دو۔ پھر کچھ دیر تک وہ شخص آپ ﷺ کو خوراک دیتا رہا۔ پھر اس نے کہا یا حبیب اللہ! ﷺ آپ کو مژدۂ جانفزا ہوا کیونکہ ہر نبی مکرم کا حلم آپ کو عطا کر دیا گیا ہے۔ (حوالہ حجۃ اللہ علی العالمین)

شب ولادت جنت فردوس کو کھول دیا گیا

۲۱............ مواہب میں ہے کہ الحافظ البغد ادی نے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ماہ رجب کی مبارک رات کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حضرت آمنہ کے بطن مبارک میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا وہ جمعہ کی رات تھی۔

اس رات اللہ تعالیٰ نے رضوانِ جنت کو حکم دیا کہ آج جنت الفردوس کو کھول دو۔ ایک اعلان کرنے والے نے یہ اعلان کیا:۔

خبردار! وہ نور مستور جس سے نبی ہادی ﷺ کی تخلیق ہونا تھی، آج کی رات اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں قرار پذیر ہو گیا ہے۔ وہاں ان کی تخلیق مکمل ہو گئی۔ وہاں سے وہ لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بن کر ظہور فرمائیں گے۔ (حوالہ ایضاً)

بوقت ولادت نور ہی نور

۲۲............ مواہب میں لکھا ہے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت، اس نور کا ظہور ہونا، اس نور کی طرف اشارہ تھا، جس سے عنقریب پوری دنیا کو ہدایت نصیب ہوگی۔ جس سے کفر کی ظلمت کافور ہو جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

قد جآء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتٰب ویعفوا عن کثیر قد جآء کم من اللّٰہ نور و کتٰب مبین یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہٗ سبل السلٰم ویخرجھم من الظلمٰت الی النور باذنہٖ ویھدیھم الیٰ صراط مستقیم (المائدہ ۱۵)

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی دکھاتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو پیروی کرتے ہیں اس کی خوشنودی کی سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے انہیں تاریکیوں سے اجالے کی طرف اپنی توفیق سے اور دکھاتا ہے انہیں راہِ راست۔

بوقت ولادت ستارے ٹوٹ گئے

۲۳............ واقدی وابونعیم رحمہا اللہ صاحب حلیہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ستاروں کا ٹوٹنا بند ہوگیا تھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا، جب رسول اکرم محمد ﷺ مکہ میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت کے بعد چند ستارے ٹوٹے۔

قریش کا خیال یہ تھا کہ اب ستارے اسی وقت ٹوٹیں گے، جب قیامت کا وقت قریب ہوگا۔ وہ اس خیال سے اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے بتوں پر نذرانے اور قربانی کے جانور چڑھانے لگے اور غلاموں کو آزاد کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ دنیا کی فنا کا وقت قریب ہے۔ طائف کا سردار عبد یالیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ستارہ ٹوٹا ہے، تو اس نے کہا:۔

پریشان مت ہو۔ گھبرانے اور پریشان ہونے سے پہلے یہ معلوم کرو کہ ٹوٹنے والا ستارہ کون سا ہے؟ اگر وہ جانا پہچانا ستارہ ہے تو سمجھ لو کہ سب کی فنا کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور اگر وہ جانا پہچانا ستارہ نہیں ہے، تو فنا کا وقت نہیں آیا۔ ہاں کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے۔ یا ہونے والی ہے۔ اور یہ اس کا پیش خیمہ ہے۔

انہوں نے ستارہ نہیں پہچانا اور عبد یالیل کو اس بات سے آگاہ کیا تو اس نے کہا یہ نبی کے ظہور کا وقت ہے۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ طائف میں ابوسفیان بن حرب آیا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ نے نبی مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ عبد یالیل نے جواب دیا انہی کی دعوت و مشن کی کامیابی کے لئے جنوں پر شہاب پھینکے گئے ہیں۔

(خصائل النبوہ)

کائنات سے ظلمت چھٹ گئی

۲۴............ عمرو بن مرث الجنی ﷺ نے بیان کیا ہے کہ میں زمانہ جہالت میں حج کی غرض سے مکہ گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا، کہ کعبہ سے ایک نور نکلا ہے۔ جب میں نے یثرب کے پہاڑوں پر نظر ماری، تو اس نور سے یہ آواز آ رہی تھی۔

انقعشت الظلماء وسطع ظلمت و تیرگی چھٹ گئی۔ روشنی پھیل گئی اور

الضیاء بعث خاتم الانبیاء خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے۔

بڑھ گئی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

بعد ازاں ایک اور نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں مجھے حُرہ اور مدائن کے محل نظر آ گئے۔ اس نور سے یہ آواز آتی تھی:۔

ظهر الاسلام کسرت الاصنام — اسلام ظاہر ہو گیا بت ٹوٹ گئے اور بیگانے

، وصلت الرحام — شیر و شکر ہو گئے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

میں ڈرتے ڈرتے خواب سے بیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا:۔

بخدا قریش کے درمیان کوئی نئی چیز ظہور میں آنے والی ہے۔ جب میں اپنے گاؤں گیا ،تو پتہ چلا کہ احمد ﷺ نام کا کوئی شخص مبعوث ہوا ہے۔ میں اس کے پاس آیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا کہہ سنایا اور دولت اسلام سے بہرہ ور ہوا۔ (حوالہ شواہد النبوۃ)

اللہ کا بچپن ہی میں آپ ﷺ سے رحم کا وعدہ

۲۵............ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی والدہ الشفا، جس کی قسمت میں حضور کی دایہ بننے کی سعادت رقم تھی، وہ کہتی ہیں کہ جب سیدہ آمنہ کے ہاں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور ﷺ کو میں نے اپنے دو ہاتھوں پر سہارا اور میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی:۔

رحمک ربک............ تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے۔

شفا کہتی ہے:۔

فاضاء لی مابین المشرق — اس نور مجسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے

والمغرب حتیٰ نظرت — مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی یہاں تک

الیٰ بعض قصورِ الشام — کہ میں نشام کے بعض محلات کو دیکھا۔

حضرت شفا کہتی ہیں، جب میں لیٹ گئی، تو اندھیرا چھا گیا اور مجھ پر رعب

اور کپکپی طاری ہوگئی اور میرے دائیں جانب سے روشنی ہوئی، تو میں نے کسی کہنے والے کو سنا وہ پوچھ رہا تھا۔ این زھبت بہ......تم اس بچے کو لے کر کہاں گئے تھے۔ جواب ملا میں انہیں لے کر مغرب کی طرف گیا تھا۔

پھر وہی اندھیرا وہی رعب اور وہی لرزا مجھ پر لوٹ آیا۔ پھر میری بائیں جانب سے روشنی ہوئی۔ میں نے سنا کوئی پوچھ رہا تھا تم اسے کدھر لے گئے تھے۔ دوسرے نے جواب دیا میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا تھا۔

اب دوبارہ نہیں لے جاؤں گا۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو مبعوث فرمایا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جو سب سے پہلے حضور پر ایمان لائی۔

بوقت ولادت آپﷺ کی ناف گئی ہوئی تھی

۲۶............ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت ہوئی، تو آپ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے۔ اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کی ناف پہلے ہی کٹی ہوئی تھی۔ وھب بن زمعہ کی پھوپھی کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ نے حضرت عبدالمطلب کو اطلاع دینے کے لئے آدمی بھیجا۔ جب وہ خوشخبری سنانے والا پہنچا، اس وقت آپ حطیم میں اپنے بیٹوں اور قوم کے مردوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ حضرت آمنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔

آپ کی خوشی و مسرت کی حد نہ رہی۔ آپ حضرت آمنہ کے پاس آئے، حضرت آمنہ نے ولادت کے وقت جو انوار و تجلیات دیکھی تھیں اور جو آوازیں سنی تھیں

ان کے بارے میں عرض کیا۔

عبدالمطلب حضور کو لے کر کعبہ شریف میں گئے وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور جو انعام اس نے فرمایا تھا، اس کا شکریہ ادا کیا ابن واقد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی زبان پر فی البدیہ یہ اشعار جاری ہو گئے

الحمد للّٰہ الذی اعطانی

ھٰذا الغلام الطیب الردان

قد سادفی المھد علی الغلمان

اعیذہٗ بالبیت ذی الارکان

حتیٰ اراہ بالغ البنیان

اعیزہٗ من شر ذی شنان

من حاسدٍ مضطرب العیان

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا۔ یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے میں اسے بیت شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں میں اس کو ہر دشمن اور ہر حاسد آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(ضیاء النبی)

ولادت کی برکت سے ثوبیہ باندی کی آزادی

۲۷............ مواہب لدنیہ زرقانی ولادت مبارک کی صبح ثوبیہ ابولہب کی لونڈی نے حضور اکرم کی پیدائش کی خوشخبری ابولہب کو سنائی۔ ابولہب نے اس مبارک خوش کے منانے کے صلہ میں ثوبیہ کو غلامی سے آزاد کیا۔

فقد رأى ابو لهب بعد موته في النوم فقيل له ماما لك قال في النار الا انه خفت عني كل ليلة اثنين وامص من بين اصبعي هاتين ماء واشاره براس ابهامه وان ذالك باعتاقي لثوبية عين بشرتني بولا دته النبي ﷺ

ابولہب کو حضرت عباس نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کہو کیا حال ہے؟ کہا کہ دوزخ میں پڑا ہوں مگر صرف پیر کی رات کو ایک قطرہ پانی کا ملتا ہے اور کچھ عذاب بھی ہلکا ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثوبیہ لونڈی کو حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری سنانے پر آزاد کر دیا تھا۔ (سیرت النبویہ)

بے شک حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور جناب کی محبت جزو ایمان ہے۔ جس قدر بھی ہو، کم ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ رب معبود نے اس کافر کو حضور کی ولادت کی خوشی کرنے کے سبب عذاب سے ہلکا کیا ہو۔ مگر ہمارے لئے اس خواب کی بنیاد پر کوئی خاص مجلس منعقد کرنا یا خاص کوئی طریقہ نکالنا ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ خواب ہے اور احکامِ شریعت کی بنیاد خواب پر نہیں ہوتی۔ نص صریح کی ضرورت ہے۔، دوسرے صحابہ کرام نے باوجود اتنے عشق و محبت کے جو حضور ﷺ والا کے ساتھ تھا۔ کوئی مجلس خاص اس شب مبارکہ میں نہیں کی۔ لہٰذا صحابہ کرام کا طریق عمل پسندیدہ ہے۔ حتی الامکان وہی اختیار کیا جائے۔ کیوں کہ ان

سے خدا راضی ہو چکا ہے۔

شب قدر نئی ہر سال خدا کی جانب سے بندوں کو ملتی ہے۔ شب ولادت مبارک ساری عمر میں صرف ایک ہی دفعہ ملی اس کی مثال ایسی ہے کہ انسان کو روزہ ہر روز ملتا ہے اور جان اور روح فقط ایک ہی دفعہ ملی۔

ستارے جھک رہے تھے

۲۸............ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے میری والدہ نے بتایا کہ وہ نبی ﷺ کی والدہ آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ جب ان پر ولادت کا وقت شروع ہوا۔

قالت فجعلت انظر الیٰ النجوم تدلی حتیٰ قلت لتقعن علی فلما وضعت خرج منها نور اضاء لہٗ البیت والدار حتیٰ جعلت لاارٰی الا نوراً

کہتی ہیں میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آگریں گے۔ جب ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ سے وہ نور نکلا جس نے درودیوار کو جگمگا دیا۔ اور مجھے ہر طرف نور ہی نور نظر آنے لگا۔ (حوالہ دلائل النبوۃ)

مشرق و مغرب روشن

۲۹............ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور نبی ﷺ بچپن میں اکٹھے کھیلا کرتے تھے۔ میری والدہ شفا بنت عمرو بن عوف ہمیں بتلاتی تھیں کہ جب حضرت آمنہ نے محمد ﷺ کو تولید کیا، تو آپ ﷺ میرے ہاتھوں پر تشریف لائے۔ آپ نے کچھ گریہ کیا تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا، اللہ آپ پر رحمتوں کی برسات کرے۔

فرماتی ہیں یہ واقعہ ہمیشہ میرے دل میں تازہ رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھی۔

علامہ سیوطی **خصائص کبریٰ جلد اول باب ماظھر فی لیلۃ مولدہ**، میں لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو محدث بیہقی طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۳۰ میں بھی یہ واقعہ مزکور ہے۔

مؤرخین کے مطابق آپ ﷺ کی تاریخ ولادت ۲۰ اگست ۵۷۰ء مطابق بارہ ربیع الاول ہے۔ جب کہ کسریٰ ایران شاہ نوشیرواں کی حکومت کو چالیس سال گذر چکے تھے۔ آپ پیر کو صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں سوق اللیل میں اس مکان میں جلوہ افروز ہوئے، جو آج بھی مولد النبی کے نام سے مشہور ہے۔ اور لوگ مکہ مکرمہ میں اس کی زیارت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ولادت پر ساری دنیا میں ہلچل مچ گئی

۳۰............ آپ ﷺ کی پیدائش پر ساری دنیا کے بت زمین پر گر گئے اور بادشاہوں کے تخت الٹ گئے۔ بت زمین پر جا گرے ایک سمندر کی مچھلی نے دوسری سمندر کی مچھلیوں کو جا کر مبارک باد دی کہ کائنات کا سردار آگیا ہے۔ اور کسریٰ کے محل میں ایک ہزار بقریٰ، فرش انبار، تین ہزار ایک سو چونسٹھ برس تک وہ سلطنت چلی ہے۔

دنیا کی سب سے قدیم سلطنت، جس میں مسلسل حکومت کی ہیں۔ یہ عرشین تھے۔ جس کو کسریٰ کہا جاتا ہے۔ تین ہزار ایک سو چونسٹھ برس۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس نے جا کر دم توڑا، وہ اپنے عروج پر تھی۔

نوشیروان کے محل کی آگ بجھ گئی

۳۱............ نوشیرواں کا زمانہ تھا، اور نوشیرواں عادل کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا زمانہ تھا اور اس کے محل میں پچھلے باپ دادا سے ایک ہزار برس سے آگ جل رہی تھی۔ اس لئے کہ وہ آگ کے پجاری تھے۔ ایک دم پوری آگ بجھ گئی۔

۳۲............ اس نے ایک سفید پتھر کا محل بنایا تھا اس کے چودہ بڑے بڑے مینار تھے، وہ دھماکے کے ساتھ زمین پر گر گئے، تو ساری کائنات میں ہل چل مچ گئی۔

ستاروں سے جھولی بھر گئی

۳۳............ حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں حضورﷺ کی ولادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ کے ہاں حاضر تھی۔ اس رات مجھے ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی۔ ستاروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آرہے ہیں۔ (شواہد النبوۃ)

سب روشنیاں ماند پڑ گئیں

۳۴............ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ حضورﷺ کی ولادت کے وقت میں نے دیکھا کہ آپ کا نور چراغ کی روشنی کو مات کر رہا تھا۔ میں نے اس رات دس علامات کا مشاہدہ کیا۔

اول............ جب حضورﷺ پیدا ہوئے، تو سب سے پہلے سجدہ ریز ہوئے۔

دوم............ جب سجدے سے سر اٹھایا، تو فصیح و بلیغ زبان میں لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ کہا۔

سوم............ میں نے گھر کو آپ کے چہرہ انور کے نور سے روشن و منور دیکھا۔

چہارم............ میں نے چاہا کہ میں آپ کو نہلاؤں، لیکن ہاتف نے آواز دی اے صفیہ! اپنے آپ کو زحمت نہ دے، کیونکہ ہم نے اپنے محبوب کو پاک صاف پیدا کیا ہے۔

پنجم............ پھر جب میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا تو میں نے دیکھا کہ حضور مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

ششم............ جب میں نے چاہا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں، تو آپ کی پشت پر میں مہر نبوت دیکھی اور آپ کے کندھے کے درمیان دیکھا تو وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

سمندر کی سطح گہری ہوگئی

۳۵............ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن قتیبہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ جب حضرت آمنہ کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا تو اللہ نے حکم دیا۔ آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں کا ارتفاع بڑھ گیا۔ سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز ہوگئی۔ (حوالہ خصائل کبریٰ)

شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر عمیق میں الٹا کر کے ڈال دیا گیا اور اس کی ذریات و نیز سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نور عظیم کا لباس پہنایا گیا۔ اور ستر ہزار حوریں خلاء میں اس کے سر پر استادہ کی گئیں جو کہ ولادتِ رسول کا انتظار کر رہی تھیں اور اس سال سارے جہاں کی عورتوں کے لئے بہ حرمتِ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ نے حکم دیا کہ اولادِ نرینہ سے حاملہ ہوں

اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ کسی قسم کا خوف نہ تھا اور دور دراز علاقوں میں عافیت تھی اور امن۔

ولادت النبی پر ملائکہ کی خوشی

۳۶............ جب حضور ﷺ کی والادت ہوئی، تو سعادت کی بارشیں ہونے لگیں۔ ظلمت اور تاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہاں نزہت ونور سے معمور ہو گیا۔ ملائکہ آپس میں مبارکیاں دینے لگے۔ اور ہر آسمان میں ایک ستون زبرجد کا قائم کیا گیا اور ولادت سعادت کی بدولت نور افشاں کر دیا گیا۔ آسمانوں میں یہ ستون مشہور ومعروف ہیں۔ اور معراج کے سفر آسمانی میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا اور فرمایا:۔

یہ ستون میری ولادت کی خوشی میں قائم کیے گئے۔

حوض کوثر کا مزین کیا جانا

۳۷............ جس رات میں سید الانبیاء کی ولادت ہوئی، اللہ نے حوض کوثر کے کناروں پر مشک اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے، اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کے لئے بخور بنایا۔ اس روز تمام آسمان والے اللہ سے سلامتی کی دعا مانگتے تھے۔ اور تمام بت اوندھے گر پڑے۔

لیکن لات وعزیٰ کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے اپنے مقامات سے بحکم رب اٹھ کر نکل آئے تھے۔ اور کہتے تھے قریش کا بھلا ہو ان کے یہاں امین آ گئے، ان میں صدیق تشریف لے آئے اور قریش نہیں جانتے کہ انہیں کیا مصیبت پہنچی ہے۔ خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی:۔

اب اللہ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست

میری زیارت کو آئیں گے۔ اب اللہ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا۔ اے عزیٰ تو ہلاک ہو گیا اور تین شب و روز بیت اللہ کا زلزلہ نہ رکا۔ (حوالہ خصائل کبریٰ)

جانوروں کو گویائی مل گئی

۳۸............

مواهب لدنيه والخميس نطقت كل دابة فى قريش وقاتلت حمل برسول الله ورب الكعبة هو اامان الدنيا وسراجا واصبح عرش ابليس منكو ساء الملك يعظمه فى مضيق البحار اربعين صباحا فانقلب اسود محتر قاولم يبق سويد الملك من ملوك الدنيا الااصبح منكو ساوكلت السنة الملوك حتى لم يقدرو الى زالك اليوم على التكلم واصبحت اصنام الدنيا منكوسة

(مواهب لدنيه والخميس زرقانى)

قریش کے گھر کا ہر ایک جانور بول اٹھا کہ لوگوں آج رسول اللہ حمل میں تشریف لائے۔ کعبہ کے رب کی قسم ساری دنیا کے لئے باعث امن وامان اور جہاں کے بھی چراغ ہوں گے۔ اوندھا کیا گیا تخت ابلیس کا اور غوطے دیتا رہا ابلیس کو ایک فرشتہ چالیس دن تک برابر۔ جس کے صدمے سے ابلیس کی رنگت سیاہ پڑ گئی اور الٹے گئے تمام بادشاہوں کے تخت اور گونگی رہیں زبانیں ان کی سارے دن کوئی بادشاہ کچھ بھی منہ سے نہ بول سکتا تھا اور اوندھے گرائے گئے تمام جہاں کے بت۔

وفرت وحوش المغرب الیٰ وحوش المشرق وکذالک اهل البحار بشیر بعضهم بعضا

تاریخ الخمیس مواهب اللدنیه خصائص کبری

اور دوڑے وحشی جانور مغرب کے رہنے والے مشرق کے جانوروں کی طرف خوشخبری لے کر اسی طرح دریائی جانور خوشی سناتا تھا ایک دوسرے کو۔

جنگلی وحشی اور دریائی جانوروں کی خوشی کا کیا سبب ہے؟ آسمان زمین اور سارے جہاں کی بقا اور حیات موقوف ہے۔ ذکر الٰہی پر جو بعد مسیح کے عرصہ چار سو پچاس سال سے دنیا سے قریب الختم ہو چکا تھا۔ سوائے انسان کے ہر ایک چیز زمین، پہاڑ، جنگل کے جانور، دریائی مخلوق اس راز سے واقف تھے۔ اور جان گئے تھے کہ اب عنقریب جہان فنا ہوا اور ساتھ ہی ہم بھی غارت ہوئے۔

عین شدت کی پیاس اور ناامیدی کی حالت میں ابر رحمت کی صورت میں نمودار ہوئی اور یکا یک خاتم الانبیاء سردار اولین اور آخرین کے حمل میں لانے کی ندا آسمان سے کان میں آئی۔ ہر ایک جانور خوشی سے پھولا نہ سمایا اور شدت سرور میں محو ہو کر مشرق کے جانور مغرب تک اور مغرب کے جانور مشرق تک آپس میں بشارتیں اور عالم کی زندگی اور حیات کی خوشخبریاں سناتے چلے گئے۔ اسی طرح دریائی جانور اپنی حیات کی خبر پا کر خوش ہوئے۔

سوکھے درخت سرسبز ہو گئے

۳۹............ آج وہ رات تھی کہ جانِ جہاں اور حیات عالم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے حمل میں تشریف لائے۔ اور اب عنقریب دنیا میں ظاہر ہو کر جہاں کو زندہ کریں گے۔

وكانت قريش في جذب شديد وضيق عظيم فاحضرت الارض وحملت الاشجار واتٰهم الوفد من كل جانب وسميت تلك السنة الابتهاج

(مواهب لدنيه وزرقاني شرح مواهب)

قریش نہایت خشک سالی اور بڑی تنگی اور سخت مصیبت میں تھے۔ جس سال حضور اکرم ﷺ حمل میں تشریف لائے۔ خشک زمین سرسبز ہوئی سوکھے درخت ہرے ہو کر پھل پھول لائے۔ ہر ایک طرف سے خوش حالی فارغ البالی بھی نصیب ہوئی اس لئے خوشی اور تازگی کا سال اس برس کا نام رکھا گیا۔

پراسرار غیبی آواز

۴۰............ ابن سعد اور ابن عسا کر نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ ﷺ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان ﷺ نے عرض کیا:-

یارسول اللہ ﷺ میں ابھی شام سے آیا ہوں، راستے میں ہم معان اور زرقاء کے مقام کے مابین تھے کہ ہم پر نیند کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اچانک ہم صدا دینے والے کو سنا وہ کہہ رہا تھا اے سونے والو! اٹھو جلدی کرو مکہ معظمہ میں احمد مجتبیٰ ﷺ کا ظہور ہوگیا ہے۔ جب ہم مکہ معظمہ میں پہنچے تو ہم نے آپ کے متعلق سن لیا۔ (حجۃ اللہ)

ہر گھر روشن ہوگیا

۴۱............ شاہ عبد الحق محدث دھلوی نے مدارج النبوہ میں لکھا ہے کہ اس رات کی صبح کو روئے زمین کے تمام بت اوندھے پائے گئے۔ شیاطین کا آسمان پر

چڑھنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے۔ اور اس رات ہر گھر روشن و منور ہوا۔

کوئی جگہ ایسی نہ تھی جو انوار قدس سے جگمگا نہ رہی ہو۔ اور کوئی جانور ایسا نہ تھا جس کو قوت گویائی نہ دی گئی ہو اور اس نے بشارت نہ دی ہو۔ مشرق کے پرندوں نے مغرب کے پرندوں کو خوشخبریاں دیں۔

قریش کا یہ حال تھا کہ وہ شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے۔ چنانچہ تمام درخت خشک ہو گئے تھے اور تمام جانور نحیف و لاغر ہو گئے تھے۔ پھر حق تعالیٰ نے بارش بھیجی۔ جہاں بھر کو سر سبز و شاداب کیا۔ درختوں میں تر و تازگی آئی۔ خوشی و مسرت کی ایسی لہر دوڑی کہ قریش نے اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج رکھا۔ (مدارج النبوۃ)

ہر عورت نے لڑکے کو جنا

۴۲............ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ کے رسول اللہ ﷺ سے حاملہ ہونے کے دلائل میں سے ایک بات یہ تھی کہ قریش کے ہر چوپایہ نے اس رات گویائی کی اور کہا کہ قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی! آج رات اللہ کا رسول حمل میں تشریف لایا ہے جو ساری دنیا کا امام اور تمام جہاں والوں کا آفتاب ہے۔

واذن النساء الدنیا تلک السنۃ الحمین زکور الکرامۃ محمد ﷺ

خصائص کبریٰ سیوطی تاریخ الخمیس

اور حکم دیا خدا نے دنیا بھر کی عورتوں کے رحم کو کہ اس سال ہر عورت کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی بزرگی ثابت کرنے کے لیے۔

ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بنو سعد بن بکر میں دودھ پی رہے تھے۔ (حلیمہ سعدیہ کے ہاں زیر پرورش تھے) آپ کی والدہ نے آپ

کو دودھ پلانے والی عورت سے کہا اس بچے کا خیال رکھنا اور اس کے بارے میں کسی کاہن وغیرہ سے سوال کرنا۔ کیونکہ جب یہ تولد ہوا تو میں دیکھا:۔

کـانهٔ خرج منی شهاب اضاء ت لهٔ الارض کلها

گویا مجھ سے نور نکلا جس سے ساری زمین روشن ہوگئی اور میں نے شام کے محلات دیکھ لئے۔

کاہن چیخ اٹھے

۴۳............ ایک دن آپ کی دایہ حلیمہ سعدیہ ؓ آپ کو لے کر کہیں جا رہی تھیں، عرب کی ایک منڈی ذی المجاز میں پہنچیں، تو وہاں ایک کاہن دیکھا جس سے لوگ سوالات کرر ہے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ حضرت آمنہ کے حسب حکم اس سے سوال کرنا چاہیے۔ آپ اس کے پاس آئیں۔ جب کاہن نے نبی ﷺ کو دیکھا تو آپ کو دونوں بازو پکڑ لئے اور بولا:۔

اے قوم اس بچے کو قتل کر دو۔ قتل کر دو اے قوم اسے مار دو۔

حلیمہ کہتی ہیں، میں اس کاہن پر جھپٹ پڑی اور بچے کے بازو پکڑ لئے اور مدد کے لئے پکارا، اتنے میں کچھ لوگ آ گئے، جو ہمارے ساتھ آئے تھے اور ہم نے کوشش کر کے اس سے بچہ چھڑوا لیا اور لے کر وہاں سے چل دیئے۔ (دلائل النبوۃ)

میرے بیٹے کی عجیب شان ہے

۴۴............ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ابو طالب سے سنا وہ بتاتے تھے کہ جب حضرت آمنہ نے نبی ﷺ کو وضع فرمایا، تو عبدالمطلب آئے۔ آپ کو اٹھایا، ماتھے پر بوسہ دیا اور ابو طالب کے حوالے کرتے ہوئے کہا، یہ تمہارے پاس

میری امانت ہے۔ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔

پھر حضرت عبدالمطلب نے اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں تمام اہل مکہ کی تین دن دعوت کی۔ پھر مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے ہر راستہ پر اونٹ ذبح کروا کے رکھ دیئے۔ جن سے تمام انسانوں، جانوروں اور پرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔

کاہن آسمانی خبروں سے محروم ہوگئے

۴۵............ ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ پہلے آسمانی خبریں سنی جاتی تھیں۔ اسلام کے آنے کے بعد مسدود ہوگئیں۔ بنی اسد کی ایک عورت سعیدہ نامی کے ایک جن تابع تھا۔

جب اس کو آسمانی خبریں لانے پر قدرت نہ رہی، تو ایک دن وہ اس عورت کے سینہ میں داخل ہو کر چیخنے لگا۔ رسم اتحاد ختم ہوگئی گردنیں اڑ گئیں اور ایسا حکم آیا جس کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور احمد ﷺ نے زنا کو حرام کر دیا۔ (خصائل کبریٰ و دلائل)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری سے روایت کی اللہ نے اسلام کی وجہ سے شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا، کہانت منقطع ہوگئی۔ اب کہانت کا وجود نہیں۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت نافع بن جبیر سے روایت کی انہوں نے کہا: شیاطین جاہلیت کے دور میں آسمانی خبریں سن لیا کرتے تھے اور انہیں مارا نہ جاتا تھا۔ مگر جب سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، آگ کے گولوں سے ان کو مارا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے سر پر امامت کا تاج رکھا گیا

محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اس رات حضور ﷺ کا نور نبوت حضرت عبد اللہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ کے بطن مقدس میں منتقل ہوا۔

روئے زمین کے تمام چوپایوں خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے بزبان فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔

شب ولادت کعبہ کے بت گر گئے:۔

۴۷............ حضرت عبدالمطلب کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ جب آدھی رات گزری، تو میں نے خانہ کعبہ کو بمقام ابرہیم کی طرف سجدہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دیکھا اور کہتے سنا کہ اب مجھے مشرکوں کی نجاستوں اور زمانہ جہالت کی ناپاکیوں سے پاک وصاف کر دیا گیا ہے۔ پھر اس میں تمام بت جھک گئے۔

میں نے ہبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا بت تھا تو وہ بھی اوندھے منہ ایک پتھر پر پڑا ہوا تھا۔ اور منادی نے یہ صدا دی کہ حضرت آمنہ کے بطن سے محمد پیدا ہو چکے ہیں۔ اس وقت میں صفا پہاڑ پر چلا گیا۔ صفا پہاڑ پر میں نے پر غول دیکھا۔ مجھے ایسا نظر آتا تھا گویا تمام پرندے اور بادل مکہ پر سایہ کرنے آئے ہیں۔ پھر میں حضرت آمنہ کے گھر کی طرف آیا۔ دروازہ بند تھا۔

میں نے کہا دروازہ کھولو۔ حضرت آمنہ نے کہا: ابا جان محمد ﷺ پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا: لاؤ ذرا دیکھوں تو۔ کہنے لگیں اجازت نہیں۔ پھر میں نے کہا اے آمنہ اس بچے کو تین دن تک کسی کو مت دکھانا۔ یہ کہہ کر میں نے تلوار سونتی اور گھر سے

باہر چلا گیا۔ میں ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو تلوار سونتے ہوئے تھا۔ اور چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا۔ کہنے لگا:۔

اے عبدالمطلب! واپس چلا جا تا کہ ملائکہ مقربین اور تمام علیین کے رہنے والے تیرے بچے کی زیارت سے فارغ ہوں۔

اس سے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں اسی حالت میں باہر آ گیا تا کہ قریش کو محمد ﷺ کی پیدائش کی خبر دوں۔ لیکن میری زبان ایک ہفتہ تک بند ہو گئی۔ اور میں کسی سے بات نہ کر سکا۔

قریش کے بت پرستوں کی حیرانی

ارباب سیرت نے لکھا ہے کہ قریش کے کچھ لوگ جن میں ورقہ ابن نوفل، زید بن عمر اور عبداللہ بن جحش جیسے ممتاز افراد بھی شامل تھے، ہر رات ایک بت کے پاس جایا کرتے تھے۔ جس رات جانِ دو عالم ﷺ کی ولادت ہوئی، اس رات بھی یہ لوگ حسب معمول دیوتا کے چرنوں میں حاضری دینے کے لئے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ دیوتا منہ کے بل گرے پڑے ہیں۔

دیوتا کی یہ حالت دیکھ کر سب نہایت افسردہ ہوئے۔ اور اسے اٹھا کر دوبارہ اپنی جگہ پر کھڑا کیا مگر وہ پھر دھڑام سے زمین پر آ رہا۔ جب تیسری دفعہ بھی یہی صورت پیش آئی تو ایک شخص نے جھنجلا کر دیوتا سے کہا:۔

تمہیں آج کیا ہو گیا ہے؟ بار بار گر پڑتے ہو؟

دیوتا کے اندر سے غیبی آواز آئی:۔

تزدی لمولود اضاءت بنوره

جمیع فجاج الارض بالشرق والغراب

یہ اس نو مولود کی وجہ سے گر رہا ہے جس کے نور سے شرق وغرب میں زمین کے تمام راستے جگمگا اٹھے ہیں۔ (سیرت حلبیہ والا ثار محمدیہ)

انہیں نشانیوں میں سے بتوں کا اوندھے منہ گرنا اور ان کا ذلیل وخوار ہونا ہے۔ قریش کا ایک بت تھا، وہ ہر سال اسی بت کے نزدیک آتے، عید اور جشن مناتے۔ اس کے سامنے اعتکاف کرتے تھے۔

ایک رات انہوں نے دیکھا کہ وہ بت اوندھا پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے اٹھا کر اپنی جگہ کھڑا کیا مگر وہ دوبارہ گر پڑا پھر کھڑا کیا سہ بارہ پھر گر پڑا۔ جب انہوں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو وہ بہت غمگین وملول ہوئے اور اسے اپنی جگہ مضبوط کر کے باندھ دیا۔ اس وقت اس بت کے خول سے یہ آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

تردی لمولود اضاءت بنوره
جمیع فجاج الارض بالشرق والغراب
وخرت لہ الاولان طراً ورعدت
قلوب ملوک الارض جمعا من الرعب

یعنی مولود کو چادر اوڑھائی جس کے نور کی شعاعوں سے زمین کے مشارق ومغارب کی راہیں روشن ہوگئیں۔ اور اس کی حرارت سے تمام بت گر پڑے اور اس کے رعب ودبدبہ سے زمین کے بادشاہوں کے دل دہل گئے۔

یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی شب ولادت کا ہے۔

ولادت رسول پر ابلیس کا رونا

۴۹............علامہ احمد بن زینی وحلان، السیرۃ النبویہ میں رقمطراز ہیں:-

وعن عکرمۃ ان ابلیس لما ولد رسول اللہ ﷺ ورأی تساقط النجوم قال لجنودہٖ قد ولد اللیلۃ ولد یفسد امرنا فقال لہ جنودہٗ لو ذھبت فخبلتہٗ فلما دنا من رسول اللہ ﷺ بعث اللّٰہ جبرائیل فرکضہٗ برجلہٖ رکضۃ وقع بعدن

جب نور محمد ﷺ بذریعہ حضرت عبداللہ سیدہ آمنہ کے رحم میں منتقل ہوا تو روئے زمین کے تمام بتوں نے اپنے سر جھکا لئے اور تمام شیاطین اپنے کام سے دست کش ہو گئے۔ ملائکہ نے تخت ابلیس کو سرنگوں کر کے سمندر میں پھینک دیا اور چالیس روز تک اسے سزا دیتے رہے۔

آخر کار وہاں سے بھاگ کر وہ جبل ابوقبیس پر آ کر اس طرح شور اور فریاد و غوغا کرنے لگا کہ اس کی تمام ذریت جمع ہو گئی۔ کہنے لگا:-

تم پر سخت افسوس ہے کہ محمد ﷺ متولد ہو گئے۔ یاد رکھو اس کے بعد لات وعزیٰ اور تمام بتوں کی عبادت باطل ہو جائے گی۔ اور دنیا نورِ توحید سے معمور ہو جائے گی۔ اور اسی طرح عرب کے تمام قبائل اور قریش کے تمام کاہن اپنی صنعت کاری (بت تراشی) سے نادم وشرمندہ ہو گئے اور کہانت کا علم ان سے سلب کر لیا گیا۔

اسی رات زمین وآسمان سے یہ صدا آنے لگی کہ اس نبی آخر الزماں کی آمد کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جس نے نو ماہ سے بطن آمنہ کو منور کیا ہے اور انہیں کسی قسم کا رنج والم نہیں پہنچا۔ ولادتِ رسول اکرم ﷺ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر واقعہ فیل سے پچپیں دن بعد ہوئی۔ ابرہہ بن اشرم بیت اللہ شریف کی تخریب کے لئے آیا تھا۔ یہ

نوشیرواں عادل کا زمانہ تھا۔ جو حضور کی ولادت کے بعد ۲۲ سال تک زندہ رہا۔

(حوالہ شواھد النبوۃ)

آپ ﷺ کی پیدائش پر ابلیس کا غم

۵۰............ ابن ابی حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے، تو ساری زمین نور سے منور ہوگئی اور ابلیس نے کہا آج کی رات ایک فرزند ایسا پیدا ہوا ہے، جو ہمارے کاموں کو خراب کردے گا۔

اس پر اس کی ذریات نے کہا جب تو اس کے پاس جائے تو اس کے فہم و دانش کو متاثر اور خراب کر دینا۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے قرین ہونے ہی والا تھا کہ اللہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ٹھوکر رسید کی اور وہ ملک عدن میں جا گرا۔ (حوالہ خصائل کبریٰ)

آپ ﷺ کی ولادت پر یہودیوں کی گھبراہٹ

۵۱............ ابن سعد، حاکم بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہم نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا۔ حضور ﷺ کی شب ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا:

اے گروہ قریش! کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟

قریش نے جواب دیا: ہمیں نہیں معلوم۔

اس نے کہا: دریافت کرو اور میں جو بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔

آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے، جس پر کثرت سے بال ہیں۔ گویا کہ وہ

گھوڑے کا ایال ہے۔ وہ بچہ دو راتوں تک دودھ نہ پئے گا۔ کیونکہ ایک عفریت جنی نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دودھ پینے سے روک دیئے گئے ہیں۔ پھر قریش کی مجلس برخاست ہوگئی۔

وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے۔ وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو تقریباً سب ہی نے اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات ایک لڑکا عبداللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام انہوں نے محمد ﷺ رکھا ہے۔

پھر اہل قریش نے اس یہودی سے ملاقات کی اور اس کو بتایا۔ یہودی نے کہا: میرے ساتھ چلو تا کہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کروں۔ وہ آئے اور حضرت آمنہ سے عرض کیا کہ بچے کو دیکھیں گے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو ان لوگوں کی گود میں دے دیا۔

یہودی نے کپڑا اٹھا کر اس علامت کو دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور جب اس کی حالت درست ہوئی تو قریش نے کہا ہم کو تمہاری تکلیف پر افسوس ہے۔ ہم پریشان ہیں کہ تمہیں اچانک کیا ہوگیا؟

یہودی نے کہا: بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ اے قبائل قریش! کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو؟ خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم پر اس طرح غلبہ کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہوگا۔ (خصائل کبریٰ)

یہودی حضور ﷺ کی پیدائش سے باخبر تھے

بیہقی اور ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہم نے حضرت حسان بن ثابت سے روایت کی کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک ہوش و گوش والا سمجھ دار بچہ تھا۔ میں نے سنا مدینہ کا

ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہوا اور پکار کر کہنے لگا: اے گروہ یہود! دیکھو آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا، ان لوگوں نے اس سے کہا: تیری خرابی ہو کیوں شور مچاتا ہے؟ یہودی نے چھت پر سے کہا: احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے، جس کو آج رات میں کسی وقت پیدا ہونا ہے۔ (خصائل کبریٰ)

بوقت ولادت یہودیوں کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا

۵۲............ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطاء فرمائی ساٹھ سال آپ نے جہالت میں گزارے اور ساٹھ سال بحیثیت ایک سچے مومن کے آپ کو زندگی گزارنے کی مہلت دی گئی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

میری عمر ابھی سات آٹھ سال تھی، مجھ میں اتنی سمجھ بوجھ تھی کہ جو میں دیکھتا، اور سنتا تھا، وہ مجھے یاد رہتا تھا۔ ایک دن علی الصبح ایک اونچے ٹیلے پر یثرب میں ایک یہودی کو میں نے چیختے چلاتے ہوئے دیکھا وہ یہ اعلان کرر ہا تھا۔

یا معشر یهود فاجتمعوا الیه

اے گروہ یہود سب میرے پاس اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ اس کا اعلان سن کر بھاگتے ہوئے اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے پوچھا بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا:۔

طلع نجم احمد الذی ولد بہ فی ھٰذہ اللیلۃ ای الذی طلوعه علامة علیٰ ولادته ﷺ فی تلک اللیلة فی بعض الکتب القدیمة	اس نے کہا کہ وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس نے اس شب کو طلوع ہونا تھا جو بعض کتب قدیمہ کے مطابق احمد ﷺ کی ولادت کی رات ہے۔

اللہ نے موسیٰ کو حضور ﷺ کی پیدائش کی نشانی بتائی تھی

کعب احبار کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت سے آگاہ کیا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہ نشانی بتادی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا:-

> وہ ستارہ جو تمہارے نزدیک فلاں نام سے مشہور ہے۔ جب اپنی جگہ سے حرکت کرے گا تو وہ وقت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کا ہوگا اور یہ بات بنی اسرائیل میں ایسی عام تھی کہ علماء ایک دوسرے کو بتاتے تھے اور اپنی آنے والی نسل کو اس سے خبردار کرتے تھے۔

حوالہ سیرت النبویہ (احمد بن ذینی ج ۱)

کسریٰ کے محل کے مینارے گر گئے اور آتش کدہ ایران سرد ہو گیا

۵۳............ ھانی مخزومی جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی، ان کے بیٹے مخزوم بن ھانی نے روایت کی کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے:-

از تجس ایوان کسریٰ	کسریٰ کا محل دہل اٹھا اور اس کے چودہ
وسقطت منه اربعة عشر	برج (مینارے) گر گئے۔
مشرافه	
وخمدت نار فارس ولم	آتش کدہ ایران سرد ہو گیا جو ایک ہزار
تخمد قبل ذالک بالف عام	سال سے مسلسل دھک رہا تھا۔

دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور مجوسی عالم موبذان نے خواب میں دیکھا کہ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے

انہیں علاقہ فارس (ایران) میں پھیلا دیا۔ (بحوالہ بیہقی ابو نعیم)

سطیح کا کسریٰ کو حضور ﷺ کی نشانیاں بتلانا

صبح ہونے پر کسریٰ شاہ ایران بڑا پریشان ہوا، مگر اس نے صبر کیا اور خیال کیا کہ اس بارے میں اپنے وزراء مشیرین سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اس نے تاج پہنا اور اپنے تخت پر بیٹھتے ہی موبذان کو بلا لیا۔ اور کہا:-

موبذان! آج رات میرے محل کے چودہ برج گر گئے ہیں اور ہزار سال سے مسلسل دہکنے والا آتش کدہ فارس بجھ گیا ہے۔

موبذان مجوسی عالم نے کہا:-

یزداں آپ کے ملک و سلطنت کو قائم و دائم رکھے، آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹوں کو عربی گھوڑے کھینچ رہے ہیں، اور دریائے دجلہ کٹ کر اپنے شہروں میں پھیل گیا ہے۔

کسریٰ نے پوچھا: اے محترم موبذان اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: عرب کے کسی گوشے سے کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔

اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن المنذر کو خط لکھا: میرے پاس کسی ایسے جاننے والے واقف کار کو بھیجو کہ اس سے جو کچھ میں چاہوں دریافت کرسکوں۔ نعمان نے اس کے پاس عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیجا۔

جب وہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا: کیا تم ایک صاحب بصیرت شخص ہو؟ کہ میں تم سے سوال کروں؟ عبدالمسیح نے جواب دیا:-

اے شہنشاہ فارس! دریافت کیجئے، مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا ورنہ اس شخص کی نشان دہی کر دوں گا جو اسے جانتا ہوگا۔ اس کے بعد بادشاہ نے سارا حال

بیان کیا جس کو سن کر عبدالمسیح نے کہا: اس بارے میں صحیح علم میرے ماموں کو ہے، جو شام میں پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور جس کو سطیح کاہن کہتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: اچھا اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو۔ پس عبدالمسیح سفر دراز طے کر کے سطیح کے پاس پہنچا۔ وہ ایک تخت پر پڑا ہوا تھا اور اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔

عبدالمسیح نے اسے سلام کیا، اس نے سلام کی آواز سن کر سر اٹھایا اور کہا: عبد المسیح! تیز رفتار ناقہ پر سطیح کے پاس آیا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ ساسانی بادشاہ نے اپنے قصر کے زلزلے، آتشکدے کے بجھ جانے، موبذان کے خواب اور دجلہ کے عرضی پھیلاؤ کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔

جس وقت تلاوت کی کثرت ہوگی، اور صاحب عصا کا ظہور ہوگا، اور دریائے ساوہ خشک اور آتشکدہ بجھ جائے گا، تو سطیح کے لئے شام، شام نہ رہے گا، اور بادشاہ مرد اور بادشاہ عورتوں کی حکومت کنگروں کے گرنے کی تعداد کے برابر ہوگی۔ یعنی یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہوں کی حکومتیں ہوں گی اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔

سطیح یہ بتا کر اسی وقت فوت ہوگیا۔ عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور اسے سارا حال بتایا۔ کسریٰ نے کہا جب تک ہمارے خاندان میں چودہ حکومتیں ہوں گی، تو بہت سے امور پیش آئیں گے۔

اس کے بعد چار سال اس کی حکومت رہی اور باقی بادشاہوں نے خلافتِ فاروقی تک حکومتیں کیں۔ (حافظ ابن سید الناس نے اس واقعہ کو عیون الاثر میں بھی لکھا ہے)

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب سے روایت کی کہ میں ۸ھ میں کسریٰ کے مدائن میں گیا اور وہاں کے محلات کو دیکھ کر حیرت کر رہا تھا، تو وہاں کے مقامی بوڑھے نے مجھے بتایا کہ کسریٰ نے سب سے پہلی بدشگونی اس رات میں محسوس کی کہ جس رات میں حضور ﷺ پر پہلی بار وحی کا نزول ہوا۔ یہاں قصر کے کنگرے گر پڑے اور پھر مذکورہ بالا پوری حدیث کے مطابق اس نے اپنا شنیدہ ومشاہدہ بیان کیا۔ (تاریخ الکامل لابن الاثیر ومعارج النبوت)

شاہ ایران کے محل میں دراڑ پڑ گئی

۵۴.......... ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ بادشاہِ ایران نے دجلہ کے کنارے ایک محل کی بنیاد رکھی تو اس پر اس قدر مال و دولت صرف کیا کہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ ایک دن اس کے محل کے درمیان ایک شگاف پڑ گیا۔ وہ بنیاد جو اس نے رکھی تھی پانی بہا کر لے گیا۔ اس وقت اس کے پاس تین سو ساٹھ جادوگر، نجومی اور روحانی عامل تھے۔

ان میں رب کا ایک شخص سائب نامی تھا۔ اسے کہانت میں بڑی دسترس تھی اور جو وہ کہتا اس میں بہت کم غلطی ہوتی۔ بادشاہ نے ان کا ایک گروہ جمع کیا اور کہا میرا محل ٹوٹ گیا ہے اور اس کی اساس خراب ہوگئی ہے۔ اس بارے میں کچھ غور کرو کہ یہ کیوں ہوا ہے؟ یہ سن کر وہ سب اس کے سامنے سے اٹھ آئے تا کہ اس مسئلہ پر غور وفکر کریں۔ ان پر ان کے سحر وجادو اور کہانت کی تمام راہیں بند ہوگئیں۔ ثائب اسی تاریک رات میں بالائی پشتہ پر گیا اور آسمان کے کناروں پر نظر ماری اور دیکھا کہ حجاز کی جانب سے بجلی چمکی اور مشرق تک پہنچ گئی۔

جب صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے نیچے سبزہ ہی سبزہ تھا۔

اس نے دل ہی دل میں کہا میں نے جو بھی دیکھا ہے سچ ہے۔ لہٰذا حجاز سے ایک ایسے بادشاہ کا ظہور ہوگا جو تمام مشرق کو محیط کرلے گا۔ اور دنیا میں فراخی وکشادگی پیدا کرے گا۔ جب تمام کاہن وشعبدہ باز اور نجومی ایک جگہ اکٹھے ہوئے، تو یہ اتفاق رائے سے کہنے لگے کہ کوئی پیغمبر ﷺ پیدا ہوا ہے یا ہوگا۔ جس کے قبضہ میں ملک کسریٰ چلا جائے گا۔ لیکن یہ تمام ماجرا بادشاہ کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ ہم سب کو قتل کرڈالے گا۔

وہ اس کے پاس آئے اور کہا کہ محل میں شکست وریخت اور بناء دجلہ میں اس وجہ سے خرابی واقع ہوگئی تھی کہ بنیاد رکھنے کے وقت پسند وناپسند میں غلطی ہوئی تھی۔ ہم وقت پسند کرتے ہیں تاکہ اب بنیاد میں خرابی پیدا نہ ہو۔ انہوں نے وقت پسند کیا اور دوسری دفعہ بنیاد رکھی گئی۔ جب محل مکمل ہوا تو اس نے تمام اعیانِ سلطنت کے ساتھ اس مین ایک جشن رچایا۔ دجلہ میں زور سے طغیانی آئی محل کی تمام بنیاد خراب ہوگئی۔

بادشاہ کو پانی سے نیم مردہ باہر نکالا گیا۔ بادشاہ نے نجومیوں اور کاہنوں پر نہایت سختی کی اور بعض کو قتل کردیا۔ باقیوں نے کہا چونکہ ہم سے پہلے کاہنوں اور نجومیوں سے خطاء ہوگئی تھی۔ اس لئے ہم سے بھی خطا واقع ہوگئی ہے۔

بادشاہ نے ایک دفعہ اور محل کی بنیاد رکھی۔ جب وہ مکمل ہوا تو خائف وترساں اس پر پاؤں رکھا لیکن وہ بنیادیں ہل گئیں۔ اور پھر اسے نیم مردہ حالت میں پانی سے باہر نکالا گیا۔ بادشاہ نے ان تمام کے قتل کا حکم دیا تو کہنے لگے، سچی بات یہ ہے کہ ایک پیغمبر مبعوث ہوچکا ہے یا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔

بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا

۵۵............ بلاد فارس مین شہر ساوہ کے قریب ایک بحیرہ ساوہ تھا جس کا پانی کافی وسیع وعریض علاقے پر پھیلا ہوا تھا۔ جس کے ساحل پر ہر دو طرف نہایت شاندار مکان اور کنیسہ تھے۔ مجوسی وہاں آگ کی پوجا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت وہ خشک ہو گیا۔

ورقہ بن نوفل کا بت آپ ﷺ کی پیدائش پر گر گیا

۵۶............ ولادت النبی سے قبل ورقہ بن نوفل نجاشی کے پاس آیا، اور کہا: اے بادشاہِ وقت! میں آپ کو اس کے متعلق خبر دیتا ہوں۔ ایک رات میں اپنے بت کے پاس سو رہا تھا میں نے اچانک اس کے پیٹ سے آواز سنی کوئی بلند آواز سے یوں کہہ رہا تھا۔

ولد النبی قذلت الاملاک وناى الضلال وادبر الاشراک

نبی کریم ا کی ولادت ہوئی اور بادشاہ ذلیل ہو گئے گمراہی دور ہو گئی
اور شرک پیٹھ پھیر گیا۔ پھر وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔

زید بن عمرو نے کہا:-

اے بادشاہ! میرے پاس بھی اسی طرح کی ایک تعجب خیز خبر ہے میں اس رات اپنے گھر سے نکل کر کوہ ابی قبیس پر آیا۔ میں نے ایک ایسے آدمی کو آسمان سے نازل ہوتے ہوئے دیکھا، جس کے دو سبز پر تھے۔ اس نے ابوقبیس کے پہاڑ پر کھڑے ہو کر مکہ معظمہ کی طرف دیکھا اور کہا شیطان ذلیل ہو گیا۔ بت جھٹلا دیئے گئے اور امین ﷺ پیدا ہوئے۔ اس کے پاس ایک کپڑا بھی تھا۔ اس نے مشرق تا مغرب اس

کپڑے کو پھیلا دیا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے نیچے ہر چیز روشن ہوگئی۔

کائنات میں اتنا زیادہ نور پھیل گیا جس کی وجہ سے قریب تھا کہ میری بصارت ختم ہو جاتی اس منظر نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ اس ہاتف غیبی نے اپنے پروں کو پھڑ پھڑایا۔ حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر گر پڑا۔ اس سے نور نکلا جس سے تہامہ جگمگا اٹھا۔ اس نے کہا زمین پاکیزہ ہوگئی اس کی بہار آگئی۔ اس نے کعبہ میں موجود پتھروں کی طرف اشارہ کیا۔ تمام بت منہ کے بل گر پڑے۔

نجاشی نے کہا اب میں تم دونوں کو بتاتا ہوں کہ میں نے اس رات کیا دیکھا تھا۔ میں اس رات اپنے محل میں اکیلا سویا ہوا تھا۔ اچانک زمین میں سے ایک سر اور گردن ظاہر ہوئی۔ اس نے کہا اصحاب فیل کے لئے ہلاکت اتر آئی۔ ان پر ابابیل نے کنکریاں برسائیں حد سے متجاوز، گنہگار اور کٹی ہوئی ناک والا ہلاک ہوا۔

نبی الامی المکی الحرمی کی ولادت ہوئی۔ جس شخص نے ان کی آواز پر لبیک کہا وہ سعادت مند ہوا جس نے ان کی دعوت سے انکار کیا وہ سرکش اور باغی بن گیا۔ پھر وہ زمین میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔

میں نے یہ خوفناک منظر دیکھ کر چیخنا شروع کر دیا۔ مجھ میں گفتگو کرنے کی قوت نہ تھی۔ میں نے کھڑا ہونے کی کوشش کی لیکن میں کھڑا بھی نہ ہو سکا۔ میری یہ حالت دیکھ کر میرے گھر والے میرے پاس آئے، میں نے انہیں کہا مجھے حبشہ سے دور لے چلو تاکہ میں اسے نہ دیکھوں۔ وہ مجھے حبشہ سے دور کسی مقام پر لے گئے پھر کہیں جا کر مجھ میں گفتگو کرنے کی قوت پیدا ہوئی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

کسریٰ کی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے بطریق ابن عوف ﷺ عمیر بن اسحاق ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ اور قیصرے کے نام خط لکھا۔ لیکن قیصر نے تو خط کو محفوظ رکھا اور کسریٰ نے چاک کردیا۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو فرمایا:۔

مجوسیوں کی سلطنت پارہ پارہ ہوجائے گی۔
اور نصرانیوں کی سلطنت ان میں باقی رہے گی۔

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے ابوامامہ باہلی ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ کسریٰ کے سامنے دو سبز چادروں میں ملبوس آدمی کی صورت میں فرشتہ آیا۔ اس کے پاس سبز لکڑی تھی اور وہ شخص بہت بوڑھی شکل میں تھا۔ اس نے کہا کہ اے کسریٰ اسلام قبول کرلے ورنہ تیرے ملک کو ٹکڑے کردوں گا۔ جیسے اس لکڑی کو ٹکڑے کرتا ہوں۔ کسریٰ نے کہا کہ لکڑی کو نہ توڑ پھر وہ پلٹ کر چلا گیا۔ (خصائل کبریٰ)

کسریٰ کے قاصد کی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری

ابونعیم اور ابن سعد رحمہا اللہ نے شرف المصطفیٰ میں بطریق ابن اسحاق زہری سے انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ﷺ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مکتوب کسریٰ کو ملا تو کسریٰ نے یمن میں اپنے عامل کو لکھا:۔

اس شخص کے پاس جو حجاز میں ظاہر ہوا ہے۔ اپنے پاس سے دو بہادر آدمیوں کو روانہ کرو، تاکہ وہ دونوں ان کو میرے پاس لے کر آئیں۔

باذان نے قہرمانہ اور ایک اور شخص کو بھیجا اور ان کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے نام ایک خط بھیجا، اور اس میں لکھا کہ ان دونوں کے ساتھ آپ کسریٰ کے پاس تشریف لے جائیں۔

باذان نے قہرمانہ سے کہا کہ اس شخص کی طرف غور سے دیکھنا کہ وہ کس شان کا اور ان سے گفتگو کرنا اور ان کی خبر مجھے لا کر دینا۔ چنانچہ وہ دونوں نبی ﷺ کے دربار میں آئے اور حضور اکرم ﷺ کو انہوں نے پیغام پہنچایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ کل صبح آنا۔ پھر جب وہ دوسرے دن آئے تو رسول اللہ ﷺ نے خبر دی:۔

اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو قتل کرادیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر غالب کر دیا ہے۔ اور فلاں مہینے کی فلاں رات کو اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔

ان دونوں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا فرمارہے ہیں؟ ہم یہ بات بادشاہ سے جا کر کہہ دیں گے۔ فرمایا:۔

ضرور تم جا کر میری طرف سے کہہ دینا اور تم دونوں یہ بھی کہنا کہ میرا دین اور میری سلطنت بہت جلد وہاں تک پہنچ جائے گی۔ جہاں تک کسریٰ کی حکومت ہے۔ یہی نہیں بلکہ جہاں تک گھوڑ سوار اور پیدل پہنچ سکتے ہیں، وہاں تک میرا دین اور میری سلطنت پہنچے گی۔ اور تم دونوں اس سے کہنا کہ اگر تو اسلام لے آیا تو تیری مملکت تیرے ہاتھ میں رہے گی۔

پھر وہ دونوں باذان کے پاس پہنچے اور اس سے سارا حال بیان کیا۔ یہ سن کر باذان نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بات کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے

فرمایا ہم ضرور اسے دیکھیں گے اور وہ ہوکر رہے گا۔اس کے بعد زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ شیرویہ کا خط اس کے پاس آیا اس نے لکھا تھا:۔

میں نے فارس کے غضب کی خاطر کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ جب کہ اس نے فارس کے سرداروں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔اب میرے لئے ان لوگوں سے جو تمہارے پاس ہیں فرمانبرداری کا عہد لو اور اس شخص کو برانگیختہ نہ کرو، جس کے لئے کسریٰ نے تمہیں خط لکھا تھا۔

جب باذان نے یہ خط پڑھا تھا تو وہ کہنے لگا:۔

بے شک یہ نبی مرسل ہے اور وہ اسلام لے آیا اور آل فارس کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

پھر باذان نے قہرمانہ نے پوچھا تم نے ان کو کس شان مین دیکھا ہے؟ اس نے کہا:۔

مجھ سے کسی نے ایسی ہیبت کے ساتھ گفتگو نہیں کی جتنی ہیبت مجھ پر ان سے گفتگو کرنے میں طاری تھی۔

باذان نے پوچھا کیا ان کے پاس نگہبان ہیں اس نے کہا نہیں

قیافہ شناس حضور ﷺ کو دیکھ کر حیران رہ گئے

بنی ہدلج کے کچھ لوگوں نے جو قیافہ شناس تھے اور چہرہ مہرہ دیکھ کر آدمی کے مستقبل کے متعلق بتلا دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ عبدالمطلب سے کہا اس بچے کی حفاظت کرو۔اس لئے کہ مقام ابراہیم پر (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے) قدم کا جو نشان ہے،اس سے شباہت رکھنے والا قدم ہم نے اس بچے کے سوا کسی کا نہیں دیکھا۔یعنی یہ بچہ قوم کی اس شباہت کی وجہ سے کچھ خاص ہی شان والا ہے۔اس لئے اس کی پوری حفاظت کرو۔مبادا اسے کوئی گزند

اور نقصان پہنچ جائے۔

مقام ابراہیم علیہ السلام وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبے کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اس پتھر پر بطور معجزہ ان کے پیروں کے نشان پڑ گئے تھے۔ یہ ہی پتھر ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور جو مقام ابرہیم کہتا ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اسی کی طرف آنحضرت ﷺ کے چچا نے اپنے قصیدے میں اشارہ کیا ہے

وبالحجر المسود اذ یلثمونہ
اذا کتفوو فی الضحیٰ والاصائل

وموطئی ابراھیم فی الصخر رطبۃ
علیٰ قدمیہ حافیا غیر ناعل

قسم ہے اس حجر اسود کی جس کو لوگ چومتے ہیں اور جب کہ اس کو صبح اور شام اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور قسم ہے حضرت ابراہیم کے قدموں کی اس جگہ کی جو پتھر میں آج بھی تازہ ہے۔ جو ان کے قدموں کے برابر بغیر جوتے کے ننگے پیر کا نشان ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک اس پتھر میں دھنس کر اپنا نشان چھوڑ گئے اور یہ بغیر جوتے کے ننگے پاؤں کا نشان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مقام ابراہیم علیہ السلام یعنی اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام (کے پاؤں) کی انگلیوں اور ایڑیوں کے نشان دیکھے۔ نیز کسی قدر تلوے کا نشان بھی ہے مگر لوگوں کے اس کو (برکت کے لئے) چھونے نے اس نشان کو ختم کردیا۔

آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان سے مشابہ ہونے سے ظاہر ہے کہ یہ ایک ہی نسل اور خاندان کے آدمیوں کے ہیں۔ یعنی اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں اور یہ روایت آپ کے شجرۂ نسب کا ثبوت بنتی ہے۔

کیونکہ گذشتہ ابواب میں ایک واقعہ ذکر ہوا ہے کہ حضرت اسامہ ابن زید جن سے رسول ﷺ کو بہت تعلق تھا، وہ کالے رنگ کے تھے۔ کیونکہ ان کی ماں ام یمن برکہ حبشیہ سیاہ فام تھیں۔ مگر اسامہ کے والد حضرت زید گورے چٹے تھے۔ اس لئے منافقین حضرت اسامہ کے نسب میں شبہ اور طعن کیا کرتے تھے کہ وہ حضرت زید کے بیٹے نہیں ہیں۔

اس سے آنحضرت ﷺ کو رنج اور تشویش تھی کہ اچانک قبیلہ مدلج کے ایک مشہور قیافہ شناس مجزز مدلجی نے دیکھا کہ دو آدمی ایک چادر اوڑھے پڑے سو رہے ہیں جن کے پیر نظر آ رہے تھے۔ اگرچہ ان میں سے دو پیر سیاہ تھے اور دو سفید مگر مجزز نے علم قیافہ سے دیکھتے ہی حیرت سے کہا کہ یہ پیر جو رنگ کے لحاظ سے بہت مختلف لگتے ہیں مگر ہیں ایک ہی نسل کے۔

اس خبر سے آنحضرت ﷺ کو بہت اطمینان ہوا اور منافقوں کی زبانیں بھی بند ہوگئیں۔ آنحضرت ﷺ نے چونکہ مدلجی کی اس خبر پر اطمینان فرمایا اس لئے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ علم قیافہ کے ذریعہ نسب کا معاملہ طے ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ابو ہریرہ کی اس روایت سے جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے قدموں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کے مشابہ بتلاتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ہی نسل کے آدمیوں کے پیر معلوم ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہونا علم قیافہ

سے بھی ثابت ہوتا ہے، جو شرعی دلیل بھی ہوتی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نشان بھی پتھر میں نقش ہو جاتے تھے۔ چنانچہ معراج کی رات میں جب آپ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے پتھر پر آپ کا نشان قدم نقش ہو گیا، جو آج تک موجود ہے۔

مگر علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ میں ایسی کسی روایت سے واقف نہیں ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نشان بھی پتھر پر جم جاتے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں کسی دوسرے ایسے محدث سے بھی واقف نہیں جس نے ایسی کوئی حدیث پیش کی ہو۔

اسی طرح جیسا کہ ایک روایت لوگوں میں مشہور ہے کہ جب ایک دفعہ آپ کی کہنی دیوار سے رگڑی گئی، تو ان کا نشان اس پتھر پر نقش ہو گیا، اور اسی وجہ سے مکے میں یہ جگہ آنحضرت ﷺ کی کہنی کے نشان سے مشہور ہو گئی۔ مگر علامہ سیوطی نے اس کے متعلق بھی اپنی لاعلمی اور بے خبری کا اظہار کیا ہے۔

مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قول کے باوجود علامہ سیوطی نے اپنی کتاب خصائص صغریٰ میں لکھا ہے کہ کوئی پتھر ایسا نہیں جس پر آنحضرت ﷺ کا قدم مبارک پڑا ہو اور اس پر اس قدم کا نشان نقش نہ ہو گیا ہو۔

یہاں تک علامہ سیوطی کا کلام ہے۔ اس بارے میں یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک کی اس تاثیر کے متعلق انکار کرنے کے بعد علامہ سیوطی کو کوئی معتبر روایت ملی ہو۔ جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ جس پتھر پر بھی آنحضرت ﷺ نے قدم رکھا اس پر نشان قدم جم گیا، یہ قابل غور ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ امام سبکی نے آپ ﷺ کے قدم مبارک کی اس تاثیر کے متعلق اپنے قصیدے میں یہ لکھا ہے:۔

واثر فی الاحجار مشیک لم لم
یوثر برمل او بطحاء رطبة

آپ کے قدموں کے نشان پتھروں میں پڑ گئے، مگر ریت اور نرم مٹی میں نہیں پڑے۔

اس قصیدے کی شرح کرنے والے نے اس سلسلے میں لکھا کہ شاید ریت میں آپ کے قدموں کے نشان نہ پڑنے سے مراد یہ ہے کہ جب آپ نے رات کے وقت مکے سے ہجرت فرمائی اور پہلے غار ثور میں جا کر چھپے، اس وقت (راستے میں) ریت پر آپ کے قدموں کے نشان نہیں پڑے۔

(تا کہ قریشی دشمن نشانوں کو دیکھتے ہوئے آپ تک نہ پہنچ جائیں) تو گویا ہمیشہ آپ ﷺ کی یہ شان نہیں تھی، کہ ریت میں پیروں کے نشان نہ پڑتے ہوں۔

چنانچہ اس رات مکے سے غار ثور کو جاتے ہوئے آپ ﷺ جب قدم اٹھاتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ اپنے پیر میرے قدموں کے نشانوں پر رکھتے چلو تا کہ ریت میں نشان نہ رہیں۔ اس سے آپ اپنے قدموں کے نشانوں کو چھپانا چاہتے تھے۔ تا کہ قریش جو آپ کی تلاش میں نکلیں گے، بھٹک جائیں گے۔

اس روایت سے مطلب نکلتا ہے کہ آپ کے قدموں کے نشان پڑتے تھے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نشان نہیں پڑتے تھے۔ پھر اسی بات کی تائید، اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے، جو آگے آرہا ہے کہ قریشی دشمن پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے، آنحضرت ﷺ کی تلاش میں چلے یہاں تک کہ ایک غار کے پاس جا کر وہ نشانات ختم ہو گئے۔ اس وقت پاؤں کے نشانوں کو پرکھنے والے ماہر نے ان لوگوں سے کہا:-

یہ نشانات ابن ابو قحافہ یعنی ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پیروں کے ہیں۔

جہاں تک دوسرے پیروں کے نشانات کا معاملہ ہے، تو ان کو میں

نہیں پہچانتا۔ ہاں وہ نشانات اس قدم کے نشان جیسے ہیں، جو
مقام یعنی مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر ہیں۔

اس پر قریش نے کہا کہ اس کے آگے تو کوئی نشان نہیں ہے۔ اس کی تفصیل آگے ہجرت کے بیان میں آئے گی۔ اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر حضرت کے پیر نشان کے ساتھ دوسرے قدم کا نشان بھی پہچانا جا رہا تھا، تو پھر آنحضرت ﷺ کے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانے کا کیا مطلب ہوگا۔ کہ اپنے پیر میرے قدموں کے نشانوں پر رکھتے چلو تاکہ ریت میں نشان نہ رہیں۔

اس کے جواب میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پیر آنحضرت ﷺ کے قدم کے برابر نہ ہو۔ (یعنی چھوٹا ہو) اب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا ٹھیک ہو جاتا ہے کہ ریت میں نشان نہ رہے۔ کیونکہ ممکن ہے مراد یہ ہو کہ ریت میں (میرے پیر کا) صاف اور واضح نشان نہ رہے۔ چنانچہ اب نشان قدم کے ماہر کا یہ کہنا بھی ٹھیک ہو گیا کہ یہ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیروں کے نشان ہیں، اور دوسرے قدم کے نشان کو میں نہیں پہچان سکا۔ (اس لئے کہ وہ صاف اور واضح نہیں تھا)

(امام سبکی کے قصیدے کی) اس شرح کرنے والے نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ آپ ﷺ کے قدم کے نشان پتھروں میں نقش ہو جاتے تھے۔ بلکہ اس کو جن بنیادوں پر قبول کیا ہے وہ بھی کمزور نہیں ہیں۔

اس قصیدے میں آپ کے نشان قدم پڑنے کے متعلق پتھر کے بجائے) پتھروں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ آپ کے قدم کے نشان (کسی خاص موقعہ پر ہی نہیں بلکہ) بار بار پتھروں پر پڑے ہیں۔ مگر علامہ سیوطی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ آپ کی یہ شان نہیں تھی کہ جس پتھر پر بھی آپ چلے اس پر نشان قدم ہو گئے ہوں۔ واللہ اعلم

نجران کے پادریوں کا اعتراف نبوت

ایک دن عبدالمطلب بیت اللہ میں حجر اسود کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس اس وقت بخران کے عیسائیوں کا اسقف اعظم یعنی بڑا پادری بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اسقف عیسائیوں کے مذہبی پیشوا کو کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں، بہت زیادہ عبادت کرنے اور خدا سے ڈرنے والا۔

غرض یہ پادری عبدالمطلب سے باتیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہماری کتابوں میں ایک ایسے نبی کی علامتیں ہیں، جو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونا باقی ہے۔ یہ شہر اس کی جائے پیدائش ہوگا، اور اس کی یہ یہ نشانیاں ہوں گی۔

اسی وقت کوئی رسول اللہ ﷺ کو لے کر وہاں آ گیا۔ پادری کی نظر آپ پر پڑی، تو اس نے فوراً آپ کی آنکھوں اور پیٹھ (جہاں مہر نبوت تھی) اور پیروں کو دیکھا (یعنی جن جگہوں پر علامتیں پائی جانے کی متعلق وہ جانتا تھا) اور پھر ایک دم بول اٹھا:-

وہ نبی یہی ہے۔ یہ تمہارے کیا ہوتے ہیں؟

عبدالمطب نے کہا : میرا بیٹا ہے۔

اسقف اعظم نے کہا: مگر ہم اپنی کتابوں میں تو یہ لکھا پاتے ہیں کہ اس نبی کا باپ زندہ نہیں ہوگا۔

عبدالمطب نے کہا : یہ میرا پوتا ہے۔ اس کے والد کا اس وقت ہی انتقال ہو گیا تھا۔ جب یہ بچہ ماں کے پیٹ میں تھا۔

اسقف نے کہا : تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا:- اپنے بھتیجے کی پوری طرح حفاظت کرو، کیونکہ تم نے سن ہی لیا ہے کہ اس کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے؟

ام ایمن سے روایت ہے کہ جس زمانے میں نبی کریم ﷺ کی میں پرورش اور دیکھ بھال کرتی تھی، تو ایک دن آپ کی طرف سے غافل ہوگئی۔ مجھے اس وقت پتہ نہیں تھا کہ آپ کہاں ہیں کہ اچانک عبدالمطلب وہاں پہنچ گئے اور کہنے لگے اے برکہ میں نے کہا حاضر ہوں۔ پھر وہ بولے: تمہیں معلوم ہے مجھے میرا بیٹا کہاں ملا؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ کہنے لگے:۔

میں نے اس کو بچوں کے ساتھ اس درخت کے پاس پایا۔ تم میرے بیٹے کی طرف سے اس طرح غافل مت ہوا کرو۔

اس لئے کہ اہل کتاب کہتے ہیں، یعنی یہودی اور عیسائی جن میں سے ایک سیف ابن ذی یزن بھی تھا کہ یہ اس امت کا نبی ہوگا۔ اب مجھے ان کی طرف سے اس کے متعلق اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔

اسی طرح عبدالمطلب کی آنحضرت ﷺ سے محبت کا یہ حال تھا کہ وہ جب بھی کھانا کھانے بیٹھتے، تو کہتے کہ میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ جب بھی کھانا آتا تو عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کو ہمیشہ اپنے برابر میں یا اکثر اپنی گود میں بٹھایا کرتے اور سب سے اچھا کھانا آنحضرت ﷺ کو دیتے تھے۔ (ام السیر علامہ حلبی)

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر۱۴

آپ ﷺ کے بچپن کے معجزات

اس باب میں وہ معجزات اور علامات ہیں، جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے اور جن کے عجائب کو آپ کی والدہ ماجدہ اور دوسرے حاضرین نے بیان کیا۔

حضور ﷺ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا

ا............ بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اور صابونی رحمتہ اللہ علیہ نے المائتین میں اور خطیب و ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتب تاریخ میں حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو آپ کی موت کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف اشارہ فرماتے چاند جھک جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز سنا کرتا ہوں۔

(خصائل کبریٰ)

غلاظت سے پاک ولادت

۲..........حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:۔

فولدته نظيفا مابه قذر

(نسیم الریاض ج۲ ص۲۷۵ ،مدراج النبوۃ ص ۱۴۴)

میں نے آپ کو پاک وصاف جنا، آپ کے ساتھ کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی۔

فطرتی تقاضوں کے مطابق ولادت کے وقت بچے کے ساتھ آلودگی کا ہونا لازمی امر ہے۔ ماں کے پیٹ سے بچے کا پاک وصاف پیدا ہونا ناممکن ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس خصوصی اعزاز واکرام سے نوازا کہ آپ کے جسم مبارک پر کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی۔

آپ ﷺ ناف بریدہ پیدا ہوئے

۳..........حضرت ابن عمر فرماتے ہیں:۔

عن ابن عمر رضی الله نه قال ولد رسول الله ﷺ مسرور امخونا

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۴۴ ، البدایہ والنہایہ ج۲ ص۲۶۷ مواہب ج ۱ ص ۲۴)

رسول اللہ ﷺ اس حال میں پیدا ہوئے کہ آپ ناف بریدہ اور ختنہ کیے ہوئے تھے۔

پیدا ہوتے ہی سجدہ ریزیاں

۴..........حضرت آمنہ فرماتی ہیں: جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ اسی وقت سجدہ ریز ہو گئے۔

فوضعت محمد (ﷺ) فنظرت الیہ فاذا ھو ساجد قد رفع اصبعیہ الی السماء کالمتضرع المبتھل

(مدارج النبوۃ ص ۱۴۴، مواھب ج ۱ ص ۲۱ انوار محمدیہ ص ۳۳، الخصائص الکبریٰ ص ۴۸)

جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ سجدے کی حالت میں تھے۔ دونوں شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں (یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں) اور آپ پر تضرع وانکساری کی حالت طاری تھی۔

علامہ معین کاشفی فرماتے ہیں:۔

چوں محمد ا متولد شد نظر کردم سر بسجدہ نھادہ بود (معارج النبوۃ رکن دوم ج ا ص ۴۸)

حضرت آمنہ فرماتی ہیں جب آپ پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے۔

حضور ﷺ مختوں پیدا ہوئے

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں یونس بن عطا نے اور انہیں حکم بن ابان نے اور انہیں عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عبدالمطلب بتاتے تھے کہ حضور ﷺ مختون ومسرور پیدا ہوئے۔ اور اس حالت پر انہوں نے تعجب کیا اور فرمایا یقیناً میرے اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

(اس روایت کو بیہقی، ابونعیم اور ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہم نے بھی بیان کیا ہے)

حاکم رحمتہ اللہ علیہ نے المستدرک میں کہا ہم نے اپنی کتاب میں پایا ہے کہ ابوالآباء حضرت آدم علیہ السلام مختون پیدا ہوئے۔ پھر ان کی اولاد میں سے بارہ انبیاء کرام

ختنہ شدہ پیدا کئے گئے۔ ان میں آخری نبی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہ السلام جن کو بہ حالتِ مختون پیدا کیا گیا اور جن کی تعداد بارہ بتائی جاتی ہے، حسب ذیل ہیں۔

حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت سام علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام۔ ان سب برگزیدہ انبیاء پر سلام ہو۔

ہانڈی دو ٹکڑے ہوگئی

۶............بیہقی وابن عساکر ابوالحکم تنوخی رحمتہ اللہ علیہم سے روایت کی انہوں نے کہا:۔

قریش میں دستور تھا کہ ان کے یہاں جب ولادت ہوتی تو صبح عورتیں نومولود بچے کے سر پر ہانڈی رکھتیں۔ اسی دستور کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، تو عبد المطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کر دیا کہ وہ رسم کے مطابق ہانڈی رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے ہانڈی رکھی، تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ رخ اوپر کو ہے اور آسمان کی جانب نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں۔

انہوں نے آ کر عبد المطلب سے کہا ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھ ایسی صورت واقع ہوئی ہو۔ عبد المطلب نے جواب دیا تم لوگ یاد رکھو اور مجھے امید ہے کہ یہ بچہ خیر وفلاح کو پہنچے گا۔

جب ساتواں روز ہوا اور عبد المطلب نے (عقیقہ میں) قربانی کی اور برادری کو کھانے پر بلایا تو کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا: اے سردار (مطلب!) آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں

نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔ قریشی مہمانوں نے کہا: اپنے ہاں خاندانی ناموں سے آپ نے کیوں انحراف کیا؟ فرمایا:-

''میری خواہش ہے کہ اللہ نے آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے
اور زمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔'' (خصائل کبریٰ)

پیدائش کے بعد معجزانہ کلام

۷.........علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

واستهل بتشديد الام اى رفع صوته بان عطس وقال الحمد لله بدليل قولها سمعت قائلا يقول رحمک الله

حضورا کو پیدا ہونے کے بعد چھینک آئی آپ نے الحمد للہ کہا اس کی دلیل یہ ہے، سمعت قائلا (ای ملکا) یقول تو فرشتے نے جواب دیا:- رحمک اللہ

(شرح شفا ملا علی قاری ج ۳ ص ۲۷۶،)

حضور ﷺ کا بچپن میں ہی اللہ کی بڑائی کرنا

تاریخ عالم میں چند ایسے غیر معمولی بچے بھی گذرے ہیں، جنہیں قادرِ مطلق نے بول چال کے زمانے سے پہلے ہی قوت گویائی عطا فرمادی تھی۔ پھر جان وعالم ﷺ اس شرف کے کیسے محروم رہ جاتے؟ آپ نے بھی دنیا میں قدم رکھتے ہی اپنی زبانِ حق ترجمان سے یہ الفاظ ادا کر کے توحید کا ڈنکا بجادیا۔

جلال ربي الرفيع الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا
وسبحان الله بكرة واصيلا (حواله سيرت حلبيه)

ایسے بچے مجموعی طور پر گیارہ ہوئے ہیں۔ علامہ سیوطی نے اس نظم میں ان سب کو اکٹھا

کیا ہے۔

تکلم فی المهد النبی محمد ویحییٰ وعیسیٰ والخلیل ومریم

ومبری جریح ثم شاهد یوسف وطفل لدی الخدود یر دیه مسلم

وطفل علیه مر بالامة النبی یقال لها تزنی ولا تتکلم

وما شطة فی عهد فرعون طفلها وفی زمن الهادی المبارک یختم

جھولے میں گفتگو کی، محمد ﷺ، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور مریم علیہ السلام نے اور جریج کو بری کرنے والے (بچے نے) یوسف علیہ السلام کے گواہ نے اور گڑھوں کے پاس ایک بچے نے، جسے مسلم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس بچے نے جس کے پاس سے ایسی لونڈی گذاری گئی جسے زانیہ کہا جاتا تھا اور وہ خاموش رہتی تھی۔ اور عہد فرعون کی ایک مشاطہ کے بچے نے اور نبی ﷺ کے عہد مبارک الیمامہ پر سلسلہ ختم ہوتا ہے

بوقت ولادت آپ ﷺ کی تسبیح

حضرت امام سہیلی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ نے یہ تسبیح بیان کی:۔

...... جلال ربی رفیع ......

میرے پروردگار کا جلال بڑا رفیع ہے۔

اسی طرح یہ بھی روایت کیا گیا ہے آپ ﷺ نے وقت ولادت یہ ذکر کیا:۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا

حضور ﷺ کا گہوارہ میں کلام فرمانا

حافظ ابوالفضل ابن حضر شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ سیر واقدی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اوائل عمر میں پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا اور ابن سبع رحمتہ اللہ علیہ نے الخصائص میں بیان کیا کہ آپ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے اور سب سے پہلا کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا:-

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا

حضور اکرم ﷺ نے پیدا ہوتے ہی دو عبادتیں اپنے خدا کی ادا فرمائیں۔ ایک ذکر **لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ** ...... دوسرا سجدہ۔ یہ ہی دونوں عمل آپ کی شریعت میں زیادہ اللہ کو پیارے ہوئے۔ حضور ﷺ کی امت کو لازم ہے کہ خدا کے پیارے رسول کے ادا کئے ہوئے اعمال جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ یہ دونوں عمل بالخاصیت ضرور خدا سے ملانے جنت میں لے جانے والے دیدارِ الٰہی دکھانے والے ہیں اور قرآن مجید بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

حضور ﷺ کے جسم سے کستوری کی خوشبو آنا

۸............

ثم نظرت الیہ فاذا بہ کالقمر لیلۃ البدر وریحہ یسطع کالمسک الاذفر (مواھب ج ا ص ۲۲)	فرماتی ہیں پھر میں نے آپ کو دیکھا آپ کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا اور جسم مبارک سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔

نبی ﷺ کا قرین (ہمزاد) مسلمان ہو گیا تھا

۹............ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ قرین (ساتھی) بنا دیا گیا ہے۔ جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی۔ (یعنی کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان بطور قرین ہے؟) فرمایا:-

ہاں میرے ساتھ بھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسپر کامیابی دی اور وہ اسلام لے آیا۔ اس لئے وہ مجھے نیکی ہی کا مشورہ دیتا ہے۔

آپ کے اس ارشاد وہ اسلام لے آیا کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرا تابع ہو گیا اس لئے مجھے برائی کا حکم نہیں دیتا۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے وہ مسلمان ہو گیا۔ اس طرح یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ٹھہری کہ صرف آپ کا قرین شیطان مسلمان ہو گیا تھا۔

حضور ﷺ کی بچپن میں جاہلیت کی رسومات سے حفاظت

۱۰............ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے حسن بن محمد بن علی اپنے والد کے واسطے سے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے سنا نبی ﷺ فرما رہے تھے:-

میں نے دو مرتبہ کے علاوہ کبھی بھی یعنی بعثت دور جاہلیت کی کسی رسم کو اپنانے کی کوشش نہیں کی اور دونوں مرتبہ اللہ نے مجھے خطا سے معصوم رکھا۔ ایک رات میں نے بالائی مکہ میں جہاں ہم بکریاں چراتے تھے۔ اپنے ساتھی لڑکے سے کہا:-

میری بکریوں کی دیکھ بھال رکھنا، میں آج رات مکہ میں کہانی سننے جا رہا ہوں۔ جیسے دوسرے نوجوان سنتے ہیں۔

کہنے لگا: بہتر ہے۔ چنانچہ میں نکلا ابھی مکہ کے قریب ہی تھا کہ پہلے گھر سے گانے اور ڈھول باجے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے قریش کے فلاں مرد وعورت کی شادی ہو رہی ہے۔ میں وہ موسیقی سننے میں مشغول ہو گیا اور اسی دوران میری آنکھ لگ گئی۔ پھر تب بیدار ہوا جب سورج کی شعاعوں نے مجھے آ جگایا۔ میں اپنے ساتھی کے پاس پہنچا اس نے پوچھا تم اتنی دیر کیا کرتے رہے؟ میں نے اسے سارا ماجرا سنا دیا۔

دوسری رات میں نے اس سے پھر وہی تقاضا کیا۔ اس نے اجازت دے دی۔ میں نے پھر وہی گزشتہ رات والی آوازیں سنیں اور میں انہیں سننے بیٹھ گیا تا آنکہ مجھے نیند آ گئی۔ پھر دن چڑھے آفتاب کی تمازت سے بیدار ہوا۔ اور اپنے ساتھی کے پاس آیا اور اس کے پوچھنے پر اسے وہی گزشتہ واقعہ کہہ سنایا۔

قال رسول اللہ ﷺ فواللہ ماھممت بعد ھما بسوءِ مما یعمل اھل الجاھلیۃ حتیٰ اکرمنی اللہ عزوجل بنبوتہ	نبی ﷺ نے فرمایا اس کے بعد میں نے دور جاہلیت کی کسی رسم کی طرف دھیان نہ دیا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کر دیا۔ (دلائل النبوۃ)

بچپن میں بت پرستی سے حفاظت

۱۱............ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ کہتی ہیں (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی) بوانہ میں ایک بت تھا۔

قریش اس کے پاس حاضر ہوتے اس کی تعظیم کرتے اس کے چرنوں میں بھینٹ چڑھایا کرتے اس کے پاس سر منڈواتے اور پورا دن اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہ ان کا سالانہ دن ہوتا تھا۔

ابو طالب بھی اپنی قوم سمیت وہاں جایا کرتا اور نبی ﷺ کو بھی چلنے کے لئے کہا کرتا۔ مگر آپ انکار فرمادیا کرتے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ابو طالب آپ ﷺ پر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا:۔

تم نے ہمارے خداؤں کے خلاف جو روش اپنا رکھی ہے مجھے یہ خطرناک محسوس ہونے لگی ہے۔

آپ کی پھوپھیاں بھی اس دن آپ پر سخت ناراض تھیں۔ کہنے لگیں، اے محمد (ﷺ) قوم کی عید میں تمہارے شامل ہونے سے ایک فرد کا اضافہ ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ چنانچہ وہ آپ کو مجبور کر کے لے گئے۔

مگر آپ وہاں سے غائب ہو گئے۔ جب تک کے لئے اللہ نے چاہا۔ پھر واپس تشریف لائے تو گھبرائے ہوئے تھے۔ پھوپھیوں نے پوچھا کیوں گھبرائے ہو؟ فرمانے لگے مجھے ڈر ہے کہ مجھے کوئی اثر ہو جائے گا۔

کہنے لگیں اللہ تعالیٰ تمہیں شیطان کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ تم میں تو ہر بھلائی موجود ہے۔ تو تم نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا:۔

میں نے جب بھی بت سے قریب ہونا چاہا ایک دراز قامت سفید رنگ آدمی میرے سامنے آتا اور مجھے چیخ کر کہتا اے محمد (ﷺ)! پیچھے ہٹ جاؤ اسے مت ہاتھ لگانا۔ (دلائل النبوۃ)

قبل بعثت آپ ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ گوشت کبھی نہ کھایا

۱۲............ سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے سنا تھا کہ زید بن عمرو بن نفیل غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور کا گوشت نہ کھاتے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی ایسا گوشت کبھی نہ کھایا۔ تا آنکہ مجھے اللہ تعالیٰ

نے مقام نبوت سے سرفراز کر دیا۔

حیاء کی وجہ سے آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے

۱۳............ حضرت جابر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب کعبہ کی تعمیر ہوئی نبی ﷺ اور عباس رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا اٹھا کر لانے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا اپنا تہبند کندھوں پر رکھ لو تاکہ تمہارے کندھے پتھر سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ آپ نے اسے کھول کر کندھوں پر رکھا ہی تھا کہ اتنے میں آپ زمین پر گر گئے اور آنکھیں آسمان میں گڑ گئیں۔ پھر آپ اٹھے اور فرمانے لگے میرا تہبند؟ میرا تہبند؟ اور فوراً آپ نے تہبند باندھ لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اچانک آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے میں دوڑتا ہوا آیا دیکھا تو آپ کی نگاہیں آسمان میں پیوست تھی۔ میں نے کہا: اے بھتیجے! تمہاری حالت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے روک دیا گیا ہے کہ برہنہ ہو کر چلوں۔ اس کے بعد آپ کبھی عریاں نہ ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آپ کی بات نوٹ کر لی تا آنکہ اللہ نے آپ کی رسالت کا اظہار کر دیا۔

نبوت کی پہلی علامت

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ کی نبوت کی پہلی علامت یہی تھی کہ آپ سے کہا گیا پردہ کرو۔ اس کے بعد آپ کا ستر کبھی برہنہ نہ ہو سکا۔

بچپن میں شیطان کا حضور ﷺ پر حملہ کرنا

۱۴............ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ

میں سر اقدس کو سجدہ میں رکھے ہوئے تھے کہ شیطان آ گیا۔ اس نے چاہا کہ آپ کی گردن کچل دے۔ اچانک جبریل امین علیہ السلام آ گئے، انہوں نے اپنے دونوں پروں سے اس پر ایسی تیز ہوا چلائی کہ

فما استقرت قدماه علی الارض حتیٰ بلغ الاردن — اس کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے اور لڑھکتا ہوا ارض اردن میں جگرا۔

ایک شخص نے عبدالرحمٰن بن جنبش رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جب شیطان اپنے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوا تھا، آپ نے اس وقت کیا کاروائی کی تھی؟

کہنے لگے اس وقت پہاڑوں اور وادیوں سے شیطانی لشکر (جنوں کا) نبی ﷺ پر اڈتے چلے آئے۔ ان میں خود ابلیس بھی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے آپ کو جلا دینے کے لئے آ پہنچا۔ نب

ی ﷺ نے انہیں دیکھا تو بتقاضا بشر کچھ ڈر محسوس ہوا۔ اتنے میں جبریل امین علیہ السلام آ گئے اور کہا اے محمد! (ﷺ) پڑھئے۔ فرمایا کیا پڑھوں؟ کہا یہ دعا پڑھیں:۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوز ھن برولا فاجر من شر ماخلق وذرا وبرأ ومن شر فتن اللیل والنھار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر یارحمٰن

میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ جن سے کوئی نیک و بد آگے نہیں بڑھ سکتا ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اللہ نے پیدا کی اسے عدم سے وجود دیا اور ظاہر کر دکھایا، اور شب و روز کے فتنوں سے بھی اور اچانک آ جانے کی شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں بجز اس کے جو بھلائی لے کر آئے اے اللہ!

راوی کہتا ہے نبی ﷺ نے یہ دعا فرمائی تو شیطانوں کی آگ سرد ہوگئی اور اللہ نے انہیں نامراد کر کے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ (دلائل النبوۃ)

میرے محبوب کی آمد پر راہب کا عبادت خانہ سجدہ میں گر گیا

۱۵.......... ایک دن عبدالمطلب آپ کو لئے کعبہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک قائف آیا اور یہ کہا کہ واللہ اس بچہ کے پیر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پیروں کی صورت ہیں۔ کیوں نہ ہوتے آپ خلیل اللہ کے فرزند حبیب اللہ تھے۔ جس وقت حضور ﷺ کی چھ سال کی عمر ہوئی جناب کی آنکھیں دکھنے آئیں۔

عبدالمطلب نے بہت سا علاج کیا مگر کچھ آرام نہ ہوا۔ کسی نے کہا کہ اے سردارِ قریش مکہ کے قریب عکاظہ مقام میں ایک راہب ہے جو آنکھوں کا علاج اچھا کرتا ہے آپ اپنے فرزند کو وہاں لے جائیں۔ شاید حضور ﷺ کو آرام ہو جائے۔

یہ خبر سن کر عبدالمطلب اونٹنی پر سوار ہو کر حضور ﷺ کو ساتھ لے کر راہب کے مکان پر پہنچے، مکان بند پایا۔ آوازیں دیں۔ لوگوں نے کہا کہ ابھی دروازہ بند ہوا ہے۔ اب ایک سال کے بعد پھر کھلے گا، اب کھلنا مشکل ہے۔

عبدالمطلب مایوس ہوئے کہ فوراً ہی عبادت خانہ میں زلزلہ آیا۔ نزدیک تھا کہ عبادت خانہ گر جائے اور راہب دب کر مر جائے۔ جلدی سے گھبرا کر باہر نکلا۔ حیرت سے چاروں طرف دیکھتا اور کہتا تھا:-

> آج کون یہاں آیا ہے، جس کی تعظیم کے لئے عبادت خانہ سجدہ کرتا ہے؟ جن کی زیارت کی خوشی میں مکان جھومتا ہے۔ جن کے خوف سے لرز رہا ہے۔

جب حضور ﷺ پر نظر پڑی، گھبرا کر بولا:۔

عبدالمطلب تم اس بچے کو نہیں جانتے کہ یہ کون ہے؟ یہ دنیا جہاں کا نبی، گنہگاروں کا شفیع ہے۔ اگر میں اپنے عبادت خانہ سے باہر نہ آتا تو فوراً دب کر مر جاتا۔ اے عبدالمطلب ان کی حفاظت کرو۔ ان کے دشمن اکثر یہودی ہیں۔

عبدالمطلب نے فرمایا کہ راہب بچہ کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ سنا ہے تم آنکھوں کا علاج کرتے ہو؟ راہب نے کہا:۔

کیا تم طبیب کو مریض اور بیمار کے پاس لائے ہو؟ یہ فرزند جہاں بھر کا طبیب جہاں کے لئے شفا ہے۔ اس کا منہ خزانہ ہے، شفا اور بقا کا۔ عبدالمطلب ان کا علاج اور ان کی دوا ان کے پاس ہے۔ تم ان کے منہ کا لعاب ابھی ان کی آنکھوں میں لگاؤ۔

یہ سن کر عبدالمطلب نے آپ کے منہ کا لعاب آپ کی آنکھوں میں لگایا۔ لعاب کا لگانا تھا یا مرض کے لئے شفا کا بہانا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہجرت کی شب میں جب غار ثور میں سانپ نے کاٹ لیا تھا، تب بھی آپ نے اپنا لعابِ دہن لگایا تھا۔ گویا لعاب تریاق تھا۔ وہی لعاب راہب نے آنکھوں میں لگانے کے لئے بتایا۔

کہتے ہیں ایک دن نبی ﷺ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے مکہ سے باہر کھنڈرات تک چلے گئے۔ وہاں بنی مدلج کے کچھ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر اپنی طرف بلایا۔ اور آپ کے قدموں اور ان کے نشانات کو گہری نظر سے دیکھا۔ پھر آپ کے پیچھے پیچھے عبدالمطلب تک چلے آئے۔ عبدالمطلب نے آپ کو اٹھا کر گلے سے لگالیا۔

وہ عبدالمطلب سے کہنے لگے یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟ کہا میرا بیٹا۔ کہنے لگے اس کی حفاظت رکھا کرو۔ خدا کی قسم ہم نے اس سے بڑھ کر کسی کا قدم مقام ابراہیم سے ہم شکل نہیں پایا۔ عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا سنو یہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ اس کے بعد ابوطالب آپ کی خوب حفاظت کرنے لگے۔ **(دلائل النبوۃ)**

نوعمری میں کھیل سے حفاظت

۱۶............ عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ مجھے میری قوم کے چند شیوخ نے بتلایا کہ وہ عمرہ کرنے نکلے۔ ان دنوں عبدالمطلب مکہ میں بقید حیات تھے۔ ان کے ساتھ ایک یہودی تیما بھی شریک سفر تھا۔ وہ مکہ یا یمن میں بغرض تجارت جا رہا تھا۔ عبدالمطلب کو دیکھتے ہی بولا ہم اپنی کتاب کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں جس کا فیصلہ ناقابل تبدیل ہے کہ اس شخص کی پشت سے وہ نبی نکلے گا جو ہمیں اور اپنی قوم کو قوم عاد کی طرح تہ تیغ کردے گا۔ (دلائل النبوۃ)

مکہ کے چند گڈریے جو کہ نوعمر تھے یہ سب خاندان بنو ہاشم کے لاڈلے ہیں۔ اور ان میں لمبی چھڑ والے ابوطالب کے بھتیجے محمد ﷺ ہیں۔ جو فکر معاش میں اپنے چچاؤں کی بکریاں چراتے ہیں۔

مکہ سے کچھ دور جانے کے بعد بکریوں کو چرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو قرب وجوار میں پھیلی ہوئی جھاڑیوں میں ادھر ادھر بکھر جاتی ہیں۔ اور تینوں لڑکے ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔

لیکن تھوڑی دیر بعد محمد ﷺ وہاں سے اٹھ کر کہیں جانا چاہتے ہیں۔ ایک لڑکا پوچھتا ہے محمد (ﷺ) کہاں جا رہے ہو؟ محمد ﷺ جواب دیتے ہیں بکریاں دور جا رہی ہیں، دوسری طرف جا کر بیٹھتا ہوں۔ لڑکا کہتا ہے تم ان کی فکر نہ کرو۔ کیوں؟ محمد

(ﷺ) پوچھتے ہیں۔

لڑکا کہتا ہے: ہماری آواز سن کر یہ خود بخود واپس آ جائیں گی۔ آؤ ہم کھیلیں۔

محمد (ﷺ) تم کھیلو میں ان کی پاسبانی کے لئے جا رہا ہوں۔ محمد ﷺ یہ کہہ کر اپنی چھڑ لئے ہوئے دوسری طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

وہ چلے جاتے ہیں تو ایک لڑکا کہتا ہے: ہمارے عم زاد بھی عجیب ہیں۔ کھیل کود سے انہیں کوئی دلچسپی ہی نہیں۔ اس پر دوسرا کہتا ہے انہیں تنہائی پسند ہے۔ ہاں ایک کہتا ہے ہر وقت کچھ سوچتے رہتے ہیں۔ انہیں سوچنے دو۔ دوسرا جواب دیتا ہے آؤ ہم کھیلیں۔ دونوں لڑکے کھیل کود میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ ان سے کافی دور ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔ بکریاں چرنے میں محو ہیں۔ ان کے گلے کی گھنٹیاں دور دور تک بجتی ہوئی سنائی دیتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا فضا میں جلترنگ بج رہے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کی نگاہیں نیلگوں آسمان اور بلند و بالا پہاڑیوں پر مرکوز ہیں۔ تاہم کبھی کبھی ایک نظر سے بکریوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کی محویت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ ان پر استغراق کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس عالم میں فضا سے محو راز و نیاز ہو جاتے ہیں۔

پہاڑیاں زبان بے زبانی سے کہتی ہیں۔

اے محمد (ﷺ) ہمیں غور سے دیکھئے اور سوچئے ہمارا بنانے والا کون ہے......؟ نیلگوں آسمان سرگوشیاں کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے...... پیارے محمد (ﷺ) دیکھیے ...... مجھے خالقِ اکبر نے کس طرح ...... بے سہارا پھیلا دیا ہے...... اس ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ...... تو بہت بڑا اور سب پر قادر ہے۔

صحرا کا ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے......اے محمد (ﷺ) ہم سب کا خالق یقیناً سب سے اعلیٰ وارفع ہے...... اسی نے وسیع آسمان بنایا...... اسی نے بلند پہاڑیاں پیدا کیں......اور اسی نے ہم حقیر ذروں کی تخلیق کی...... وہی آپ کا پیدا کرنے والا ہے......اسے تلاش کیجئے......

حضرت محمد (ﷺ) کی نگاہوں کے سامنے...... دیوی دیوتاؤں کے بے شمار بت ابھر آتے ہیں...... ہیئت ووجاہت میں ایک دوسرے سے مختلف بے جان...... بے حس پتھر کی مورتیاں......جن کے استھانوں پر بڑے بڑے سردار سجدہ ریز ہیں...... کچھ محو رقص ہیں......کچھ فریاد کناں ہیں......کوئی قربانیاں پیش کر رہا ہے......

کچھ برہنہ طواف کر رہے ہیں...... کچھ ہاتھ جوڑے...... آنکھیں بند کئے......خود بت بنے بیٹھے ہیں......کہیں ساز بجنے کی آواز ہے......کہیں خوشبو کی لپیٹیں ہیں......کہیں جھنڈے لہرا رہے ہیں......کہیں بے تابی و بے چینی......اور کرب اضطراب کا اظہار ہے......کہیں مایوسی اور کہیں امید جھلکتی ہے...... مگر یہ بے زبان...... بے حس اور بے جان مورتیاں...... مدتوں سے اسی طرح کھڑی ہیں...... آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ کی زبان سے بے اختیار نکل جاتا ہے...... یہ مورتیاں تو بے حس ہیں......نہیں انسان نے خود تراشا ہے......لیکن انسان کو کس نے بنایا ہے......وہ انہی خیالات میں کھو جاتے ہیں......اتنے میں ان کے ہم عمر چند گڈریئے......اپنے ریوڑوں کو لیے ہوئے......اس طرف آنکلتے ہیں......اور آپ کو دیکھ کر رفتہ رفتہ قریب آجاتے ہیں۔

محمد (ﷺ) کیا سوچ رہے ہو؟ ایک لڑکا پوچھتا ہے، آپ چونک اٹھتے ہیں۔

اور خیالات کی لہریں پریشان ہو جاتی ہیں......

آپ اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں میں سوچ رہا تھا کہ آسمان کس نے پھیلایا...... پہاڑیاں کیسے بن گئیں...... اور صحرا کے ذرے کس طرح وجود میں آئے......لڑکا یہ سن کر پریشان سا ہو جاتا ہے......اور سہمے ہوئے لہجے میں کہتا ہے......

یہ سب ہمارے دیوتا ہیں......ان کے متعلق ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔

آپ زیر لب تبسم فرماتے ہیں اور لڑکے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہتے ہیں......میرا دل اس بات کو نہیں مانتا......لڑکا بھونچکا سارہ جاتا ہے......اس کے لئے یہ انتہائی خطرناک بات ہے......وہ حیرت اور بے چینی کے عالم میں کہتا ہے:

محمد (ﷺ) ایسی بات نہ کہو۔ دیوتا ناراض ہو جائیں گے۔

پھر کیا ہوگا؟ آپ پوچھتے ہیں۔

پھر ہمیں نقصان ہوگا وہ ہمیں برباد کردیں گے۔لڑکا جواب دیتا ہے۔آپ ﷺ نہایت پراعتماد لہجے میں فرماتے ہیں:۔

یہ بے جان اور بے حس چیزیں ہمیں کس طرح نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔تم خود ہی سوچو۔ مجھے تو اس بات پر قطعاً اعتبار نہیں۔ اتنے میں دوسرا لڑکا بھی قریب آجاتا ہے اور چھوٹتے ہی کہتا ہے:۔

آج بنوکنانہ کے ہاں راگ ورنگ کی مجلس ہے چلو رات کو وہاں چلیں۔
حضرت محمد ﷺ ابھی تک خاموش ہیں۔ لیکن پہلا لڑکا بضد ہو کر کہتا ہے: ہاں ہاں!!! محمد (ﷺ) آج ضرور وہاں چلیں گے۔ آخر سارا دن جنگل میں بکریاں چرانے کے بعد اس مجلس کا لطف اٹھانے میں کیا حرج ہے؟

حضرت محمد ﷺ بلاتوقف فرماتے ہیں، میرے دل میں کبھی اس قسم کی خواہش

ہی پیدا نہیں ہوئی، تم بے شک جاؤ۔ پہلا لڑکا بول اٹھتا ہے:۔

محمد (ﷺ) اگر ایک رات ایسی محفل میں گزارو تو اس قسم کی خواہشیں تمہارے دل میں بھی خود بخود پیدا ہونے لگیں گی۔

دوسرا لڑکا اس کی تائید میں کہتا ہے تم سارا سارا دن جنگل میں بکریاں چراتے ہو یا ان ہونی باتیں سوچتے رہتے ہو۔ اس لئے تم ایسی مجلسوں کے لطف سے واقف نہیں ہو۔ آج ہم تمہیں ضرور اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

حضرت محمد ﷺ نوجوان ہیں۔ اور نوجوانی اپنے ساتھ امنگوں اور ولولوں کو لے کر آتی ہے۔ اس عمر میں طوفانوں کا آغاز ہوتا ہے۔ طرح طرح کی آرزوئیں مچلتی ہیں۔ تجسس اور جستجو کی بجلیاں کوندتی ہیں۔ آگے بڑھنے اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ شعلہ جوالہ بن جاتا ہے۔ ذرا سی تحریک پر ہزاروں خوابیدہ خواہشیں جاگ اٹھتی ہیں۔ اور کھیل کود کی خاطر اپنے رفیقوں کے ساتھ چل پڑنا بالکل فطری تقاضا بن جاتا ہے۔

ساتھیوں کی اس تحریک نے جنابِ محمد ﷺ کو راگ کی محفل میں جانے پر آمادہ کر لیا۔ اور طے یہ پایا کہ بکریاں اپنے عم زاد طالب کے سپرد کر کے رات کو بنو کنانہ کی چوپال میں جائیں گے۔ اگر تم اصرار کرتے ہو تو میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ حضرت محمد ﷺ دوٹوک فیصلہ کر دیتے ہیں۔

ساتھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور فطرت آپ کو تنہا دیکھ کر سرگوشیوں میں کہتی ہے یا محمد ﷺ آج آپ بکریوں کی پاسبانی کر رہے ہیں، کل آپ کو جہانبانی کرنی پڑے گی۔ بکریوں کی دیکھ بھال میں آج آپ جس دل سوزی سے کام لیتے ہیں۔ امت کی نگرانی کے لیے کل اس سے زیادہ جگر سوزی سے کام لینا پڑے گا۔ یہ کھیل تماشے تو دوسروں کے لئے ہیں۔ آپ تو پاسبانِ بنی آدم ہیں۔

بچپن میں جب آپ اپنے چچا ابو طالب اور ان کے بچوں کے ساتھ مل کر کھاتے تو سب کے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب کبھی آپ نہ ہوتے اور وہ سب مل کر کھاتے تو وہ شکم سیر نہ ہوتے۔

حضرت ابو طالب کے بچے جب صبح کو اٹھتے تو پراگندہ حال ہوتے۔ اور جب آپ صبح میں بیدار ہوتے تو خوش وخرم، ہشاش بشاش اور سرگیں آنکھوں کے ساتھ اٹھتے۔ ام ایمن ؓ جو آپ کی نگران تھیں۔ کہتی ہیں کہ آپ نے بچپن میں کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت نہیں فرمائی اور آپ کا یہی رویہ بڑے ہو کر بھی رہا۔ (از حضرت محمد)

پاؤں کی ٹھوکر سے چشمہ ابل پڑا

حضرت عمرو بن شعیب ؓ فرماتے ہیں:-

حضور سید الکونین ﷺ ایک دفعہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ مقام ذی المجاز میں تھے۔ یہ مقام عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور یہاں ہر سال منڈی لگتی ہے۔ حضرت ابو طالب کو پیاس لگی تو

قال النبی ﷺ عطشت ولیس عندی ماء فنزل النبی ﷺ فضرب بقدمه الارض فخرج الماء فقال اشرب

(زرقانی ص ۱۷۰/۵)

انہوں نے حضور ﷺ سے کہا: اے بھتیجے میں پیاسا ہوں اور میرے پاس پانی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ اپنی سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا۔ فرمایا: اے چچا پانی پی لو۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے وضو کا پانی چاہ قبا میں ڈالا، تو اس کے بعد اس کا پانی اتنا بڑھا کہ پھر کبھی خشک نہ ہوا۔ (شفا شریف)

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

بچپن میں موسیقی سے حفاظت

۱۸............ ابن راہویہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابن اسحاق، بزار، بیہقی، ابونعیم اور عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں جاہلیت کی رسوم بد اور لہو ولعب کی طرف کبھی بھی متوجہ نہیں ہوا۔ بجز دو راتوں کے اور ان دو راتوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بے خطا اور معصوم رکھا۔

ایک رات کا واقعہ تو یہ ہے کہ مکہ کے چند نوجوان اور میں اپنے گھر کی بکریوں کے ریوڑ میں تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ذرا میری بکریوں کی نگرانی کرنا تاکہ میں مکہ جا کر نوجوانوں کا شغل دیکھوں۔ اس نے کہا: اچھا۔

پھر میں آبادی کی طرف آیا اور پہلے ہی گھر میں موسیقی کی آواز میں نے سنی۔ پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ کسی نے بتایا کہ شادی کا سلسلہ ہے۔ میں موسیقی سننے کے لئے بیٹھ گیا۔ اللہ نے میرے کانوں کا تھپتھپایا اور میں سو گیا۔ حتیٰ کہ دوسرے روز سورج کی آمد پر اس کی شعاعوں نے مجھے بیدار کیا۔

میں اٹھ کر ساتھی کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا اتنے لمبے وقت تک کیا کرتے رہے؟ میں نے اس کو پوری آپ بیتی سنائی۔ دوسری رات پھر میں نے ساتھی سے کہا کہ میری بکریوں کا خیال رکھ تاکہ میں جا کر کچھ شغل کروں۔ اس نے اقرار کر لیا اور میں مکہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہاں آ کر میں نے موسیقی کی ویسی آواز سنی جیسی کہ میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ میں دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر قدرت نے میرے کانوں کا تھپتھپایا اور میں

سو گیا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن دھوپ نے مجھے جگایا۔ پھر میں لوٹ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا۔

اس نے پوچھا کیا کیا؟ میں نے کہا کچھ بھی نہیں اور اسے ساری صورتِ حال بتائی۔ اس کے بعد میں نے نہ کبھی ایسا ارادہ کیا اور نہ ہی مجھے رغبت ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ نے مجھے نبوت سے سربلند سرفراز فرمایا۔ (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل اور اس کے تمام راوی عدالت، صداقت اور حفاظت میں معتبر ہیں)

حضور ﷺ کے اشارے پر چاند کا حرکت کرنا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اس وقت جب کہ آپ مہد (جھولے) میں تھے، ایک بات دیکھی تھی، جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے۔

رایتک فی المهد تناغیف القمر وتشیر الیه باصبعک فحیث اشرت الیه مال قال انی اکنت احدثه ویحدثنی ویلهینی عن البکاء (انوار محمدیه ص ۴۶ خصائص کبریٰ ص ۱/۵۳ ،شواهد النبوت ص ۶۸ ،نزهته المجالس ص ۹۱)

میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ گھوارے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس طرف آپ انگلی سے اشارہ کرتے تھے چاند اسی طرف ہو جاتا تھا۔ فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

وہ بچہ ایک نظر مجھے دکھلا دو

۲۰............ بنی ازد کا ایک خاندان "لِہب" ہے جو قیافہ شناسی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس کا ایک ماہر قیافہ شناس، جب کبھی مکہ مکرمہ آیا کرتا، لوگ اپنے بچے اس کے پاس لے جاتے تاکہ اس کے مستقبل کے بارے میں اپنے علم قیافہ کی مدد سے انہیں کچھ بتائے۔

ایک دفعہ جب وہ مکہ آیا، تو حضرت ابو طالب حضور ﷺ کو بھی لے کر اس کے پاس گئے۔ اس نے ایک مرتبہ دیکھا پھر وہ دوسرے بچوں کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ جب فارغ ہوا تو کہنے لگا ابھی میں نے ایک بچہ دیکھا تھا، وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے آؤ۔

حضرت ابو طالب نے جب حضور ﷺ کے بارے میں اس کی شدید حرص کو دیکھا تو آپ نے حضور ﷺ کو چھپا دیا۔ وہ بار بار اصرار کرتا وہ بچہ میرے پاس لاؤ۔ وہ بچہ مجھے دکھاؤ۔ بخدا اس کی شان بڑی بلند ہو گی۔

حضور ﷺ اپنے دادا کے جس کام کو اپنے ذمہ لیتے وہ پورا ہوتا

۲۱............ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابو یعلی، طبرانی ابن عدی اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور بیہقی، ابو نعیم اور ابن مندہ رحمہم اللہ نے کندیر بن سعید ﷺ کی سند سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں زیارت بیت اللہ کو میرا جانا ہوا۔

میں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو یہ پڑھ رہا تھا۔

رد الیٰ راکبی محمدا　　یارب ردہ واصطنع عندی یدا

اے میرے رب مجھ پر سواری کرنے والے، محمد ﷺ کو مجھے لوٹا دے۔ اے میرے رب اسے پلٹا دے اور میرے ہاتھ مضبوط کردے۔

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے جو مناجات کررہا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ عبدالمطلب ہیں انہوں نے اپنے فرزند (محمد ﷺ) کو تلاشِ شتر کے لئے بھیجا ہے اور وہ عبدالمطلب کے جس کام کی انجام دہی کے لئے جاتے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس وقت ان کو واپسی میں کچھ دیر ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ دعا کررہے ہیں۔ اس بات کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ حضور ﷺ اونٹ لے کر آگئے۔

بچپن کی دعا پر بارش کی برسات

۲۲............ قریش پر کئی سال لگاتار قحط سالی رہی۔ قحط کی وجہ سے دودھ ختم ہوگیا۔ جانوروں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اسی اثنا میں میں سو رہی تھی کہ ایک صدا لگانے والا صدا لگا رہا تھا وہ بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا:-

اے قوم قریش! بلاشبہ یہ نبی کریم ﷺ تم میں مبعوث ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے تمہارے حالات پھر گئے ہیں۔ اب تمہیں بارش اور شادابی سے نوازا جائے گا۔

تم اپنے آپ میں سے ایک شخص کو تلاش کرو جو حسین وجمیل اور جسیم ہو۔ ان کا رنگ قدرے سفید ہو، وہ گھنی ابروؤں والا ہو۔ اس کے رخسار نرم ونازک ہوں۔ ستواں ناک والا ہو۔ اس کے لئے ایسا فخر ہو جو اسی کے ساتھ مختص ہو۔ اور اس کے لئے ایسا نور

ہو جس کی طرف اس کی راہ نمائی کی گئی ہو۔ وہ شخص بھی اور اس کا بچہ باہر نکلیں۔

وادی کا ہر شخص ان کے ساتھ آئے، تمام لوگ غسل کریں، عمدہ خوشبو لگائیں۔ پھر رکن کو بوسہ دیں پھر جبل ابی قبیس پر چڑھ کر وہ آدمی بارش کی دعا مانگے اور اس کی قوم اس کی دعا پر آمین کہے۔ پھر تم پر باران رحمت نازل ہوگی۔ جس سے تمہارا قحط اختتام پذیر ہو جائے گا۔

ام مخرمہ کہتی ہیں کہ اس خواب کے بعد میں گھبرا کر بیدار ہوئی، میری جلد کانپ رہی تھی، میری عقل ششدر تھی، میں نے اپنا خواب لوگوں کو بتایا۔ میرا بیان کردہ حلیہ سن کر تمام لوگوں نے متفق ہو کر کہا کہ اس سے مراد حضرت عبدالمطلب ہیں۔ قریش کے تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پھر ہر وادی کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے غسل کیا عمدہ خوشبو لگائی پھر رکن کو بوسہ دیا پھر تمام لوگوں نے جبل ابو قبیس پر چڑھنے کی کوشش کی۔ کچھ دیر کے بعد تمام لوگ پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔

حضرت عبدالمطلب کھڑے ہو گئے۔ ان کے ساتھ حضور ﷺ بھی تھے۔ اس وقت آپ کم سن تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے عرض کیا:۔

اے میرے مولا! ہمیں اس محتاجی سے نجات عطا فرما۔ ہماری اس مصیبت کو دور فرما۔ تو...... مُعَلِّم ...... ہے...... مُعَلَّمْ ...... نہیں ہے۔ تجھ سے ہی مانگا جاتا ہے، تو ذرا بھی بخیل نہیں ہے۔ یہ تیرے وہ بندے اور لونڈیاں ہیں جو حرم کعبہ میں سکونت پذیر ہیں۔ وہ تیری بارگاہ میں قحط سالی کا شکوہ کر رہے ہیں۔ ان سے خشک سالی اور تنگ دستی دور فرما۔ ہم پر موسلا دھار اور تیز رفتار بارش نازل فرما۔

ام مخرمہ کہتی ہیں کہ کعبہ کی قسم! ابھی قریش مکہ اپنی ہی جگہ پر تھے کہ موسلا دھار

بارش شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ زبردست سیلاب کی وجہ سے وادی تنگ ہوگئی۔ میں نے قریش کے رؤساء مثلاً عبداللہ بن جدعان، حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ کو سنا وہ عبد المطلب سے یوں مخاطب تھے: اے ابوالبطحاء! آپ کو مبارک ہو آپ کی وجہ سے اہل بطحاء کو حیات نو مل گئی۔ رقیقہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے:-

بشیبة الحمد اسقی اللّٰه بلدتنا   لما فقدنا الحیاء واجلود المطر

فجاد بالماء جونی لهٔ سبل   سحا فعاشت به الانعام والشجر

مبارک الامر یستسقی الغمام بهٖ   مافی الانام لهٔ عدل ولا خطر

شیبة الحمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب کیا جب کہ بارش رک گئی تھی اور بارانِ رحمت منقطع ہوچکی تھی۔ سیاہ بادل نے پانی کے ساتھ سخاوت کی جس سے کئی وادیاں بہہ نکلیں۔ اس سے جانوروں اور درختوں کو حیات نو ملی۔ وہ کتنے مبارک امر والا ہے، جس کے صدقہ سے بادل طلب کیا جاتا ہے۔ لوگوں میں اس کا مثیل اور نظیر نہیں ہے۔

حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کی صغرسنی میں ہی بہت زیادہ تکریم کیا کرتے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا عظیم شان کا مالک ہوگا۔ اس عزت وتوقیر کا سبب وہ بشارتیں اور خوشخبریاں تھیں جو حضرت عبدالمطلب آپ کی ولادت سے قبل اور بعد میں کاہنوں اور راہبوں سے سنا کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

فرشتوں کا حضور ﷺ کی زیارت کرنا

۲۳............ ابن سعد، ابن عساکر رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت امام زہری، مجاہد، نافع، اور ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضور نبی مکرم ﷺ

اپنے جدامجد کے قالین پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو، یہ فرشتے سے انس کرتا ہے۔

حضور ﷺ کی پیدائش پر جنات کا کلام

ہم نے سنا کہ جنات آپ پر نوحہ کرر ہے تھے ان کے کچھ اشعار ہمیں بھی یاد ہیں:۔

تبکی الفتاہ البرۃ الامینہ	ذات الجمال العفۃ الرزینہ
زوجۃ عبد اللّٰہ و القرینہ	ام نبی اللّٰہ ذی السکینہ
صاحب المنبر بالمدینہ	صارت لدی حضرتها رهينه
لو فوديت لفوديت ثمينه	و للمنايا شفرة متينه
لم تبق ظعانا ولا ظعينه	الا اتت وقطعت وتينه
اما ولدت ايها الحزينه	نبكيک للعطلة او للزينه

ایک پاکباز، امینہ، پیکرِ حسن و جمال، عفت مآب اور باوقار خاتون روتی ہے۔ وہ حضرت عبداللہ کی زوجہ محترمہ ہے، وہ اللہ کے نبی ﷺ کی باوقار والدہ ہے۔ وہ مدینہ طیبہ تشریف لائیں گے اور منبر والے ہوں گے، آج آپ کی والدہ ماجدہ اپنی مرقد انور میں چلی گئیں ہیں۔ اگر آپ کا فدیہ دیا جاتا تو پھر آپ کا فدیہ بہت بڑا ہوتا، اموات کے لئے ایک مضبوط چھری ہے۔ موت نے کسی مسافر یا مسافرہ کو نہیں چھوڑا۔ مگر وہ اس کے پاس آئی، اور اس کی شاہ رگ کو کاٹ کر رکھ دیا۔

کیا آپ وہ غمگین شخصیت نہیں ہیں جنہوں نے اس عظیم نبی ﷺ کو جنم دیا؟ جس کے دین کو اللہ تعالیٰ بلند فرمائے گا۔ ہم سب سوگوار اور غمگین ہیں، ہم آپ کے معدوم ہونے اور آپ کی زیب و زینت کی وجہ سے آپ پر روتے ہیں۔

علامہ زرقانی ''شرح المواھب'' میں علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

سے یہ اشعار نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ اشعار واضح دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ موحدہ تھیں۔ کیونکہ وہ دین ابراہیمی کا ذکر کر رہی ہیں۔

عبدالمطلب کا حضور ﷺ کی بچپن ہی سے عزت کرنا

۲۵............ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے لئے الحجر میں ایک قالین بچھا دیا جاتا تھا۔ اس قالین پر صرف حضرت عبدالمطلب ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی شخص اس پر اپنا قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ حرب بن امیہ دوسرے سردارانِ قریش اس قالین کے اردگرد بغیر کسی قالین کے بیٹھتے تھے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ وہاں تشریف لائے، آپ ﷺ ابھی کم سن ہی تھے۔ آپ ﷺ اس قالین پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے آپ ﷺ کو وہاں سے اتارنے کی کوشش کی۔ آپ نے رونا شروع کر دیا۔ عبدالمطلب نے پوچھا کہ میرا یہ بیٹا کیوں رو رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ کی جگہ (قالین) پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ اور لوگوں نے اس کو منع کیا ہے اسی وجہ سے یہ رونے لگ گیا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میرے بیٹے کو ادھر بیٹھنے دو۔ یہ اپنی ذات کے بارے میں عزت وقدر محسوس کرتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ میرا یہ بیٹا عزت، شرافت، قدر، منزلت اور عظمت کی ان بلندیوں تک پہنچے گا کہ اس سے پہلے وہاں تک کوئی شخص نہ پہنچ سکا ہوگا۔ اور نہ ہی اس کے بعد وہاں تک کوئی شخص رسائی حاصل کر سکے گا۔ اس کے بعد کوئی شخص بھی آپ کو وہاں بیٹھنے سے منع نہیں کرتا تھا۔ خواہ حضرت عبدالمطلب وہاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین)

حضور ﷺ کا معلم! خود اللہ رب العزت

۲۶............ حضور اقدس ﷺ کا لقب ''امی'' ہے۔اس لفظ کے دو معنی ہیں یا تو یہ ''ام القری'' کی طرف نسبت ہے، ام القریٰ مکہ مکرمہ کا لقب ہے۔لہٰذا امی کے معنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے۔یا ''امی'' کے یہ معنی ہے کہ آپ ﷺ نے دنیا میں کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔

یہ حضور اقدس ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین وآخرین کے علوم ومعارف کا خزینہ بن گیا۔اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان ''بتیانا لکل شئی'' (ہر چیز کا روشن بیان) ہے۔حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

نگار من کہ بہ مکتب نرفت وخط ننوشت

بغمزۂ سبق آموز صد مدرس شد

یعنی میرے محبوب ﷺ نہ کبھی مکتب میں گئے، نہ لکھنا سیکھا، مگر اپنے چشم وابرو کے اشارے سے سینکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاق عالم جل جلالہ ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟

ایسا امی کس لئے منت کش استاد ہو؟

کیا کفایت اس کو اقرأ ربک الاکرم نہیں

آپ کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو خداوند علام الغیوب کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں۔

اول............ تمام دنیا کو علم وحکمت سکھانے والے حضور اقدس ﷺ ہوں، اور آپ کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو۔ کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہو، تاکہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھایا ہوا شاگرد ہے۔

دوم............ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں آدمی حضور ا کا استاد تھا تو یہ شاید وہ حضور ﷺ سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم............ حضور ﷺ کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور ﷺ چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے، اس لئے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے۔ اور قرآن انہی کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم............ جب حضور ﷺ ساری دنیا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفرین تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم............ اگر حضور ﷺ کا کوئی استاد ہوتا، تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی۔ حالانکہ حضور ﷺ کو خالق کائنات نے اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ کی تعظیم کرے۔ اس لئے حضرت حق جل شانہٗ نے اس کو گوارہ نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرے۔ اور کوئی اس کا استاد ہو۔

شیطان اور جنات کی حد بندی

۲۷............ بعض علماء نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شیاطین پہلے زمانے میں آسمان پر جایا کرتے تھے۔ پھر دنیا کے اس آسمان سے اوپر دوسرے

آسمان تک پہنچ جاتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، تو شیطانوں کو آسمان دنیا سے اوپر جانے سے روک دیا گیا۔ اب وہ صرف آسمان دنیا ہی میں پہنچ کر وہاں کی کچھ باتیں سن لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی، تو شیاطین کو آسمان دنیا میں پہنچنے سے بھی کسی حد تک روک دیا گیا۔ اب انہیں صرف کبھی کبھی اس کا موقعہ ملتا تھا کہ آسمان دنیا میں پہنچ کر وہاں کی باتیں سن سکیں۔ ورنہ اکثر وہ آسمان دنیا کے نیچے ہی منڈلاتے رہتے اور باتیں دننے کی کوشش کرتے۔

آخر جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی (یعنی آپ کو نبوت ملی) تو شیاطین کو آسمان دنیا میں جانے سے بالکل روک دیا گیا۔ اب وہ جو کچھ بھی سن پراتے وہ آسمان دنیا کے نیچے رہ کر ہی سنتے تھے۔

الکوکب المنیر فی مولد البشیر النذیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ (پہلے زمانے میں) شیطانوں کو آسمانوں میں جانے کی ممانعت نہیں تھی۔ چنانچہ وہ آسمانوں کے اندر پہنچ جاتے اور وہاں وہ باتیں سن لیتے جو دنیا میں پیش آنے والی ہیں۔ پھر یہ شیاطین وہ باتیں کاہنوں کو بتلا دیتے (جن کے متعلق عام لوگ یہ سمجھتے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں)

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو انہیں (اوپر کے) تین آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا۔ حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق انہیں چار آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا اور فرشتے ان (آسمانوں) کی حفاظت ستاروں سے کرنے لگے۔ چنانچہ شیاطین میں سے اب جب بھی کوئی وہاں کی باتیں سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے شہاب ثاقب یعنی ستارے مارے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں جو ضروری تفصیل اور تشریح ہے وہ اس باب میں ذکر ہوگی، جس میں آپ ﷺ کی بعثت کا بیان ہے۔

کعبہ کے بت سجدہ میں گر گئے

۲۸............ عبدالمطلب سے روایت ہے کہ میں کعبے میں تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ کعبہ کے بت اپنی جگہوں سے گر پڑے اور سجدے کی سی حالت میں زمین پر اوندھے ہو گئے۔ ساتھ ہی میں نے کعبے کی دیوار میں سے آنے والی ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی:-

وہ محبوب خدا پیدا ہو گئے، جن کے ہاتھوں کفار ہلاک ہوں گے اور جو مکہ کو بتوں کی پوجا سے پاک کردیں گے اور جو لوگوں کو اس خدا کی عبادت کا حکم دیں گے جو سب کچھ جاننے والا ہے۔

پیچھے دو روایتیں گزری ہیں۔ ایک میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت ابلیس جب تحقیق کے لئے مکہ میں پہنچا، تو وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ مگر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، جنہوں نے ٹھوکر مار کر اسے آپ کے پاس سے دور کر دیا۔

جھولے میں بولنے والے بچے

۲۹............ حضور ﷺ کو اللہ نے جھولے ہی میں بولنے کا معجزہ عطا کیا۔

اس کے علاوہ جن لوگوں نے جھولے میں جھولنے کی عمر میں کلام کیا وہ بہت حضرات ہیں۔ جن کے ناموں کو علامہ جلال الدین سیوطی نے چند شعروں میں جمع کیا ہے وہ شعر یہ ہیں۔

تکلم فی المهد النبی محمد
ویحییٰ وعیسیٰ والخلیل ومریم
ومبری جوجریح ثم شاهد یوسف
وطفل لدی الخدود یرویه مسلم
وطفل علیه مر بالامة التی
یقال لها تزنی ولا تتکلم
وما شطة فی عهد فرعون طفلها
وفی زمن الهادی المبارک یختم

گہوارے میں آنحضرت ﷺ نے کلام فرمایا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور مریم علیہا السلام نے اور اس بچے نے جس نے کہ برأت کی تھی جریج کی اور اس نے کہ جس نے گواہی دی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام کی اور اس نے کہ جس نے کلام کیا تھا کھائی کے پاس۔

جیسا کہ امام مسلم کی روایت ہے، اور اس بچے نے جسے اس کی ماں کے قریب گزری تھی جس کے بارے میں سب کہتے تھے کہ یہ بدکار ہے مگر وہ خود کچھ نہ بولتی تھی اور فرعون کے زمانے میں ایک عورت کے بچہ نے کلام کیا اور امیر المومنین ہادی کے دور میں بھی ایک بچہ نے کلام کیا۔

اس طرح یہ کل گیارہ بچے ہیں، جنہوں نے جھولا جھولنے کی عمر میں کلام کیا۔ لیکن اس سلسلے میں ایک حدیث ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے بچپن میں کلام کرنے والوں میں صرف تین نام گنائے۔ مگر اس میں آنحضرت ﷺ نے خود اپنا ذکر نہیں فرمایا۔ وہ حدیث یہ ہے جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اسکی

سند آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہے۔

جھولے میں جن بچوں نے کلام کیا وہ صرف تین ہیں۔ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسرے حضرت جریج، اور تیسرا، اس عورت کا لڑکا جس کے پاس سے ایک عورت گزری۔ جس کے بارے میں لوگ الزام لگاتے تھے کہ اس نے زنا کیا۔ مگر حقیقت میں وہ عورت پاکدامن اور پاکباز تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پاکبازی اس طرح ظاہر فرمائی کہ ایک معصوم بچے نے اس عورت کی پاکدامنی کی گواہی دی۔

امام بخاری نے اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے سامنے سے ایک سوار گزرا بڑی شان کا اور آن بان کا سوار تھا۔ عورت نے اس کو دیکھا تو دعا کی کہ خداوند اس بچے کو اس جیسا کر دے۔ بچے نے فوراً دودھ چھوڑا اور کہا:۔

"خداوند مجھے اس جیسا نہ بنا"

کچھ دیر کے بعد وہاں سے ایک باندی گزری ایک روایت ہے کہ وہاں سے ایک باندی اس حالت میں گزری کہ لوگ اس کو کھینچتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ ماں کی زبان سے نکلا، خداوند میرے بچے کو اس جیسا نہ کرنا۔ بچے نے اس دعا کے جواب میں فوراً پھر ماں کا دودھ چھوڑا اور دعا کی خداوند مجھے اس جیسا بنا۔ ماں نے بچے سے حیران ہو کر کہا کہ یہ الٹی دعائیں؟ بچے نے جواب دیا:۔

ابھی جو سوار گزرا تھا (وہ ظاہر میں تو بڑی آن بان کا تھا مگر) بڑا ظالم اور سرکش بادشاہ ہے۔ جس کا انجام بہت زیادہ خراب ہوگا۔ اور یہ باندی جو گزری وہ (بظاہر تو بہت بری حالت میں ہے مگر) بے قصور اور پاکدامن ہے۔ لوگ اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اس نے چوری کی، زنا کیا مگر یہ باندی کوئی جواب نہیں دیتی بلکہ صرف یہ

کہتی رہتی ہے کہ حسبی اللہ بس اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

حضرات علماء نے یہاں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ اہل حقیقت کی نظر حقیقت پر ہوتی ہے اور اہل ظاہر صرف دنیاوی بھڑک اور تب وتاب کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ جب عام لوگوں نے قارون کو دیکھا تو اس کی دولت سے ان کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں اور وہ کہنے لگے کاش یہ دولت جو قارون کو میسر ہے ہمیں بھی ملی ہوتی۔

مگر جن کی نگاہیں حقیقت پر تھیں انہوں نے ان جلد باز دعا کرنے والوں سے کہا: تمہارا برا ہو یہ دنیا چند روزہ ہے، تمنا ثواب کی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے خود اپنا اور دوسروں کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ صرف تین آدمیوں کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں کے تین بچے جنہوں نے جھولنے میں کلام کیا۔ یا پھر یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ بعد میں آپ نے ایسے لوگوں میں جن کا اضافہ فرمایا ان کے متعلق آپ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر نہیں دی گئی تھی۔

گود میں کلام کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر

کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس وقت کلام کیا اس وقت وہ صرف ایک رات کے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت وہ چالیس دن کے تھے۔ انہوں نے جب کلام کیا تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اونچی آواز سے فرمایا:۔

''میں اللہ کا بندہ ہوں۔''

عیسیٰ علیہ السلام کا گود میں کلام کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام اس وقت کیا تھا، جب کہ ایک روز بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کا حضرت مریم علیہا السلام کے پاس گذر ہوا۔ اس وقت حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھیں۔

ان اسرائیلیوں کو (چونکہ خبر تھی حضرت مریم علیہا السلام کنواری ہیں، اس لئے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر انہیں بہت تعجب ہوا اور انہیں) یہ بات بہت بری لگی۔ جب انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی، تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس سے ہی پوچھ لو۔

اسرائیلی حیرت اور تعجب میں پڑ گئے اور انہوں نے اپنے منہ پیٹتے ہوئے کہا کہ کیا ہم جھولے میں پڑے ہوئے ایک بچے سے بات کریں؟ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کہا: اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیدائش کے دن جو بات کی اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے ماموں یوسف نجار (کو جب ایک روز حضرت مریم علیہا السلام نہیں ملیں تو وہ) ان کی تلاش میں نکلا۔

حضرت مریم علیہا السلام اس وقت زچگی کی تکلیف میں مبتلا ہو رہی تھیں اور اس کی وجہ سے بیت المقدس سے باہر ایک سوکھے ہوئے درخت کے نیچے بیٹھ گئیں۔ ان کی برکت سے وہ درخت اسی وقت ہرا ہو گیا۔ اور اس کی سرسبز شاخیں لٹکنے لگیں اور اس کے نیچے سے ایک پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔

حضرت مریم علیہا السلام نے اسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ (یوسف نجار

حضرت مریم کو ڈھونڈتا ہوا یہاں پہنچا اور ان کو اس حال میں پایا تو اسے یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اسی وقت پیدا ہوئے تھے فوراً بول اٹھے)

خوش خبری ہو تمہیں اے یوسف! تم خوش رہو اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ مجھے میرے پروردگار نے ماں کے پیٹ کے اندھیاروں سے جگمگاتی ہوئی دنیا میں پہنچا دیا۔ میں بنی اسرائیل کے لئے (ایک نبی کی حیثیت میں) ظاہر ہوں گا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں گا۔

(یوسف نجار بچے کا یہ کلام سن کر حیران رہ گیا وہاں سے حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں حضرت مریم علیہا السلام کے یہاں بچہ پیدا ہونے کے متعلق بھی بتلایا اور اس بچے نے جو کچھ بات کی تھی وہ بھی ان کو بتلائی۔)

شکم مادر میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا کلام

کتاب نطق مفہوم میں یہ روایت ہے کہ اسی یوسف نجار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو کلام اور بات کی وہی (اپنی پیدائش سے بھی پہلے) ماں کے پیٹ ہی میں سے کی تھی۔

یوسف نجار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جسے سب سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام کے حمل سے ہونے کے متعلق معلوم ہوا، وہ یہی یوسف ہے۔ یہ پتہ چلنے پر انہیں بہت غصہ آیا اور انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام یعنی اپنی بھانجی سے اس کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے زنا اور بدکاری سے اپنی برأت اور صفائی کی کہ میں ہرگز کسی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔ اس پر یوسف نجار نے ان کو ڈانٹتے ہوئے کہا:

"اے مریم (علیہا السلام)! کیا زمین میں بغیر بیج کے بھی کھیتی ہوا کرتی ہے؟ اور کیا بغیر مرد کے بھی بچہ ہوا کرتا ہے؟"

یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پیٹ میں سے بولے:۔

اٹھو اور جا کر عبادت کرو اور جو کچھ بدگمانی تمہارے دل میں پیدا ہوئی ہے اس پر خدا تعالیٰ سے استغفار کرو۔

اس طرح گویا یوسف نجار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنی والدہ کے پیٹ میں سے بولنے پر اور ان کی صفائی اور برأت کرنے پر احساس ہوا کہ یہ کوئی عام حمل اور عام بچہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں (یعنی جھولے میں جھولنے کی عمر میں) تین مرتبہ کلام کیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہ اس عمر کو پہنچنے تک نہیں بولے جس میں کہ بچے عام طور پر بولنے لگا کرتے ہیں۔

غالباً یہ تیسری مرتبہ کا ہی کلام تھا جس میں انہوں نے اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف بیان کی کہ اس جیسی کانوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ انہوں نے یہ تعریف ان الفاظ میں بیان کی:۔

اللّٰھم انت القریب فی علوک المحالی فی ذنوک الرفیع علیٰ ککل شئی لمن خلقک ھارت الابصار دون النظر الیک	اے اللہ تو انتہائی بلند ہونے کے باوجود ہم سے کتنا قریب ہے، اپنی تمام مخلوق پر غالب اور چھائے ہوئے ہے۔ آپ کی ہستی میں غور کرنے سے ایک حران اور عاجز ہے۔

ابن جریج کا کلام

بچپن میں بولنے والے بچوں میں سے ایک جریج کی برأت اور صفائی کرنے والا بچہ ہے۔ اس کے متعلق کہتے ہیں جریج کی برأت کرنے والا بچہ بھی اسی طرح اپنی ماں کے پیٹ میں سے بولا تھا۔ اس سے پوچھا گیا تھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے کہا تھا کہ فلاں قوم کا غلام ہے جو ایک چرواہا ہے۔

یہ بچہ دوسری مرتبہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد (یعنی پیدا ہو جانے کے بعد) بولا تھا۔ اس طرح یہ بچہ دو مرتبہ بولا۔ ایک مرتبہ اس وقت جب کہ یہ ماں کے پیٹ میں تھا اور دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ یہ بالکل بچہ تھا۔ کتاب نطق فہوم میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ لیکن میں اس سے واقف نہیں کہ یہ بچہ کس وقت بولا اور کیا بولا۔

ابن جریج کا واقعہ

جریج کا واقعہ نہایت عجیب وغریب اور حیرت ناک ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے بھی چند جگہ نقل کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا واقعہ بیان فرمایا کہ یہ جُریج بنی اسرائیل کے ایک نیک اور بزرگ آدمی تھے۔ ان کی نیکی اور بزرگی کی جب شہرت پھیل گئی تو کچھ برابری کے لوگ ان کے دشمن بن گئے اور وہ ان کی شہرت اور نیک نامی سے جلنے لگے۔

آخر انہوں نے جُریج کو بدنام کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک بدکار عورت کو اس پر تیار کیا کہ وہ تنہائی میں جُریج کے پاس جائے اور ان کو بدکاری اور زنا کی طرف متوجہ کرے۔ تاکہ اس کے بہانے ان کو بدنام کیا جا سکے۔ یہ عورت جُریج کے

پاس پہنچی اور انہیں اپنے ساتھ بدکاری کے لئے ورغلایا مگر جُریج حرامکاری کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ آخر یہاں سے مایوس ہو کر یہ عورت ان کے پاس سے نکلی اور پھر ایک چرواہے سے اس نے زنا کرایا۔ جب اس کو حمل ہو گیا تو اس نے لوگوں کے پوچھنے پر بتلایا کہ یہ جُریج کا حمل ہے۔

وہ لوگ جو موقعہ کی تلاش میں تھے فوراً جریج پر چڑھ دوڑے اور ان کو مارنے لگے۔ جُریج نے ان سے پوچھا کہ آخر تم لوگ مجھے کیوں مارتے ہو؟ انہوں نے کہا تو نے اس بزرگی کے پردے میں فلاں عورت سے زنا کیا۔

انہوں نے اس الزام سے انکار کیا اور کہا کہ اس بچے سے پوچھ لو کہ وہ کس کا بیٹا ہے۔ آخر لوگوں نے اس بچے سے پوچھا جو بالکل نومولود تھا۔ خدا کی قدرت سے وہ بچہ فوراً بول اٹھا اور اس نے بتلایا کہ میں فلاں چرواہے کا بیٹا ہوں جو فلاں قوم کا آدمی ہے۔ لوگوں کو اس پر بڑی حیرانی ہوئی اور انہیں جُریج کی بے گناہی کا یقین آ گیا۔

پھر انہوں نے جُریج سے پوچھا کہ اتنے بزرگ ہونے کے باوجود تم پر یہ گندا الزام کیوں لگا؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نفلیں پڑھنے کھڑا ہوا تو میری ماں کسی کام سے مجھے پکارتی ہوئی آئی۔

مگر میں اس کو جواب دینے کے بجائے یہ سوچتا رہا کہ ماں کی بات سننے کے لئے نفل چھوڑ دوں یا نہیں۔ میں یہ سوچتا رہا اور ماں غصہ میں واپس چلی گئی۔ میری ماں نے غصہ میں مجھے بددعا دی کہ خدا کرے تو اس وقت تک نہ مرے جب تک کہ تجھ پر زنا کا الزام نہ لگ جائے۔ چنانچہ ماں کی یہ بددعا قبول ہوئی اور جُریج پر یہ بہتان لگا۔

(بخاری)

شیر خوار بچے اور نبوت کی گواہی

کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کے حق میں دودھ پیتے بچوں نے کلام کیا۔ اور آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ اس بات کو بدر الدما مینی نے ذکر کیا ہے۔ یہاں تک خصائص صغریٰ کا حوالہ ہے۔

شیر خوارگی میں کلام ابراہیم علیہ السلام

پچھلے شعروں میں گزرا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بچپن میں کلام فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر زمین پر آئے تو دونوں قدموں پر سیدھے کھڑے ہوگئے اور فرمایا:۔

لا الٰــه الا اللّٰــه وحدهٗ لاشریک لهٗ ، له الملک وله الحمد الحمد لله الذی هدانا لهٰذا	یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی حکومت کے لائق ہے اور وہی ہر تعریف کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور تعریف ہے اس بات پر کہ اس نے اس سیدھے راستے اور سچائی کی طرف ہمیں راستہ دکھلایا۔

کتاب نطق مفہوم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک غار میں پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ وہی غار تھا جس میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ توریت میں اس غار کو غار نور کہا گیا ہے۔

بنت ابن عربی کا کلام

بچپن میں بولنے والے جن بچوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ہی وہ واقعہ بھی شامل کیا جاسکتا ہے جس کو شیخ محی الدین ابن عربی نے ذکر کیا ہے۔ کہ میری بچی جو ابھی دودھ پیتی تھی اور جس کی عمر تقریباً ایک سال تھی۔ میں نے ایک روز اس سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے:۔

"جس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو، مگر اسے انزال نہ ہوا ہو، تو اس پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟"

بچی فوراً بول پڑی اور کہنے لگی کہ اس پر غسل واجب ہے۔ اس بارے میں مسئلہ یہی ہے کہ ہم بستری میں اگر عضو تناسل اتنا داخل ہو گیا کہ حشفہ یعنی اس کا اگلا حصہ نظر نہ آئے تو چاہے انزال سے پہلے ہی دونوں الگ ہو جائیں مگر غسل واجب ہو جائے گا۔

غرض بچی کے جواب دینے پر تمام لوگ جو وہاں موجود تھے حیران رہ گئے۔

اسی بچی کی ذہانت کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد میں مکہ معظمہ چلا گیا اور وہاں ایک سال تک اس بچی سے دور رہا۔ سال بھر بعد میں نے اپنی بیوی کو لکھا کہ وہ بھی حج کرنے کے لئے مکے آجائے۔ چنانچہ وہ شامی حاجیوں کے قافلے کے ساتھ آگئی۔

مجھے جب معلوم ہوا کہ قافلہ آرہا ہے جس کے ساتھ میرے گھر والے ہیں تو میں ان کی پیشوائی اور استقبال کے لئے نکلا۔ وہ بچی اس وقت تک دودھ پیتی تھی۔ اس نے اونٹ پر سے مجھے دیکھا اور اتنی چھوٹی عمر اور ایک سال تک دور رہنے کے باوجود اس نے مجھے پہچان لیا اور اپنی ماں سے بہت صاف آواز میں کہا کہ یہ میرے باپ ہیں۔ اس کے بعد وہ ہنسنے لگی اور لپک کر میری گود میں آگئی۔

ایک اور واقعہ

علامہ ابن عربی ہی کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے بچے کے بارے میں بھی سنا ہے جس کی ماں کو جب ایک بار چھینک آئی تو بچے نے پیٹ ہی میں سے ماں کو (الحمد للہ کہنے کے جواب میں) یرحمک اللہ کہا۔ اس وقت جتنے لوگ بھی موجود تھے ان سب نے پیٹ میں سے آنے والی بچے کی یہ آواز سنی۔

اس کے متعلق معتبر گواہوں نے مجھے بتلایا جنہوں نے یہ واقعہ دیکھا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کہتے کہ یہ تنہا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس بچے کو ماں کے پیٹ میں ہی اس بات کا یعنی یرحمک اللہ کہنے کا علم عطا فرمایا۔

اس بارے میں قرآن پاک کی ایک آیت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ اس آیت کی روشنی میں علامہ ابن عربی کی اس روایت پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ وہ بچہ ماں کے پیٹ ہی میں اس بات کو کیسے جان سکتا ہے اس کے بارے میں جواب دیتے ہوئے علامہ کہتے ہیں: آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو اس واقعہ کے خلاف دلیل نہ بنائیں۔

واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شئیا. (سورہ نحل، ۷۸)	اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔

اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک عالم آدمی کے ساتھ اس کا علم ہر وقت ہی ہو۔ پیدا ہونے والا مستقبل کے لحاظ سے عالم ہوتا ہے، لیکن اس وقت وہ عالم نہیں ہوتا، جب کہ پیدا ہوا ہے۔ اس آیت پاک سے یہی مراد ہے۔

بچپن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام

کتاب نطق مفہوم میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ماں کے پیٹ میں سے ہی بولے تھے اور اپنے متعلق کہا:۔

''میں ایک لمبی مدت کے لئے گم اور اپنے والد کی نظروں سے اوجھل ہونے والا ہوں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ کلام ان کی والدہ نے سنا تو انہوں نے یہ بات اپنے شوہر (حضرت یعقوب علیہ السلام) کو بتائی۔ انہوں نے سن کر کہا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھو۔اسی طرح ایک روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی پیدائش کے فوراً بعد بولے تھے۔

ان کی والدہ اپنی اور اپنے ہونے والے بچے کی جان کے خوف سے دشمنوں سے چھپ کر ایک غار میں آئیں اور وہیں ان کے یہاں حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چنانچہ جب وہ پیدائش کے مرحلے سے فارغ ہوگئیں، تو بچے کو وہیں غار میں چھوڑ کر جانے لگیں اور چلتے وقت بچے کو حسرت سے دیکھ کر کہنے لگیں:۔آہ، اے نوح!!!

بچپن میں نوح علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کی گویائی

یہ سن کر حضرت نوح علیہ السلام بول اٹھے۔ ماں میری جان کے متعلق کسی کی دشمنی سے مت ڈرو اس لئے کہ جس نے مجھے پید کیا ہے وہی میری حفاظت فرمائے گا۔

اسی طرح روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو جنم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پیٹ سے باہر آنے کے بعد سیدھے بیٹھ گئے اور اپنی والدہ سے کہا:۔

(جوفرعون کے خوف سے بچے کو چھپا رہی تھیں، کیونکہ فرعون کو یہ پیشین گوئی پہنچ چکی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو نبی ہوگا اور فرعونی سلطنت کو تباہ کر دے گا۔ اس لئے فرعون نے یہ حکم دے دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ بھی پیدا ہو اس کو ذبح کر دیا جائے۔

چنانچہ کتنے ہی معصوم بچے اس حکم کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بیٹے کی جان کا خوف تھا۔ مگر پیدا ہوتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

''ماں! فرعون کا خوف مت کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''

شیر خوار کی حضور ﷺ کے لئے شہادت

اس تفصیل کے بعد پھر ان بچوں کا ذکر کرتے ہیں، جن کے متعلق گذشتہ شعروں میں ذکر ہوا ہے اور جن میں مبارک یمامہ کا بھی تذکرہ ہے کہ مبارک یمامہ کے واقعے کے متعلق صحابہ میں سے کسی نے روایت کیا ہے کہ میں ایک روز ایک گھر میں گیا، جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ اور وہاں میں نے ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص ایک بچے کو لئے ہوئے آیا جسے اس نے ایک کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا۔

یہ بچہ اسی دن پیدا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس بچے سے پوچھا کہ اے لڑکے میں کون ہوں؟ اس (ایک دن کے بچے نے) فوراً بہت صاف لہجے میں جواب دیا:۔

''آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔''

آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد بچہ کچھ نہیں بولا۔ اس واقعہ کے بعد سے (جس میں آنحضرت ﷺ نے اس کو برکت کی دعا

دی) ہم اس بچہ کو مبارک یمامہ کہنے لگے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا۔ یعنی ۱۰ھ میں جس میں آپ ﷺ نے آخری حج فرمایا۔ اسی وجہ سے اس کو حجۃ الوداع یعنی رخصتی حج کہا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ دودھ پینے کی عمر میں چاند سے باتیں فرمایا کرتے تھے۔ (مراد ہے بچہ کا غوں غاں کرنا) کہا جاتا ہے کہ عورت نے بچے کے ساتھ غوں غاں کر کے بات کی۔ یعنی بچے سے اس طرح بولی جس سے بچہ خوش ہوتا ہے۔

چاند کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا باتیں کرنا آپ کی خصوصیات میں گنا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا:۔

یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے آپ کی نبوت کی ایک علامت دیکھی تھی جس کی وجہ سے میں آپ کے دین میں شامل ہوا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جھولے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں فرماتے تھے اور آپ اپنی انگلی سے چاند کو جس طرف بھی اشارہ فرماتے وہ اسی طرف سرک جاتا تھا۔

ایک عجیب خصوصیت

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:۔

میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ اور مجھے رونے سے بہلائے رکھتا تھا۔ جب وہ یعنی چاند عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنا کرتا تھا۔ (یعنی جب چاند ایک دھماکے کے ساتھ عرش کے نیچے گرتا تھا جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا سجدہ ہوتا ہے تو آنحضرت ﷺ اس کے

سجدہ کرنے یعنی گرنے کی آواز سنا کرتے تھے۔

اس حدیث کے راویوں میں بعض مجہول لوگ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث غریب المتن ہے۔ یعنی اس کے راویوں میں بعض ایسے نامعلوم لوگ ہیں جن کے پورے حالات کا پتہ نہیں ہے اور ان کے معتبر ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

حافظ ابوالفتح یعنی عیون الاثر کے مصنف کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر کتنی تھی؟ جب آپ جھولے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا جو جھولا یعنی پالنا تھا۔ اس کو ملائکہ یعنی فرشتے ہلایا کرتے تھے اور اسی سے وہ ہلتا رہتا تھا۔

اسی لئے علامہ ابن سمیع نے اس کو بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ چاند سے یا چاند کے باتیں کرنے سے یہ مراد ہے کہ آپ اس کو دیکھ کر غوغاں کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاند کو آپ کے دل بہلانے کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ (ام سیر علامہ حلبی)
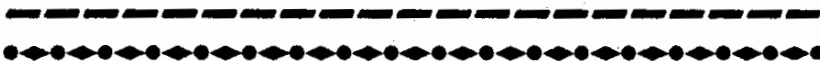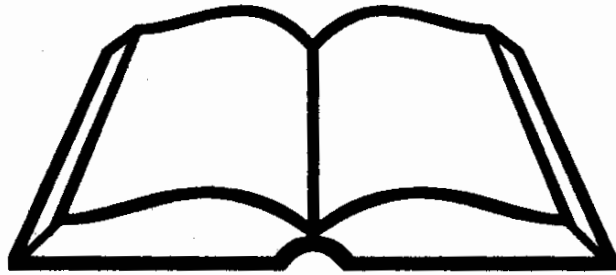
باب نمبر ۱۵

حضور ﷺ اور شق صدر

سینے کو چاک کر کے قلب باطن کی صفائی

احادیث میں آپ کے شق صدر سے متعلق بے شمار روایات موجود ہیں۔ ان میں سے چند لکھی جاتی ہیں، تا کہ شق صدر کے واقعہ کے تمام پہلو جو ایک واقعہ میں نہیں مل سکتے قارئین کے سامنے آ جائیں۔

شق الصدر کا واقعہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ بکریوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے، تو آپ کے بھائی حمزہ دو پہر کے وقت چراگاہ سے روتے ہوئے گھر آئے اور کہنے لگے: ''اے امی! میرے قریشی بھائی کی فکر کرو۔ مجھے تو اس کا ملنا اب دشوار نظر آ رہا ہے۔'' میں نے کہا: قصہ کیا ہے؟ وہ بولے:۔

''جب ہم کھیل رہے تھے، تو ایک شخص آپ کو اچک کر پہاڑ پر لے گیا اور آپ کے شکم مبارک کو چاک کر دیا۔''

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں نے سنا میں ابو ذویب کے ہمراہ وہاں پہنچی۔ ہم نے آپ کو پہاڑ پر آسمان کی طرف چہرہ کیئے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس کے قریب ہو کر اسے بوسہ دیا اور کہا: اے میری جان کیسے ہو؟ اور کون تیرے در پے آزار

ہے؟ آپ نے فرمایا:-

میں جب اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، تو تین آدمی آئے۔ ایک کے ہاتھ میں لوٹا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کی طشتری تھی، جو سفید برف سے پر تھی۔ وہ مجھے میرے بھائیوں کے درمیان سے اٹھا کر پہاڑ پر لے گئے۔ ایک نے نہایت شفقت سے مجھے سلایا اور میرا سینہ ناف تک چاک کیا۔

میں نے دیکھا، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ اس نے میرا دل اندر سے نکالا، پھر اسے چیر کر اس سے سیاہ خون نکالا، اور اسے باہر پھینک دیا اور پھر کہا کہ یہ آپ کے اندر خراب مادہ تھا جو ہم نے نکال دیا اور اب آپ شیطان کے وسوسہ سے بالکل محفوظ و ممنون ہو گئے ہیں۔ پھر میرے دل کو واپس رکھ دیا، اور اس پر نور کی مہر لگا دی۔ مجھے اس مہر کی سردی کا احساس اب تک ریشوں اور پٹھوں میں ہوتا ہے۔

تیسرا آدمی اٹھا اور پہلے دونوں سے کہنے لگا: آپ چلے جائیں، کیونکہ تم نے اپنا کام کر لیا ہے۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور میرے سینہ کو شگاف پر ہاتھ رکھا، جس سے زخم مندمل ہو گیا۔ پھر ان میں سے دو آدمی، آپس میں کہنے لگے:-

آپ کو اور آپ کی امت کے دس افراد کو مرتبہ اعلیٰ دو۔

میں نے کہا: میں تو اور بھی لوں گا۔

پھر اس نے کہا: اچھا! آپ کی امت کے سو افراد کو اعلیٰ مرتبہ سے نوازو۔

پھر میں نے کہا: میں تو اور لوں گا۔

اس نے کہا: چلو آپ کی امت کے ایک ہزار افراد کو نعمت سے نوازو۔

میں نے پھر کہا: میں اور لوں گا۔

وہ بولا: چھوڑیئے، آپ تو پھر اور بھی اور بھی فرماتے جائیں۔ اگر آپ کی

تمام امت کو نوازا جائے۔

پھر ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھا دیا۔ بعد ازاں تینوں نے میرے سر اور پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا:۔

اے حبیب خدا آپ خائف و ترساں نہ ہوں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بارگاہِ رب العزت سے آپ کو کیا کیا سعادتیں اور کرامتیں عطا ہونے والی ہیں۔ آپ کی بصیرت چشم ہر لحظہ فزوں سے فزوں تر ہو جائے گی۔

پھر وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور آسمان کی پنہائیوں میں غائب ہو گئے۔

(حوالہ شواھد النبوۃ)

وہ کون تھے؟

وہ تین اجنبی جو جانِ دو عالم ﷺ کو پکڑ کر لے گئے تھے، وہ حقیقت میں تین فرشتے تھے۔ (ایک کے بارے میں تو صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ وہ جبرائیل امین علیہ السلام تھے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام کے دو ساتھی میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام تھے) جو آپ کے قلب مطہر کی مزید تطہیر کے لئے بھیجے گئے تھے۔

جانِ دو عالم ﷺ انتہائی دلچسپ پیرائے میں، خود ہی تفصیلات بیان فرماتے ہیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں برف سے بھرا ہوا سونے کا طشت تھا۔ انہوں نے مجھے انتہائی لطافت اور آرام سے لٹایا۔ اور میرے سینے پر ہاتھ پھیر کر اسے کھول ڈالا۔ اندر سے میرا دل نکالا اسے بھی چیرا، اور اس میں سے ایک سیاہ داغ نکال کر پھینک دیا۔ اور کہا:۔

ھٰذا حظ الشیطان یہ وہ جگہ ہے جہاں سے شیطان انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اس کے بعد دل کو برف کے پانی سے اچھی طرح دھویا، اور اس کو ایمان، حکمت اور سکینہ سے بھر دیا۔ پھر اس کو بند کر کے اوپر نور کی مہر لگا دی۔

مہر اتنی نورانی تھی کہ اس سے خیرہ کن شعائیں پھوٹتی تھیں۔ اور اس میں ایسی برودت اور راحت تھی کہ اس کی ٹھنڈک مجھے آج تک اپنی رگ رگ اور جوڑ جوڑ میں محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد دل کو سینے میں اپنی جگہ پر جما کر حسب سابق میرے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اسی وقت شگاف بند ہو گیا۔ اور سوائے ایک باریک لکیر کے کوئی نشان باقی نہ رہا۔ اس سارے عمل کے دوران کسی بھی مرحلے میں مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ (از جان دو عالم)

شق صدر کے متعلق مختلف احادیث

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا اور وہ اس امر کے متمنی رہتے تھے کہ آپ سے ایسا سوال کریں، جو کسی اور نے نہ کیا ہو۔ تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ کے امر نبوت کا آغاز کس طرح ہوا؟ آپ نے فرمایا:-

جب تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو سنو۔ میں دس سال کی عمر میں ایک صحرا میں چلا جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر دو آدمی ہیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

چنانچہ ان دونوں نے مجھے پکڑ کر پشت کے بل لٹا دیا۔ میرا پیٹ پھاڑا پھر جبرائیل علیہ السلام سونے کے ایک طشت میں پانی لانے لگے۔ اور میکائیل علیہ السلام میرا

پیٹ دھونے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس کا سینہ چاک کرو۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا سینہ پھٹ چکا ہے، مگر درد کا احساس تک نہ تھا۔

پھر اس نے کہا اس کا دل چاک کرو۔ دوسرے نے میرا دل چاک کیا۔ اس نے کہا اس میں سے کذب وحسد کے امکانات نکال دو، تو اس نے ایک لوتھڑا سا نکال کر پھینک دیا۔ پہلے فرشتے نے کہا اس دل میں بخشش ورحمت ڈال دو۔ تو اس نے چاندی کی سی چیز ڈال دی۔

پھر ایک سفوف سا اپنے پاس سے نکال کر دل پر چھڑکا، پھر میرے انگوٹھے پر نشان لگایا۔ پھر کہا اب آپ چلے جائیں۔ جب میں لوٹا تو میری کیفیت بدل چکی تھی۔ میں کسی چھوٹے کو دیکھ کر رحمت اور کسی بوڑھے کو دیکھ کر احترام کے جذبہ سے سرشار ہو جاتا تھا۔

شیخ ابونعیم کہتے ہیں یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے روایت کی ہے جس میں شق صدر کے وقت آپ کی عمر دس سال بتائی گئی ہے۔ ورنہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بالاتفاق روایت کی ہے کہ شق صدر کے وقت آپ ﷺ ان کے ہاں زیر پرورش تھے۔ اور آپ کی عمر اس وقت چار پانچ سال کے درمیان تھی۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا:۔

اے ابوذر! (رضی اللہ عنہ) میں مکہ کے چٹیل میدان میں تھا کہ میرے پاس دو آنے والے آئے۔ ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین وآسمان کے درمیان کھڑا رہا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟

اس نے کہاہاں! کہنے لگا: اسے ایک آدمی کے ساتھ تولو! اس نے مجھے تولا۔ میں بھاری رہا۔ اس نے کہا: دس انسانوں کے ساتھ تولو۔ اس نے دس آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا تو میں پھر بھی بھاری نکلا۔ اس نے کہا سو کے ساتھ وزن کرو۔ اس نے کیا تو میں پھر زیادہ وزنی ٹھہرا۔

اس نے کہا: ہزار کے ساتھ میزان کرو۔ اس نے ہزار انسانوں کے ساتھ میرا وزن کیا تو میں پھر بھی بھاری ثابت ہوا، بلکہ دوسرا پلہ اتنا بلند ہوا کہ اس میں موجود انسان مجھ پر گرنے لگے۔

پھر ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: اس کا پیٹ پھاڑو۔ اس نے میرا پیٹ پھاڑا۔ پھر دل نکالا، اور دل میں شیطان کا حصہ نکال باہر پھینکا۔ اور خون کا ایک لوتھڑا نکال دیا۔

پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اس کے پیٹ کو برتن کی طرح اور دل کو کپڑے کی طرح دھوڈالو۔ پھر کہا: اس کے پیٹ کو سی دو۔ اس نے میرے پیٹ کو سی دیا۔ پھر میرے کندھوں کے درمیان مہر لگائی، جواب بھی ویسی ہے۔ پھر وہ دونوں چلے گئے۔ اور مجھے اپنا گردوپیش پہلے کی طرح نظر آنا شروع ہوگیا۔

ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل نے نبی سے پوچھا: اے محمد! (ﷺ) کیا آپ کے پاس وحی آتی ہے؟ (یعنی جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں؟) نبی نے فرمایا:۔

"میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔ جس کے پر موتیوں کے ہیں، اور قدموں کے تلوے سبز رنگ کے۔"

حضور ﷺ کا خواب اور شق صدر

بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا واقعہ کی مانند روایت کی ہے، جس کے شروع میں ہے کہ حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں ہیں۔ ایک آدمی آپ کے مکان کی چھت پر آیا، اور اس نے ایک ایک کر کے کڑی نکالی۔ جب سوراخ ہو گیا، تو اس نے چاندی کی ایک سیڑھی لگائی اور اس کے ذریعہ دو شخص آپ کے پاس اترے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں، میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو مدد کے لئے پکاروں، تو اس نے بات کرنے سے روک دیا۔ پھر ایک شخص میرے سرہانے اور دوسرا پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا ہاتھ میرے پہلو میں داخل کیا۔

اور میری دو پسلیاں نکالیں، پھر اس نے ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا تو اس نے میرے قلب کو نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ مرد صالح کا کس قدر اچھا دل ہے۔ پھر دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر وہ دونوں پسلیاں لگا دیں۔ اس کے بعد وہ دونوں اوپر چلے گئے اور سیڑھی اٹھالی۔

جب میں بیدار ہوا تو چھت اپنے حال پر تھی۔ میں نے خواب کا ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا: اللہ آپ کے ساتھ بھلائی ہی فرمائے گا۔ پھر میں ان کے پاس سے باہر گیا۔ اور پھر لوٹ کر آیا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مزید بتایا کہ اس نے تو میرا پیٹ چاک کیا پھر غسل و صفائی کے بعد اس کو درست کر دیا۔

روایت مذکورہ بالا کی مانند یہ روایت بھی ہے۔ البتہ آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے زمین سے چشمہ جاری کیا اور وضو کیا اور حضور دیکھتے رہے۔ انہوں نے اپنا چہرہ کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک

دھوئے۔ پھر وضو کے بعد قبلہ کی طرف رخ کر کے دو سجدے کئے۔ سمت قبلہ کی نہ تھی۔ اس کے بعد آپ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں زمانہ قیام میں شق صدر کا واقعہ پیش آنا، متعدد روایات میں مختلف صحابہ سے مروی ہے۔ عتبہ بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مسند احمد اور معجم طبرانی میں مذکور ہے۔ عتبہ کی یہ روایت مستدرک حاکم ص ۶۱۶/۲ میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ عتبہ کی یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔

حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں حاکم کی تصحیح کا کوئی رد نہیں فرمایا۔ علامہ ہیثمی، حدیث عتبہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:- رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن۔

ایک غریب روایت میں ہے کہ آپ پر دو سارس پرندے اترے۔ ان میں سے ایک نے اپنی چونچ سے آنحضرت ﷺ کا پیٹ کھولا اور دوسرے نے اپنی چونچ سے اس میں برف اور ٹھنڈک ڈالی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پرندے عقاب جیسے بھی ہوتے ہیں اور سارس جیسے بھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا عقاب کی صورت میں آنا ایک لطیفہ ہے کیونکہ عقاب پرندوں کا سردار کہلاتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ ہر چیز کا ایک سردار ہوتا ہے۔ انسانوں کے سردار آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ ﷺ اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ روم کے سردار صہیب رضی اللہ عنہ ہیں، فارس کے سردار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں، حبشیوں کے سردار بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں۔ درختوں کا سردار "سدرہ" یعنی بیری کا درخت ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان پر عرش اعظم کی دائیں جانب بیر کا درخت ہے، جو انسانوں کے اعمال کی آخری حد ہے اور ملائکہ کے علم کی انتہا وہیں تک ہے اور پرندوں کا سردار عقاب ہے۔ (ام السیّر علامہ حلبی)

بچپن میں نبی کریم ﷺ کا شق صدر

چار سال کی عمر میں آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی اور بہن کے ساتھ بستی کے قریب ہی اپنے جانوروں کے پاس کھیلنے نکل جایا کرتے تھے۔ایک دن حسب معمول آپ ﷺ وہیں جانوروں کے پاس تھے کہ بھائی نے دیکھا آپ پر بے ہوشی طاری ہے۔وہ آپ سے بات کرتا مگر آپ جواب نہ دیتے تھے۔

وہ دوڑتا ہوا والدہ کے پاس گیا اور چیخ کر بولا میرے قریشی بھائی کی خبر لو! حلیمہ اور بچے کا باپ دوڑتے ہوئے آئے دیکھا تو آپ کا رنگ اڑا ہوا ہے۔اماں نے اپنے بیٹے سے پوچھا تم نے کیا دیکھا تھا؟

وہ کہنے لگا: دو سفید پرندے ہمارے اوپر اڑ رہے تھے۔ان میں سے ایک نے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا: ہاں! دونوں پرندے (فرشتے) اتر آئے اور آپ کو پکڑ کر پشت کے بل لٹا دیا، آپ کا پیٹ چاک کیا۔

پیٹ میں جو کچھ تھا، وہ باہر نکالا، اور پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا برف والا پانی لاؤ۔وہ پانی لایا۔آپ کا پیٹ دھویا گیا۔پھر اس نے کہا گلاب کا پانی لاؤ۔وہ لایا تو اس سے پھر آپ کا پیٹ دھویا گیا اور بعد ازاں اسے ملا دیا گیا۔

یہ واقعہ سن کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بے حد گھبرائے اور شوہر نے کہا حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ ان کے اوپر شاید کچھ آسیب کا اثر ہے۔لہٰذا بہت جلد تم ان کو ان کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آؤ۔اس کے بعد حضرت حلیمہ آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں۔کیونکہ انہیں اس واقعہ سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اب ہم کماحقہ' ان کی حفاظت نہ کر سکیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جب مکہ معظمہ پہنچ کر آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا: حلیمہ! تم تو بڑی خواہش اور چاہ کے ساتھ میرے بچے کو اپنے گھر لے گئی تھیں۔ پھر اس قدر جلد واپس لے آنے کی وجہ کیا ہے؟ جب حضرت حلیمہ نے شکم چاک کرنے کا واقعہ بیان کیا اور آسیب کا شبہ ظاہر کیا تو حضرت بی بی آمنہ نے فرمایا:۔

"ہرگز نہیں، خدا کی قسم میرے نور نظر پر ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی جن یا شیطان کا عمل دخل نہیں ہوسکتا۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔"

پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنا کر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو مطمئن کر دیا۔ اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر کے اپنے گاؤں میں واپس چلی آئیں۔ اور آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش تربیت میں پرورش پانے لگے۔

شق صدر کتنی بار ہوا؟

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سورۂ الم نشرح کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ ﷺ کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ جس کا ذکر ہو چکا ہے اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں، جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا۔ تا کہ جوانی کی پر آشوب شہادتوں کی خطرات سے آپ ﷺ بے خوف ہو جائیں۔

تیسری بار غار حرا میں شق صدر ہوا۔ اور آپ ﷺ کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا۔ تا کہ آپ ﷺ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ کا سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا۔ تا کہ آپ ﷺ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلیوں اور کلام ربانی کی ہستیوں اور عظمتوں کی متحمل ہو سکیں۔

شق صدر کے بعد مہر کیوں لگائی گئی؟

جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے، تو مہر لگا دیتے ہیں، تا کہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے، وہ اس میں سے نکلنے نہ پائے۔ جواہرات بھر کر تھیلی پر مہر لگا دیتے ہیں کہ کوئی موتی نکلنے نہ پائے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے قلب مبارک کو علم و حکمت سے بھر کر دو شانوں کے درمیان مہر لگا دی گئی، تا کہ اس کزینہ سے کوئی شے ضائع نہ ہونے پائے۔

نیز جس طرح شق صدر سے قلب کا اندرونی حصہ خط شیطان سے پاک کر دیا گیا، اسی طرح دو شانوں کے درمیان قلب کے مقابل بائیں جانب ایک مہر لگا دی گئی ،تا کہ قلب شیطان کے وسوسوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے۔ اس لئے کہ شیطان اسی جگہ سے وسوسہ ڈالتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حق جل شانہ سے درخواست کی اے رب العالمین! مجھ کو شیطان کے وسوسے کا راستہ دکھلا کہ وہ کس راہ سے آ کر آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، تو من جانب اللہ ذوشانوں کے درمیان جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے، وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور

جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

بکری کا سجدہ کرنا

حلیمہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کو گود میں لئے بیٹھی تھی۔ بکریوں کا ایک ریوڑ میرے قریب سے گزرا، تو ان میں سے ایک بکری آگے آئی اور حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر بھاگ کر دوسری بکریوں میں مل گئی۔

واقعہ شق صدر پر حلیمہ کی پریشانی

حلیمہ سعدیہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا قصہ پیش آیا تو میرے شوہر اور دوسرے لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ آپ کوئی گزند پہنچے۔ بہتر یہی ہے کہ حضور ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ اور ان کے جدامجد کے سپرد کر دینا چاہیے۔

حلیمہ سعدیہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد ہم حضور ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ جب ہم مکہ کے قرب و جوار میں پہنچے، تو میں حضور ﷺ کو ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی۔ جب واپس آئی تو حضور ﷺ کو اس جگہ موجود نہ پایا۔ بہت تلاش و جستجو کی مگر کوئی نام و نشان نہ پایا۔

ناامید ہو کر سر پر ہاتھ مار کر "محمد اہ وولدہ" کہہ کر پکارنے لگی۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص، لاٹھی ٹیکتا، میرے پاس آیا۔ اس نے مجھ سے کہا سعدیہ کیا بات ہے؟ کیوں نالہ شیون کر رہی ہو؟

میں نے کہا کہ میں نے محمد بن عبدالمطلب کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے۔ اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ کے اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی۔ لیکن وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ بوڑھے نے کہا: میں تمہیں پہنچا دوں۔

میں نے کہا: میری جان تم پر قربان! بتاؤ وہ کون ہے؟ بوڑھے نے کہا وہ بڑا بت ہے، جس کا نام ہبل ہے۔ وہ بڑا مرتبہ والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہا ہے؟ میں نے کہا:-

خرابی ہو تیری! کیا تو نہیں جانتا اور تو نے نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات بتوں پر کیا گزری تھی؟ وہ سب ٹوٹ کر اوندھے گر پڑے تھے۔

بوڑھا زبردستی مجھے ہبل کے پاس لے گیا اور اس کا چکر لگوایا اور میرا مقصد اس نے بت کے سامنے بیان کیا، تو ہبل سر کے بل گر پڑا۔ اور دوسرے تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔ ان کے خول سے یہ آواز آئی:-

اے بوڑھے! ہمارے سامنے سے دور ہو اور اس فرزند جلیل کا ہمارے سامنے نام نہ لے۔ کیونکہ اس ذات مبارک کے ہاتھ سے ہماری ہلاکت، تمام بتوں کی تباہی اور تمام پجاریوں کی بربادی ہوگی۔ اس کا رب انہیں ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

حلیمہ سعدیہ ﷺ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں عبدالمطلب کے پاس آئی۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی، فرمایا کیا بات ہے؟ میں تمہیں فکرمند اور پریشان دیکھ رہا ہوں۔ اور ہمارا محمد ﷺ تمہارے ساتھ نہیں ہے؟

میں نے کہا: اے ابوالحارث میں محمد ﷺ کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی۔ جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی۔ واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگرداں رہی، مگر کوئی خبر نہ پا سکی۔

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آل غالب میرے پاس آؤ۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے، تو قریش نے کہا: اے سردار! آپ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟ فرمایا میرا فرزند محمد ﷺ گم ہو گیا ہے۔

اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش سوار ہو کر حضور کی تلاش میں نکلے اور مکہ کی اعلیٰ واسفل ہر جگہ میں تلاش کیا مگر حضور ﷺ نہ ملے۔ اس کے بعد حضرت عبد المطلب مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی۔ یہاں آپ نے ہاتف غیبی کی آواز سنی:۔

اے لوگو! غم نہ کھاؤ۔ کیونکہ محمد ﷺ کا خدا حافظ ہے۔ وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے ہاتف غیبی! مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ اس نے کہا تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ حضرت عبدالمطلب وادی تہامہ کی جانب چل دیئے۔

راہ میں ورقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے، تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں۔

عبدالمطلب نے پوچھا ”من انت یاغلام اے فرزند تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میری جان تم پر قربان ہو۔ میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے حضور ا کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے۔ اور بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے۔ اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو قسم قسم کے انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ وہ اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس گمشدگی میں کیا بھید تھا۔

بعض مفسرین آیۃ کریم ...... ووجدک ضآلا فھدیٰ ...... کی یہی تفسیر کرتے ہیں اوراسی طرح حلیمہ سعدیہ کا حضور ﷺ کو لانے سے پہلے شق صدر کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں:۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمس ضرع مشاۃ لھم یقال لھا اضلال فما یطلب منھا ساعۃ من الساعات الا حلبت غبوقاً وصبوحاً وما علی الارض شئٌ تأکلہٗ دآبۃ (حوالہ دلائل النبوۃ)

نبی ﷺ بستی والوں کی بکریوں (جنہیں اضلال کہا جاتا تھا) کے دودھ پر ہاتھ لگایا کرتے تو دن رات میں کسی بھی وقت جب آپ چاہتے وہ دودھ دینے لگتیں۔ حالانکہ وہ زمین سے کچھ کھاتی بھی نہ تھیں۔

چاند گہوارے میں کھلونا بن گیا

عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا: مجھے آپ کے دین کی دعوت اس وقت مل گئی تھی جب آپ گہوارے میں تھے۔اور چاند سے باتیں کیا کرتے تھے۔ جب آپ گہوارے میں چاند کو جس طرف بھی انگلی کا اشارہ کرتے وہ اسی طرف جھک جاتا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے منع کرتا۔ اور جس وقت چاند تحت العرش سجدہ کرتا تو اس کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مصطفٰی

کیا اشاروں پر وہ چلتا تھا کھلونا نور کا

یہودی کا حضور ﷺ کے ہجرت مدینہ کی خبر دینا

جب حضرت آمنہ رسول اللہ ﷺ کو مدینہ لے گئیں، تو آپ کی خدمت گزاری کے لئے حضرت ام ایمن تھیں، جو آپ کے ساتھ ایک ماہ تک رہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ شریف تشریف لے گئے، تو وہ باتیں جو اقامت کے دوران میں ہوئی تھیں یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا:-

ایک دن ایک یہودی مجھے غور سے دیکھنے لگا اور پھر کہنے لگا: اے لڑکے! تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: احمد (ﷺ) پھر اس نے میری پیٹھ پر نظر ماری، تو میں نے اسے کہتے ہوئے سنا یہ اس امت کے پیغمبر ہیں۔ پھر میرے احوال پوچھنے لگا اور لوگوں کو بھی بتانے لگا۔ میری امی اس واقعہ سے ڈر گئیں۔ اور ہم مدینہ سے نکل آئے۔

حضرت ام ایمن فرماتی ہیں جب ہم مدینہ منورہ میں مقیم تھے، تو ایک دن دوپہر کے وقت دو یہودی آئے اور کہا احمد (ﷺ) کو باہر لائیے۔ میں آپ کو باہر لائی تو وہ آپ کو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

پھر انہوں نے آپ کی پشت مبارک کو غور سے دیکھا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگا: یہ اس امت کے پیغمبر علیہ السلام ہیں اور یہ شہر آپ کا دارالہجرت ہوگا اور بہت جلد ہوگا اور اس شہر میں قتل وغارت بہت ہوں گے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی حضور ﷺ سے جدائی

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپ کے طفیل انوار و برکات کی بارشیں تھیں، انوار و برکات کے دو سال پلک جھپکنے میں گزر گئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے سچی محبت تھی۔ اسی محبت کی بناء پر مدت رضاعت ختم ہونے کے باوجود حضرت آمنہ سے بڑا

اصرار کر کے دوبارہ آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں تھیں۔ حضرت حلیمہ کے لئے جدائی کے یہ لمحات نا قابل برداشت تھے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے:-

محمد ﷺ وابجد اوگذاشتیم اگرچه بصورت دل از وصالش برداشتیم اما بحقیقت نکندم دل زمهر وولیکن جان بسے کندم	محمد ﷺ کو ہم نے ان کے دادا کے پاس چھوڑ دیا، اگرچہ بظاہر اس کے وصال سے دل اٹھا لیا لیکن درحقیقت آخر آپ کی جدائی کا غم لے کر مکہ مکرمہ سے گھر کے لئے روانہ ہوئیں۔ حضرت آمنہ نے آپکو دعاؤں سے رخصت فرمایا۔
(معارج النبوۃ ص ۲/۷۳)	

یہودیوں کا حضور ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کرنا

دایہ حلیمہ ؓ سے ہی روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ آنحضرت ﷺ کو عکاظ کے میلے میں لائیں۔ جاہلیت کے زمانے میں یہ ایک مشہور میلہ تھا، جہاں بازار لگا کرتا تھا۔ یہ طائف اور نخلہ کے مقام کے درمیان میں لگتا تھا۔ عرب کے لوگ جب حج کرنے آتے تو شوال کا مہینہ اس میلے میں گزارتے (کھیل کود کے علاوہ)

یہاں ہر شخص بڑھ چڑھ کر اپنی بڑائیاں بیان کیا کرتا تھا۔ عکاظ کے معنی ہیں فخر وغرور اور بڑائی بیان کرنے میں دوسرے پر غلبہ حاصل کیا کرتے تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ میلہ بنی ثقیف اور قیس غیلان کا تھا۔ غرض جب دایہ حلیمہ ؓ آنحضرت ﷺ کو لے کر یہاں پہنچیں تو کسی کاہن کی آپ پر نظر پڑی۔ اور اس کو آپ میں نبوت کی وہ تمام علامتیں نظر آئیں اس نے فوراً پکار کر کہا:-

"میلے والو! اس لڑکے کو قتل کردو! اس لئے کہ یہ ایک سلطنت کا بادشاہ بننے والا ہے۔"

دایہ حلیمہ اس کاہن کی یہ آواز سن کر گھبرا گئیں اور جلدی سے آنحضرت کو لے کر اس راستے سے سرک گئیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی حفاظت فرمائی۔

(فضائل کبریٰ)

وہ لوری جو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بچپن میں سناتی تھی

ابن طرح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ محمد بن معلیٰ ازدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الترقیص میں دیکھا ہے کہ حلیمہ سعدیہ کا وہ شعر جس کو گنگنا کر وہ حضور ﷺ کو بہلایا کرتی تھیں وہ یہ ہے:۔

یارب اذا اعطیتہ فابقہ　　　واعلہ الی العلاء وارقہ

وادحض اباطیل العدیٰ بحقہ

اے پروردگارِ کائنات! جب تو نے مجھ کو (حضور جیسا بچہ) عطا فرما دیا ہے تو (براہِ کرم) اس عطیہ کو دوام و بقا بھی عطا فرما اور (آپ کے درجات و مقامات اعلیٰ میں مزید) ترقی فرما کر بلندیوں کی انتہائی منزل پر فائز کردے اور دشمنوں کے کید (سازش اور معاندانہ رویہ) کو آپ کی سچائی، راست بازی اور حق کی تاثیر سے بے اثر، لایعنی اور باطل بنادے۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص میں ذکر کیا کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کو اپنی داہنی چھاتی پیش کرتی اور آپ اس سے دودھ پیا کرتے، پھر بائیں چھاتی پیش کرتی تو آپ نہ لیتے اور یہ بات اس عدل و انصاف کی وجہ سے تھی کہ رضاعت میں ایک شریک اور بھی تھا۔　(حوالہ خصائل کبریٰ)

مہرِ نبوت کب لگائی گئی؟

بعض کہتے ہیں، مہرِ نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علمائے بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی۔ پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ جیسا کہ بعض روایات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ہی مہرِ نبوت کے ساتھ ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شق صدر کے بعد مہرِ نبوت کا لگانا مذکور ہے۔ وہ سابق مہرِ نبوت کی تجدید اور اعادہ ہو اس طرح سے تمام روایات میں تطبیق اور توفیق ہو جاتی ہے۔ (زرقانی ۱/۱۶۵)

مہرِ نبوت

حضور اقدس ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہرِ نبوت تھی۔ یہ بظاہر سرخی مائل ابھرا ہوا گوشت تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہرِ نبوت کو دیکھا، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار میں سرخ اور ابھرا ہوا ایک غدود تھا۔ (شمائل ترمذی ص ۳، ترمذی ۲/۲۰۵)

لیکن ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہرِ نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:۔

الله وحده لاشريك له توجه حيث كنت فانك منصور

ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں (اے رسول) آپ جہاں بھی رہیں گے آپ کی مدد کی جائے گی۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ

كان نور يتلالا

مہرِ نبوت ایک چمکتا ہوا نور تھا۔

راویوں نے اس کی ظاہری شکل وصورت اور مقدار کو کبوتر کے انڈے سے تشبیہ دی ہے۔ (حاشیہ ترمذی ۲/ ۲۰۵، باب ما جاء فی خاتم النبوۃ)

حلیمہ پر حضور ﷺ کی خدمت کی برکتیں

خدمت رضاعت کی برکت سے حضرت حلیمہ اور ان کے خاندان کو جو سعادتیں نصیب ہوئی، ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ان کی تنگ دستی خوشحال میں بدل گئی۔ قحط سالی کے باعث چارہ اور گھاس نہ ملنے کی وجہ سے سارے قبیلہ کے ریوڑ بھوک سے لاغر ونحیف ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت سعدیہ ؓ کا ریوڑ خشک سالی کے باوجود شام کو لوٹتا، تو ان کی کھیریوں سے دودھ کی نہریں بہتیں۔ مزید برآں اس خدمت کے عوض جو شہرت دوام ان کو میسر آئی وہ ہفت اقلیم کے کسی فرمانرواں کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

ان جملہ نعمتوں کے علاوہ سب سے بڑی نعمت جو انہیں بخشی گئی تھی وہ ایمان کی نعمت تھی۔ جس نے ان کے دونوں جہاں سنوار دیئے۔ حضرت حلیمہ ؓ کا سارا خاندان مشرف باسلام ہو گیا۔ حضرت حلیمہ ؓ کے ایمان کے بارے میں کتب حدیث وسیرت میں بہت سی روایات اور آثار موجود ہیں۔

بچپن کی ادائیں

حضرت حلیمہ ؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کو گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا۔ بچوں کی عادت کے مطابق کبھی بھی آپ ﷺ نے کپڑوں میں بول وبراز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ ایک معین وقت پر رفع حاجت فرماتے۔ اگر کبھی آپ ﷺ کی شرمگاہ کھل جاتی تھی آپ رو رو کر فریاد کرتے اور جب تک شرمگاہ نہ چھپ جاتی، آپ کو چین اور قرار نہیں آتا تھا۔ اور اگر شرمگاہ چھپانے میں مجھ سے کچھ تاخیر

ہو جاتی تو غیب سے کوئی آپ کی شرمگاہ چھپا دیتا۔

جب آپ ﷺ اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہ ہوتے تھے۔ لڑکے آپ ﷺ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے کہ میں کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں۔ (مدارج النبوۃ ۲/۲)

صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حنین کے موقع پر تشریف لائی تھیں:۔

فقام الیھا وبسط ردائہ لھا فجلست علیھا. (مواھب ۱/۲۱۶، مشکوۃ ص ۴۲۰)

آپ ان کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی چادر بھی ان کے لئے بچھائی۔ حضرت حلیمہ چادر پر بیٹھیں۔ (حضور کا اپنی چادر پر ان کو بٹھانا بہت بڑا اعزاز تھا)

حضورﷺ کی چادر مبارک کی شان

حضور ﷺ ایک دفعہ اپنے کسی حجرہ میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام اس قدر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے۔

حضور ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دہلیز پر بیٹھا دیکھا، تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر ان کی طرف ڈالی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے چادر مبارک کو لے کر آنکھوں سے لگایا۔ چادر مبارک کو بوسہ دیا۔ اور رونے لگے۔ اور پھر چادر مبارک تہہ کر کے آپ کی طرف واپس کی اور عرض کیا:۔

یارسول اللہ! میں اس قابل نہیں کہ آپ کے کپڑے (چادر) پر بیٹھوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اکرام فرمائے۔ جس طرح آپ نے

میرا اکرام فرمایا۔ (مذاق العارفین ص ۳۴۰)

حضرت علامہ خفاجی تحریر فرماتے ہیں:-

وذکر فی الوفاء انہا اسلمت ھی وزوجھا وبنتھا
(نسیم الریاض ۳/۴۲۰)

وفا میں ہے کہ حضرت حلیمہ اس کا شوہر اور اس کی بیٹی مشرف با اسلام ہوئے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ' کے لطف وکرم اور اس کے حبیب کے نقش پاء کے صدقے خلقت سے رضاعت تک کے حالات وواقعات مختصر طور پر تحریر کئے گئے ہیں۔

نبوت ملنے کے بعد حلیمہ ؓ کی حاضری

حافظ ابوالفرج الجوزی رحمتہ اللہ علیہ الحدائق میں لکھتے ہیں:-

حضرت حلیمہ بنت الحارث نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئیں جب نبی مکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ ؓ سے شادی کرلی تھی۔ حلیمہ ؓ نے اپنی قحط سالی کی شکایت کی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات، حضرت خدیجہ ؓ کو ان کے بارے میں سفارش کی تو حضرت خدیجہ ؓ نے ان کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ بطور ہدیہ عطا فرمایا۔ پھر حضور ﷺ کی بعثت کے بعد حاضر ہوئیں۔ آپ بھی ایمان لے آئیں، اور ان کے خاوند حارث نے بھی اسلام قبول کیا اور دونوں نے حضور ﷺ کی بیعت کی۔

آپ ﷺ کا حلیمہ ؓ کے لئے چادر مبارک بچھانا

قاضی عیاض لکھتے ہیں حلیمہ سعدیہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی اور اس کی حاجت کو پورا کیا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک

آپ کا مزار پر انور بھی جنت البقیع میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مزار کے شمالی جانب واقع ہے۔ آپ قبیلہ بنی سعد بن بکر بن ہوازن سے تھیں۔ نام حلیمہ تھا۔ کنیت ام کبشہ، کبشہ ان کی لڑکی کا نام تھا۔ (سیرت حلبیہ ۱/۱۴۴)

بنو سلیم کی تین خواتین کو حضور سید عالم ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف ملا ہے۔ اتفاق سے تینوں خواتین عاتکہ کے نام سے مشہور تھیں۔ اس امر کی طرح حضور ﷺ نے خود اشارہ فرمایا:۔

انا ابن العاتك من سليم (حلبيه ۱/۱۱۴)	میں بنو سلیم کی تین عورتوں کا بیٹا ہوں۔

حلیمہ سعدیہ کی بے شمار سعادتوں میں سے اہم سعادت یہ ہے کہ حلقہ بوش اسلام ہوئی۔

اسلامها لا شك فيه عند جماهير العلماء (حلبيه ۱/۱۶۹)	جمہور علماء کے نزدیک سیدہ حلیمہ سعدیہ کے اسلام لانے میں کوئی شک نہیں۔
ان اعربكم انا قرشي واسترضعت في بني سعد (حلبيه ۱۴۶)	میں تم میں سے زیادہ فصیح ہوں۔ میں قریشی ہوں۔ میں نے بنو سعد میں دودھ پیا ہے۔

یہ حلیمہ سعدیہ کا نصیب تھا کہ سید الانبیاء کی مرضعہ بنیں۔ ورنہ ان سے پہلے دس خواتین اس نعمتِ عظمٰی کے حصول میں ناکام رہ گئی تھیں (حلبیہ ۱/۱۴۵)

ام ایمن رضی اللہ عنہا

جب حضور اقدس ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس رہنے لگے، تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو آپ کی والدہ ماجدہ کی باندی تھی، آپ کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں دن رات جی جان سے مصروف رہنے لگیں۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکت ہے۔ یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں۔ یہی آپ کو کھانا کھلاتی تھیں۔ کپڑے پہناتی تھیں، آپ کے کپڑے دھویا کرتی تھیں۔ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ جن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

نکتہ

نبی کریم نے جس گاؤں میں بچپن گزارا وہ ایک پہاڑی پر آباد ہے۔ پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت باغ ہے۔ حلیمہ کے مکان کے نیچے ایک کنواں ہے۔ جس میں اب ٹیوب ویل لگا ہے۔

غالباً اسی کنوئیں سے نبی رحمت سیراب ہوتے رہے۔ حلیمہ کا مکان محفوظ کرنے کے لئے اس کا سارا احاطہ مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

باب نمبر ۱۶

حضور ﷺ دادا کی سرپرستی میں

آپ ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ کی وفات کے بعد!!!

آنحضور ﷺ اور دایہ ام ایمن ؓ سیدھے سردار عبدالمطلب کے ہاں پہنچے۔ اپنی عالی مرتبت بہو کی ناگہانی انتقال کی خبر سن کر ان کے ہوش وحواس مختل ہو گئے۔ انہوں نے رنج والم میں ڈوبے ہوئے پوتے کو گلے لگالیا۔ ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کی بڑی دلجوئی کی۔

اس جانکاہ حادثے نے سردار عبدالمطلب کی کمر توڑ دی۔ ماں کے صدمہ سے نڈھال حضور ﷺ کی ناگفتہ حالت ان سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ شفقت پدری کے بعد شفقت مادری سے بھی حضور ﷺ کی یکسر محرومی ایک ناقابل تلافی صدمہ تھی۔ کفارہ کے طور پر دادا عبدالمطلب ننھے حضور ﷺ کو پہلے سے بھی زیادہ چاہنے لگے۔

آنحضور ﷺ کی دیکھ بھال اور آرام وآسائش ان کا مقدم فریضہ بن گیا۔ پیارے پوتے کو مکمل طور پر اپنے دامن تربیت میں لینے کے بعد سردار عبدالمطلب آپ کو ہر لمحہ اپنے ساتھ رکھنے لگے۔ حضور ﷺ کی المناک یتیمی، بے حد اندوہناک سانحہ تھا۔ اس اذیت ناک حادثے کا ذکر قرآن حکیم کی سورۃ الضحیٰ کی چھٹی اور ساتویں آیتوں میں بھی ہوا ہے۔

کبھی ان کی انگلی پکڑے حرم کی طرف جا رہے ہیں۔ کبھی انہیں اپنے کندھوں پر اٹھائے کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ اپنے فرزند دل بند کی درازی عمر، یمن طالع اور بخت ارجمند کے لئے مصروف دعا ہیں۔ کبھی اس چاند سے چہرے کو دیکھ کر سو جان سے تصدق ہو رہے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں تو انہیں ساتھ بٹھا کر، سوتے ہیں تو رات کو اپنے پہلو میں سلاتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی جدا کرنا گوارا نہیں تھا۔

عبدالمطلب کی آپ سے محبت

حضرت عبدالمطلب جب حرم شریف میں حاضری کے لئے جاتے، تو کعبہ کے سایہ میں ان کے لئے مخصوص نشست گاہ بنائی جاتی۔ کسی بڑے سے بڑے آدمی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزندان گرامی قدر بھی ازراہ ادب اس نشست گاہ سے دور ہٹ کر بیٹھتے۔ لیکن جب حضور ﷺ تشریف لاتے تو بے جھجک اپنے ذی وقار دادا جان کی نشست پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھ جاتے۔

حضور ﷺ کے چچا آپ کو ایسا کرنے سے روکتے تو عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو فرماتے کہ...... **دعوا بنی فو الله ان له لشانا**...... میرے بچے کو مت روکو۔ اس کو آگے آنے دو۔ بخدا اس کی بڑی شان ہوگی۔ ہمیشہ حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتے آپ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے۔ حضور ﷺ کی معصوم ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

حضور ﷺ کی خدائی حفاظت

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو ابن نفیل کو دیکھا کہ وہ ہر اس چیز پر عیب لگا

رہا تھا، جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کی گئی تھی۔ وہ قریش سے کہا کرتا تھا:۔

’’بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، آسمان سے اس کے لئے پانی اتارا، زمین سے اس کے لئے چارہ پیدا کیا، پھر تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کے نام پر اسے ذبح کرتے ہو‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے کبھی بھی اس چیز کو نہیں چکھا جو بتوں کے نام پر ذبح کی گئی ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت عطاء کر کے معزز کر دیا۔ گویا کہ جو کچھ آپ نے زید بن عمرو سے سنا تھا وہ اس چیز کو ترک کرنے کا سبب تھا جو بتوں کے نام پر ذبح کی گئی ہو۔ گویا کہ پہلے جو چیز آپ کے پاس تھی یہ اس کی تاکید تھی ورنہ اس سے بچنے کا اصلی سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جاہلیت کی ہر برائی سے حفاظت کی تھی۔

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ نے کبھی کسی بت کی عبادت کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے کبھی ان کی پوجا نہیں کی۔

پھر سوال کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے کبھی شراب پی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ اہل عرب کا یہ مذہب کفر ہے، لیکن میں کتاب اور ایمان کو نہیں جانتا تھا۔ یعنی مجھے ان کی طرف دعوت دینے کی کیفیت معلوم نہ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب سے میں پروان چڑھا ہوں میں نے ہمیشہ بتوں اور شعروں سے نفرت کی ہے۔

(ابو نعیم امام بیہقی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح حدیث کہا ہے۔)

بچپن میں حضور ﷺ کا بت پرستی سے روکنا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک تانبے کا بت تھا، جس کا نام اساف یا نائلہ تھا۔ مشرکین مکہ جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، تو اسکو چھوتے تھے۔ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کیا، جب میں اس بت کے پاس سے گزرا تو میں نے اس کو چھوا۔ رسول مکرم نے فرمایا: اس کو مت چھوؤ۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے پھر طواف کیا۔ میں نے دل میں کہا اب میں اس پتھر کو ضرور چھوؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ کیا رونما ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تجھے اس کو چھونے سے منع نہیں کیا تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت وتوقیر عطاء فرمائی، اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اس کے بعد میں کسی بھی پتھر کے لئے نہیں جھکا۔ حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے آپ کے سر پر رسالت کا تاج سجایا۔ اور قرآن پاک کو آپ پر نازل فرمایا۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ایک پڑوسی نے بتایا کہ میں نے رسول مکرم ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا:-

اے خدیجہ! (رضی اللہ عنہا) اللہ کی قسم! میں نہ کبھی لات کی عبادت کروں گا اور نہ کبھی عزیٰ کی عبادت کروں گا۔

بچپن میں حضور ﷺ کا فرشتوں کی گفتگو سننا

ابو یعلی، ابن عدی، امام بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مشرکین کے ساتھ ان کے اجتماع میں جانے کا ارادہ فرمایا، تو آپ نے اپنے پیچھے سے دو فرشتوں کی آواز سنی۔ ایک فرشتہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ہم آپ کے پیچھے کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں، حالانکہ آپ بتوں کے سامنے جھکنے والوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے مشرکین کے ساتھ آئندہ نہ جانے کا عہد کیا۔

بچپن میں جناب عبد المطلب حضور ﷺ کو اپنے شانوں پر بٹھا کر طواف کعبہ کرتے، اور جب ان کو پتہ چلتا کہ یہ بتوں کو برا جانتے ہیں، تو آپ کو بتوں کے سامنے رکھ دیتے۔ جب جناب عبد المطلب بیاسی سال کے ہوئے، یا بروایت دیگر ایک سو دس سال کے ہوئے، تو وفات پا گئے اور حضرت ابو طالب نے، جناب عبد المطلب کی وصیت کے مطابق آپ کی تربیت کی اور یہی مشہور ترین روایت ہے۔

آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کا انتقال

والدہ کی وفات کو دو ہی برس ہوئے تھے، کہ غم نے پھر اپنا وار کیا۔ حضور ﷺ آٹھ سال دو مہینے دس دن کے تھے، کہ شفیق دادا کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ حضرت عبد المطلب تو پہلے ہی حضور ﷺ کو دیکھ کر بڑھاپے کے دن گزار رہے تھے۔ سیدہ بی بی آمنہ کے انتقال پر ملال کے بعد تو حضور ﷺ سے ان کی الفت نے ایک طوفان کی صورت

اختیار کر لی تھی۔

آپ کے لئے نوعمری میں دادا کا وجود سب سے بڑا سہارا ہے۔ لیکن دو سال گزرنے پر جبکہ آپ کی عمر آٹھ سال ہو چکی ہے، آپ کے دادا کا بیاسی سال کی عمر میں انتقال ہو جاتا ہے۔ آپ پر غم کا کوہ گراں گر پڑتا ہے۔

جنازے میں آپ بھی شامل ہیں۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں ہیں۔ ''ہائے میرے دادا میں کیا کروں۔'' آپ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں خود تڑپ رہے ہیں اوروں کو تڑپا رہے ہیں۔ دادا کے جنازے سے لپٹ لپٹ جاتے ہیں آنسوؤں کا سیلاب جاری ہے۔ دل غم سے چُور ہے۔

ماں کی موت کا گھاؤ، پھر سے تازہ ہو گیا ہے۔ رنج والم سے تڑپ رہے ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ سوگوار ہے۔ ہوائیں اداس اور فضا بوجھل ہے۔ دادا کا جسم لحد میں چھپ گیا ہے۔ آپ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ آج لطف و کرم اور محبت و شفقت کا سورج غروب ہو گیا ہے۔

آج باپ کی آغوش سے محروم رہنے والے، جناب محمد ﷺ دادا کی آغوش سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ جذبات واحساسات میں کرب واذیت کی چھریاں سی چل رہی ہیں۔ لوگ جس قدر تسلی دیتے ہیں، طبیعت میں سوز وگداز اتنا ہی بڑھتا ہے۔ بچپن میں ماں باپ کی جدائی کا وہ غم نہ ہوا، جو آج لڑکپن میں دادا کے جدا ہو جانے سے پیدا ہوا ہے۔ ہوا کا ایک مغموم جھونکا پاس سے یہ کہتا ہوا گزر جاتا ہے:-

''پیارے محمد ﷺ یتیمی کا داغ اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ کو یتیموں کا غمخوار ہونا ہے۔ اداسی اسی لئے محیط ہے کہ غمزدوں کی دلجوئی کرنی پڑے گی۔ ماں باپ اور دادا کے سہارے اس لئے ٹوٹ

رہے ہیں کہ سب سہاروں کا سہارا خالق اکبر آپ ﷺ کو اپنی پناہ میں لے چکا ہے۔"

دادا نے موت کی گھڑیوں میں پیارے پوتے کی کفالت جناب ابو طالب کے ذمہ لگا دی ہے۔ جو جناب عبداللہ کے منجھلے بھائی ہیں۔ جس قدر شفقت کی توقع ان سے کی جاسکتی ہے، دوسروں سے اس کی امید نہیں ہوسکتی۔ جناب محمد ﷺ اب ابو طالب کی تحویل میں ہیں۔ جو پختہ عمر اور شفیق ہیں۔ ان کی بیوی فاطمہ مہربان ہیں، ان کا ایک ہی کمسن بچہ ابو طالب ہے۔ چچا نے آپ کو اپنی آنکھوں کا تارا بنالیا ہے۔ چچی نے ماما کی کمی پوری کردی ہے خالق اکبر نے آپ کو اس قدر محرومی کا داغ دے کر اب اچھا ٹھکانا دے دیا ہے۔

ابو طالب اگرچہ دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں غریب ہیں۔ لیکن جناب عبداللہ کی نشانی کو بے حد محبت سے گلے لگالیا ہے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں ۔فاطمہ آپ کے خورد نوش کا بے حد خیال رکھتی ہیں۔

کھیلنے کے لئے طالب موجود ہے۔ آپ چچا کی سرپرستی میں جوان ہورہے ہیں۔ طفولیت سے نکل کر لڑکپن میں داخل ہوگئے ہیں۔ بدن تندرست ہے احساس و شعور میں وسعت آگئی ہے۔ غیر معمولی صلاحیتیں ابھر رہی ہیں۔ سعادت مندی، شرافت، پاکبازی، اور ذہانت نے دوسروں کو متاثر کیا ہے، اور یوں ابو طالب کے گھر سے نکل کر اس روشن چراغ کا نور آہستہ آہستہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بنتا جارہا ہے۔

عبدالمطلب کی وفات میں اختلاف ہے کہ آپ کی کتنی عمر میں وفات ہوئی؟ لیکن اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

واللہ اعلم بالصواب

وفات کے بعد جب جنازہ اٹھایا گیا، تو آنحضرت ﷺ جنازہ کے ساتھ روتے ہوئے چل رہے تھے۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے دادا عبد المطلب کی وفات یاد ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں! بالکل یاد ہے۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ (جب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو) آنحضرت ﷺ ان کے پلنگ کے پیچھے کھڑے ہوئے رو رہے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی عبدالمطلب کو حجون کے مقام پر ان کے دادا کو دفن کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"میرے دادا عبد المطلب کو، بادشاہوں اور معزز لوگوں کی پوشاک میں اٹھایا جائے گا۔"

جب عبدالمطلب کا وقت آخر ہو گیا، تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو آپ کے سگے چچا ابوطالب کے سپرد کر دیا۔ ابوطالب بھی انہیں لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے اپنے باپ عبدالمطلب کی طرح جاہلیت کے زمانے میں بھی، شراب کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ (ابوطالب ان کا لقب تھا، جہاں تک ان کے نام کا تعلق ہے) اس بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کا نام عبد مناف تھا۔

بادشاہ کا عبدالمطلب کو حضور ﷺ کی ولادت کی بشارت دینا

ابونعیم اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ جب سیف ابن یزن حمیری حبشیوں پر غالب ہوا، یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے دو سال بعد کا ہے، تو اس کے پاس عرب کے بہت سے وفد مبارکباد دینے کے لئے پہنچے۔ جن میں عرب کے معزز لوگ اور شاعر بھی شامل تھے۔ یہ لوگ حبشہ کے بادشاہوں کی شکست اور سیف کی حکمرانی

قائم ہونے پر مبارکباد کے لئے پہنچے تھے۔ حمیر یمن کا قبیلہ تھا، اور سیف ابن ذی یزن کے باپ دادا اس ملک پر حکومت کرتے تھے۔ اس پر حبش نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا، اور حبشیوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

یمن ستر سال تک حبشیوں کو قبضے میں رہا۔ اس کے بعد سیف بن یزن کا زمانہ آیا تو یہ اچانک اٹھا اور اس نے طاقت کے ذریعہ اپنے وطن کو حبشیوں کے قبضے سے نکال لیا اور اپنے دادا کی طرح دوبارہ اس کی حکومت حاصل کر لی۔

(چونکہ یمن عرب کا مقابلہ تھا اس لئے اس پر حبشیوں کے قبضے سے قدرتی طور پر عربوں کو افسوس تھا اور جب سیف نے اپنے ملک کو غلامی سے نکال لیا تو فطری طور پر عربوں کو خوشی ہوئی) چنانچہ چاروں طرف سے عربوں کے وفد سیف کو مبارک باد دینے کے لئے یمن پہنچنے لگے۔

ان ہی وفدوں میں سے ایک مکے کے قبیلہ قریش کا وفد بھی تھا۔ اس وفد میں عبدالمطلب، امیہ بن عبد شمس، اور دوسرے معزز سردار تھے۔ جیسے عبداللہ ابن جدعان جو حضرت عائشہ ؓ کا چچا زاد بھائی تھا۔ ایسے ہی اسد ابن عبد العزیٰ، وہب بن عبد مناف اور قصیٰ ابن عبد الدار بھی اس وفد میں شامل تھے۔

سیف ابن ذی یزن کے آباء واجداد میں، یمن کا آخری حکمران ذوجدن حمیری تھا اس کے زمانے میں حبشیوں نے یمن پر حملہ کیا اور حمیر کی حکومت ختم کر کے یمن پر قبضہ کر لیا اور اپنی حکومت قائم کر لی، حبشیوں میں سے یمن پر پہلا حکمران ارباط تھا، اس کے بعد تین حکمران اور ہوئیم جو حبشیوں میں سے تھے اور حبش کی حکومت کی طرف سے گورنر کی حیثیت سے یمن پر حکومت کرتے تھے۔

ان حبشی گورنروں میں دوسرا گورنر ابرہہ تھا۔ جس نے عبدالمطلب کے زمانے

میں مکے پر چڑھائی کر کے بیت اللہ کو ڈھانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر عربوں کو یمن کے حبشی حکمرانوں سے نفرت اور دشمنی تھی۔

آخر سیف ابن ذی یزن کا زمانہ آیا۔ اس نے فارس کے بادشاہ نوشیروان سے مدد مانگی کہ وہ حبشیوں کو یمن سے نکال کر حمیر کو ان کا ملک واپس دلانے میں ان کی مدد کرے نوشیروان نے سیف کی درخواست منظور کر لی اور اپنے ایک سالار کو عجمیوں کی فوج کے ساتھ سیف کی مدد کے لئے ان کے ساتھ بھیجا۔

اس لشکر نے یمن پر چڑھائی کی اور حبشیوں کو شکست دے کر یمن کی حکومت حمیر کو واپس دلائی اور سیف ابن ذی یزن کو کسریٰ فارس کے گورنر کی حیثیت سے یمن کا حکمران بنادیا (تاریخ ابوالفداء ص ۶۸ ج ۱)

عرب اپنے پڑوسی عرب انقلاب سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ ان کے وفد سیف ابن ذی یزن کو مبارکباد دینے کے لئے اس کے پاس پہنچنے لگے۔ جن میں قبیلہ قریش کی طرف سے عبدالمطلب وغیرہ بھی ایک وفد لے مبارکباد کے لئے یمن گئے۔

جب قریشی وفد وہاں پہنچا، تو سیف شہر صنعاء میں اپنے محل میں تھا۔ وہ خوشبوؤں سے معطر تھا۔ وہ چادریں اوڑھے ہوئے تھا اور سر پر تاج پہنے ہوئے تھا۔ تلوار سامنے رکھی ہوئی تھی اور حمیری سردار اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔

(سیف کو قریشی وفد کی اطلاع کی گئی) اور وفد کے آدمیوں کے مرتبے کے متعلق بتلایا گیا۔ سیف نے قریشی سرداروں کو آنے کی اجازت دی۔ پھر یہ وفد دربار میں پہنچا اور عبدالمطلب آگے بڑھ کر سیف کے قریب پہنچ گئے۔ کتاب وفاء میں اس طرح ہے:۔

(قریشی وفد جب دربار میں داخل ہوا تو) اس نے سیف کو ایک سونے کی

کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا اور اس کے ارد گرد یمن کے معزز لوگ بھی سونے کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے جب قریشی سردار وہاں پہنچے تو ان کے لئے بھی کرسیاں بچھائی گئیں۔ پھر عبدالمطلب کے سوا سب بیٹھ گئے۔

عبدالمطلب سیف کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے اور بولنے کی اجازت چاہی سیف نے کہا: ''اگر تم بادشاہوں کے سامنے بولنے کے آداب سے واقف ہو تو ہماری طرف سے تمھیں بولنے کی اجازت ہے'' اب عبدالمطلب نے کہا:۔

''اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ نے آپ ایک بلند عظیم الشان اور باعزت مرتبہ عطا فرمایا ہے اور آپ کے عزت وعظمت کا ایک ایسا درخت لگایا ہے، جس کی جڑیں بہت گہری اور مضبوط ہیں، اور جس کی شاخیں بہترین جگہوں اور مبارک مقامات تک پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ ایسے کاموں سے بالکل محفوظ ہیں، جن پر عرب کے معزز ومعتمد اور سر برآوردہ لوگ آپ کو ملامت اور طعن کر سکیں۔ آپ کے پچھلے بزرگ گزشتہ دور کے بہترین لوگوں میں سے تھے اور آپ ہمارے لئے ان کے بہترین جانشین ہیں۔ اس لئے ان کے تذکرے بھی کبھی فنا نہیں ہوں گے جن کا جانشین آپ جیسا انسان ہے اور ان کے تذکرے بھی کبھی نہیں مٹیں گے جو آپ جیسے شخص کے جانشین ہوں گے۔ (یعنی آپ کے کارناموں سے آپ کو بھی عزت ملے گی اور آپ کی آنے والی نسلوں کو بھی سربلندی حاصل ہو گی)۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حرم کے خادم اور اس کے گھر کے محافظ ہیں۔ ہم آپ کے

پاس اپنی مسرت کی سوغات لے کر حاضر ہوئے ہیں کہ اس برائی کا زمانہ ختم ہو گیا، جو ہم سب پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔ (یعنی یمن پر حبشی سلطنت اور عرب کی غلامی) اس لئے ہم لوگ مبارکباد اور تہنیت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ (آپ کے بزرگوں کی) تعزیت کرنے نہیں آئے۔''

سیف ابن ذی یزن عبدالمطلب کی یہ فصیح اور رواں تقریر سن کر حیران ہو رہا تھا۔ وہ ایک دم کھڑا ہو گیا اور ان سے پوچھنے لگا: ''بولنے والے! تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ عبدالمطلب کی والدہ چونکہ مدینے کے قبیلے بنو خزرج کی تھیں، اور خزرجی قبیلہ اصل میں یمن کا تھا۔ اس لئے سیف نے ہاشم کا نام سن کر کہا: تب تو آپ ہمارے بہن کے لڑکے ہوئے۔

عبدالمطلب نے کہا ''ہاں'' سیف نے کہا: کہ ان کو میرے قریب لے آؤ، اس کے بعد وہ عبدالمطلب اور وفد کے دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

آپ سب کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ کی سواریوں اور قافلے کو ہم مرحبا کہتے ہیں۔ جو آرام دہ ٹھکانے میں آئے ہیں۔ آپ فیاض اور کھلے دل کے لوگوں کے پاس آئے ہیں جو بڑی داد و دہش والے ہیں۔

بادشاہ نے آپ کہ گفتگو سن لی اور آپ سے عزیز دارانہ تعلق کو جان لیا ہے اور آپ کے جذبات کو قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ آپ ہمارے دن اور رات کے ہمدم ہیں۔ آپ جب تک بھی یہاں ٹھہریں۔ آپ کے اعزاز و اکرام میں کمی نہیں کی جائے گی اور جب آپ ہم سے رخصت ہوں گے، تو آپ کو انعام اکرام سے نوازا جائے گا۔

اسکے بعد اس قریشی وفد کو سرکاری مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا اور ان پر داد و دہش کی بارش ہونے لگی۔ ان لوگوں کو یہاں ٹھرے ہوئے، ایک مہینہ گزر گیا۔ مگر نہ تو

ان کو پھر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، اور نہ ہی واپس جانے کی اجازت مل سکی۔ آخر ایک مہینے کے بعد سیف بن ذی یزن کو ان کا اچانک خیال آیا۔

چنانچہ اس نے فوراً عبدلمطلب کو بلا بھیجا۔ جب وہ آ گئے، تو سیف نے ان کو بالکل سامنے بٹھا کر ان سے کہا:۔

اے عبدالمطلب! میں اپنے علم کے پوشیدہ رازوں میں سے ایک ایسا راز تمھیں بتلا رہا ہوں کہ تمھارے علاوہ کوئی اور ہوتا، تو میں اسے ہرگز نہ بتلاتا۔ مگر تمھیں میں اس راز کے لئے صحیح راز دار سمجھتا ہوں اور اس کی اطلاع دے رہا ہوں، تم بھی اس وقت اس راز کو راز ہی رکھنا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو نہ کھول دے۔

میں نے پوشیدہ کتاب اور علم کے اس سربستہ ذخیرے میں جس کو ہم صرف اپنا خزانہ سمجھتے ہیں اور دوسروں سے اس کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ اس میں، میں نے ایک بہت عظیم الشان خبر اور بڑے خطرے کے متعلق پڑھا ہے، جس میں تمام لوگوں کے لئے عام طور پر اور آپ کے خاندان کے لئے خاص طور پر زندگی کا بھی عزہ شرف ہے اور موت کی بھی فضیلت ہے۔

یہ سن کر عبدالمطلب نے کہا:۔

خدا کرے جہاں پناہ کو بھی ایسی ہی بھلائی اور خوش قسمتی نصیب ہو اور آپ پر ہمیشہ اہل دولت قربان ہوں وہ خبر کیا ہے؟"

سیف نے کہا:۔

جب تہامہ کی وادی، یعنی مکے میں ایسا بچہ پیدا ہو، جس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان میں بالوں کا گچھا (یعنی مہر نبوت) ہو، تو اس کو امامت اور سرداری حاصل ہوگی۔ اور اس کی وجہ سے تم

لوگوں کو قیامت تک کے لئے اعزاز اور عظمت حاصل ہوگی۔

عبدالمطلب نے کہا:۔

اے بادشاہ! خدا کرے آپ کو بھی ایسی خوش بختی میسر آئے۔ اگر بادشاہ کا ادب واعزاز اور ہیبت میری زبان نہ روکتی، تو میں دریافت کرتا کہ اس بچے کا زمانہ کب ہوگا؟ تا کہ اس کے بعد میری مسرت اور خوشی اور زیادہ بڑھ جاتی۔

بادشاہ نے جواب دیا:۔

یہی اس کا زمانہ ہے، جس میں وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام "محمد" ﷺ ہوگا ۔اس کے والد اور والدہ کا انتقال ہو جائے گا، اور اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ ہم بھی اس کے آرزومند رہے کہ وہ بچہ ہمارے ہاں پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کو کھلے عام ظاہر فرمائے گا، اور اس کے لئے ہم میں سے (یعنی مدینے کے قبیلہ بنوخزرج میں سے جو اصل میں یمن کے لوگ تھے ان میں سے) اس نبی کے مددگار وانصار بنائے گا۔ جس کے ذریعہ اس نبی کے خاندان اور قبیلے والوں کو عزت وسربلندی حاصل ہوگی، اور جن کے ذریعہ ان کے دشمنوں کو ذلت وخواری ملے گی اور جس کے ذریعہ وہ تمام لوگوں سے مقابلہ کرے گا اور جن کے ذریعہ روئے زمین کے اہم علاقے فتح ہو جائیں گے۔

وہ نبی (ﷺ) رحمٰن کی عبادت کرے گا اور شیطان کو دھکائے گا۔ آتشکدوں کو ٹھنڈا کر دے گا اور بتوں کو توڑ ڈالے گا۔ اس کی ہر بات آخری فرمان ہوگی اور اس کے احکام انصاف والے ہوں گے۔ وہ نیک کاموں کا حکم دے گا اور خود بھی اس پر عمل کرے گا اور برائیوں سے روکے گا اور ان کو مٹا ڈالے گا۔

عبدالمطلب نے (سیف بن ذی یزن سے دعاؤں کے ساتھ) کہا:

آپ کامیاب اور صاحب نصیب ہوں، آپ کی سلطنت ہمیشہ باقی رہے اور آپ کے عزت و اقبال میں ترقی ہو۔ لیکن کیا جہاں پناہ کچھ اور تفصیل بتلائیں گے۔ جیسا کہ کچھ وضاحت کر چکے ہیں؟

بادشاہ نے کہا:-

"بات ابھی ڈھکی چھپی ہے اور علامتیں پردوں میں پوشیدہ ہیں، مگر اے عبدالمطلب! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم اس شخص کے دادا ہو"

یہ خوشخبری سن کر عبدالمطلب فوراً سجدے میں گر گئے۔ پھر سیف نے ان سے کہا: اپنا سر اٹھاؤ اور (اس خوشخبری سے) اپنا سینہ ٹھنڈا کرو اور پیشانی اونچی کرو۔ مجھے بتلاؤ کہ جو کچھ میں تم سے کہا ہے، کیا ان میں سے کوئی علامت تم نے اپنے یہاں دیکھی ہے؟

عبدالمطلب نے کہا:-

"ہاں جہاں پناہ! میرا ایک بیٹا تھا۔ جسے میں بہت چاہتا تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ میں نے ایک شریف اور معزز لڑکی آمنہ بن وہب ابن عبد مناف ابن زہرہ سے اس کی شادی کی، جو میری قوم کے انتہائی معزز اور شریف خاندان کی تھی۔

اس سے میرے بیٹے کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام میں نے "محمد" (ﷺ) رکھا۔ اس بچے کے باپ اور ماں کا انتقال ہو چکا ہے، اور اب میں اور اس کا چچا ابو طالب اس بچے کی پرورش اور نگہداشت کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب یہ وفد لے کر سیف ابن ذی یزن کے پاس اس وقت گئے جبکہ حضرت آمنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ مگر اس روایت کے شروع میں کہا گیا ہے کہ سیف ذی یزن جب حبشیوں کو شکست دے کر یمن پر حکمران ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کو دو سال ہوئے تھے۔

(آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک دو سال تھی۔ حالانکہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ جب حضرت بی بی آمنہ کا انتقال ہوا، تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک چار سال تھی۔) مگر یہ اشکال درست نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی عمر دو سال اس وقت تھی، جب سیف نے یمن کو حبشیوں کی غلامی سے نکالا۔ لیکن عبد المطلب دو سال بعد مبارکبادی کا وفد لے کر گئے۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کی وفات ہو چکی تھی۔ اس طرح یہ روایت صحیح ہو جاتی ہے۔

ادھر اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد اور والدہ کی وفات کے بعد عبد المطلب کی زندگی میں بھی ابو طالب ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی پرورش میں شریک تھے اور پھر جب عبد المطلب کی وفات ہو گئی، تو ابو طالب تنہا ہی آنحضرت ﷺ کی کفالت اور پرورش کے ذمہ دار ہو گئے۔

(خود سیف نے اپنی پیشین گوئی میں آنحضرت ﷺ کے متعلق جو علامتیں بتلائی تھیں، ان میں اس نے کہا تھا کہ اس بچے کے باپ اور ماں کا انتقال ہو جائے گا اور اس کے دادا اور چچا اس کے کفیل اور ذمہ دار ہوں گے)

سیف ابن ذی یزن کا یہ قول دونوں صورتوں میں درست رہتا ہے۔ (کہ عبد المطلب کی زندگی تک تو دادا اور چچا دونوں آپ کے ذمہ دار تھے، اور ان کے انتقال کے بعد ابو طالب تنہا کفیل تھے۔)

(غرض اس درمیانی تفصیل کے بعد سیف ذی یزن کے واقعہ کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں) جب سیف نے آنحضرت ﷺ کے ظہور کی علامتیں بتا کر عبد المطلب سے اس کی تصدیق چاہی کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور عبد المطلب ہی آپ کے دادا ہیں، تو سیف سے عبد المطلب نے کہا:-

میں نے جو کچھ تم کو بتلایا ہے وہ واقعہ اسی طرح ہے۔اب تم اپنے بیٹے (یعنی پوتے) کی پوری حفاظت کرو اور یہودیوں سے بچائے رکھو۔اس لئے کہ وہ اس کے دشمن ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز اس پر قابو نہیں پانے دے گا۔

یعنی یہودیوں سے حفاظت اور بچاؤ، صرف احتیاط کے طور پر اور آنحضرت ﷺ کے بلند مقام کی وجہ سے کرنی چاہیئے۔میں نے جو کچھ تمھیں بتلایا ہے اس بات کو اپنے قافلے والوں سے ذکر مت کرنا، جو تمھارے ساتھ ہیں۔

اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ اس خبر سے ان لوگوں میں حسد اور جلن کا جذبہ نہ پیدا ہو جائے کہ یہ سربلندی اور عظمت اس کو کیوں ملنے والی ہے؟ اس لئے یہ لوگ اس کے لئے رکاوٹیں اور بندشیں کھڑی کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کی حرکتیں یہ لوگ یا تو خود کریں گے یا (اگر یہ اس وقت تک زندہ نہ رہے تو) ان کی اولادیں کریں گی۔اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس نبی کے ظہور سے پہلے ہی موت مجھ پر جھپٹنے والی ہے، تو میں اپنے اونٹوں اور کارواں کے ساتھ روانہ ہو کر اس کی سلطنت کے مرکز یثرب میں پہنچتا۔

کیونکہ میں اس عظیم کتاب میں جو پچھلے علوم سے بھری ہوئی ہے، یہ خبر پاتا ہوں کہ شہر یثرب ان کی سلطنت کا مرکز ہوگا۔ان کی طاقت کا سرچشمہ ہوگا ان کی مدد اور نصرت کا ٹھکانہ ہوگا۔اور ان کا مدفن اور جائے وفات ہوگا۔

اگر مجھے اپنے اور خود ان کے مصیبتوں میں گرفتار ہو جانے کی خبر نہ ہوتی، تو میں ان کی اس کم عمری کے باوجود ان کی عظمت اور فضیلت کا اعلان کر دیتا اور عربوں کے سامنے ان کی سربلندی اور اونچے مرتبے کی داستانیں بنا دیتا۔لیکن میں تمھارے

ساتھیوں کو چھوڑ کر صرف تمھیں یہ راز سپرد کر رہا ہوں۔

اس کے بعد سیف نے عبدالمطلب کے ساتھیوں کو بلایا اور ہر ایک کو دس دس حبشہ غلام، دس دس حبشی باندیاں اور دو دو دھاری دار یمنی چادریں، دس دس رطل (یعنی پانچ پانچ سیر) سونا، دس دس رطل چاندی، سو سو اونٹ اور عنبر سے بھرے ہوئے ڈبے دیئے۔ پھر عبدالمطلب کو اس انعام سے دس گنا زیادہ دیا اور کہنے لگا: سال گزرنے پر میرے پاس ان کی خبر لے کر آنا اور ان کے حالات بتانا۔

مگر اس کے بعد سال پورا ہونے سے پہلے ہی اس بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ عبدالمطلب اکثر اپنے اس وفد کے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے۔

"بادشاہ نے مجھے جو زبردست انعام واکرام دیا، اس پر تم میں سے کسی کو رشک نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ میرے متعلق وہ رشک کرسکتا ہے، جو میرے لئے ہمیشہ باقی رہے گی اور جس کے تذکرے میرے بعد تک رہیں گے اور جو حقیقت میں فخر کی چیز ہے۔

جب لوگ ان سے پوچھتے کہ وہ کیا چیز ہے؟ تو عبدالمطلب جواب میں کہتے:۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ سب کے سامنے آجائے گا۔ اگرچہ اس میں کچھ وقت لگے گا۔"
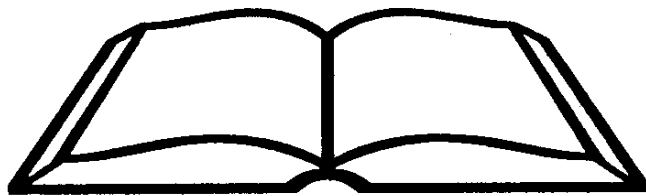
باب نمبر ۱۷

حضور ﷺ ابو طالب کی سرپرستی میں

حضور ﷺ کی برکتیں ابو طالب کے گھر میں

واقدی کہتے ہیں عبدالمطلب کی وفات پر ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ابو طالب کے پاس مال نہ تھا۔ البتہ وادی عرنہ (علاقہ عرفات) میں ان کے کچھ اونٹ تھے۔ ابو طالب اگر مکہ میں ہوتے، تو جا کر وہاں سے دودھ لے آیا کرتے۔ آپ کو دیکھ کر اکثر ابو طالب کا دل بھر آتا اور وہ آپ سے بڑا پیار کرتے۔

" وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعاً او فرادیٰ لم یشبعوا واذا اکل معھم رسوالله شبعوا"

ان کے بچے اکٹھے یا علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے وہ سیر نہ ہوتے اور جب نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تو سارے بچے سیر ہو جایا کرتے تھے۔

اس لئے وہ جب بھی اپنے بچوں کو صبح یا شام کا کھانا دینا چاہتے، تو کہتے ٹھہرو میرے بیٹے کو آلینے دو۔ جب نبی ﷺ تشریف لے آتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، تو اکثر کھانا بچا رہتا۔ اگر ابو طالب نے بچوں کو دودھ پلانا ہوتا، تو سب سے پہلے نبی ﷺ نوش فرماتے پھر دوسرے بچے برتن اٹھاتے اور سب کے سب اسی ایک

برتن سے ہی سیر ہو جاتے۔

اگر ان میں سے کوئی بچہ پہلے پینا شروع کر دیتا، تو اکیلا ہی سارا برتن خالی کر جاتا۔ ابو طالب یہ دیکھ کر کہتے: اے محمد! ﷺ تمھاری برکتوں کا کیا کہنا۔

حسن محمد ﷺ

بچے صبح اٹھتے تو ان کے بال پراگندہ ہوتے اور آنکھوں میں گندگی جمع ہوتی۔ مگر نبی کریم ﷺ اٹھتے تو بالوں میں تیل لگا ہوتا اور آنکھیں سرمہ کا حسن لئے ہوتیں۔

بچپن میں کبھی آپ نے کھانے کا سوال نہیں کیا

ابن حنفیہ کہتے ہیں، میں نے عقیل بن ابی طالب سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: جب کسی صبح ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا، تو ابو طالب کہتے جاؤ زمزم لے آؤ۔ ہم زم زم لا کر پی لیتے اور (نبی اکرم ﷺ کی برکت سے) وہی کافی ہو جاتا۔

ام ایمن کہتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا۔ اکثر آپ صبح اٹھ کر زم زم کے چند گھونٹ پی لیتے۔ جب ہم کھانا پیش کرتے، تو فرما دیتے کہ مجھے کھانے کی حاجت نہیں، میں سیر ہوں۔

بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

"ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

میں نے حضور سید عالم ﷺ سے زیادہ حسین چیز کو نہیں دیکھا۔

بخاری شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:-

كـان رسـول الله صلى الله عليه وسلم اذا يسر استنار وجهه كانه قطعة قمر

حضور سید عالم ﷺ جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ انور چاند کی طرح چمکنے لگا۔

نوعمری میں کبھی جھوٹ کبھی نہیں بولا

ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کسی وقت جھوٹ بولے ہوں' یا کبھی کسی کو دھوکا دیا ہو، یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو، یا بے ہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں، یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو، ہمیشہ خوش اخلاق نیک گفتار بلند کردار اور اعلیٰ درجے کے پارسا اور پرہیزگار رہے۔

ابولہب کے دل میں حضور ﷺ کی طرف سے کینہ کی ابتداء

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ابو طالب اور ابولہب کے درمیان کشتی ہوئی، تو ابولہب نے ابو طالب کو بچھاڑ دیا اور ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ابولہب کی زلفوں کو پکڑ کر کھینچا۔ ابولہب نے کہا: اے لڑکے ہم دونوں تمھارے چچا ہیں۔ پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے جواب دیا اس لئے کہ میں ان سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ عبد المطلب کی طرح ابو طالب بھی جان دو عالم ﷺ کیساتھ والہانہ پیار کرتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔

دراصل جان دو عالم ﷺ تھے ایسے من موہنے کہ ہر شخص کا دل بے اختیار ان کی جانب کھینچا جاتا تھا۔ اس پر مستزاد آپ کی وہ برکات تھیں، جن کا دم بدم مشاہدہ ہوتا رہتا تھا مثلاً اگر جان دو عالم ﷺ کھانے میں سب کے ساتھ شامل ہوتے، تو تھوڑا سا

کھانا سب کے لئے نہ صرف کافی ہو جاتا، بلکہ بچ بھی رہتا۔

اسی طرح دودھ کے جس کٹورے سے آپ چند گھونٹ نوش فرما لیتے، اس سے سب شکم سیر ہو جاتے۔ حالانکہ اس میں دودھ کی مقدار اتنی ہی ہوتی کہ بمشکل ایک آدمی کی ضرورت پوری کر سکے۔ ایسے ہی برکت بداماں بھتیجے سے ابو طالب جتنا بھی پیار کرتے کم تھا۔

بچپن میں حضور ﷺ کا لالچ سے پرہیز

شوخی شرارت اور ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔

ابو طالب کے بچے بھی صبح جب ناشتے کے لئے بیٹھتے، تو چھینا جھپٹی شروع کر دیتے۔

جان دو عالم ﷺ چونکہ فطرتاً سنجیدہ اور باوقار تھے، اس لئے اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرتے۔ نتیجتاً آپ کا حصہ بھی عموماً دوسرے چٹ کر جاتے۔

ابو طالب کو اس صورت حال کا علم ہوا تو، انہوں نے آپ کے لئے علیحدہ ناشتے کا انتظام کر دیا۔ (البدایہ النہایہ)

باب نمبر ۱۸!

بچپن میں آپ ﷺ کے تجارتی سفر

حضور اقدس ﷺ کا اصل خاندانی پیشہ تجارت تھا، اور چونکہ آپ بچپن ہی میں ابوطالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے۔ جس سے آپ کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے ذریعہ معاش کے لئے آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا اور تجارت کی غرض سے شام و بصریٰ اور یمن کا سفر فرمایا، اور ایسی راستبازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ نے تجاری کاروبار کیا، کہ آپکے شرکاء کار اور تمام اہل بازار آپ کو "امین" کے لقب سے پکارنے لگے۔

ایک کامیاب تاجر کے لئے، سچائی، امانت وعدہ کی پابندی، خوش اخلاقی، تجارت کی جان ہیں۔ ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا، اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور اعلان نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ کچھ رقم میں نے ادا کر دی، کچھ باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آ کر باقی رقم بھی ادا کر دوں گا۔

اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے دن جب میں وہاں پہنچا جہاں میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا، حضور ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا۔ مگر میری اس وعدہ

خلافی سے حضور ﷺ کے ماتھے پر ایک ذرہ بل نہیں آیا۔ بس صرف اتنا ہی فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

(سنن ابی داوٗد، ۲/۳۳۴ باب فی العقدۃ، مجتبائی)

اسی طرح ایک صحابی حضرت سائب ؓ جب مسلمان ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اور لوگوں نے ان سے حضور ﷺ کے ''خلق عظیم'' کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کو تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اعلان نبوت سے پہلے آپ میرے شریک تجارت تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے ہمیشہ معاملہ اتنا صاف اور ستھرا رکھا کہ کبھی بھی کوئی تکرار یا تو تو میں میں کی نوبت نہیں آئی۔

(سنن ابوداوٗد ج ۲ ص ۳۱۷ باب کراہیۃ المراد (مجتبائی)

غیر معمولی کردار

حضور اقدس ﷺ کا زماہ طفولیت ختم ہوا، اور جوانی کا زمانہ آیا، تو بچپن کی طرح آپ کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ کا شباب مجسم حیا اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلان نبوت سے قبل حضور ﷺ کی تمام زندگی بہترین اخلاق عادات کا خزانہ تھی۔

سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم و سخاوت، قوم کی خدمت دوستوں سے غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے لئے وہاں تک رسائی تو کیا اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔

کم بولنا فضول باتوں سے نفرت کرنا خندہ پیشانی اور خوش روی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا، ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا، حضور ﷺ کا خاص شیوہ تھا حرص، طمع، دغا، لالچ فریب، جھوٹ، شراب خوری، بدکاری، ناچ گانا لوٹ مار چوری، فحش گوئی لوٹ مار، عشق بازی، دغا، فریب، جھوٹ، شراب خوری ، بدکاری ناچ گانا یہ تمام بری عادتیں اور مذموم حرکتیں جو زمانہ جاہلیت میں گویا ہر بچے کے خمیر میں ہوتی تھیں۔

حضور ﷺ کی ذات گرامی ان تمام عیوب ونقائص سے پاک تھی۔ آپ کی راست بازی اور دیانت و امانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا، اور مکہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دلوں میں آپ کے برگزیدہ اخلاق کا اعتبار اور ان کی نظروں میں آپ کا ایک خاص وقار تھا۔

بچپن سے تقریباً چالیس برس کی عمر شریف ہوگئی، لیکن زمانہ جاہلیت کے ماحول میں رہنے کے باوجود تمام مشرکانہ رسومات اور جاہلانہ اطوار سے ہمیشہ آپ کا دامن عصمت پاک رہا۔ مکہ شرک وبت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ آپ کے خاندان والے ہی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے کبھی بھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔

غرض نزول وحی اور اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ کی مقدس زندگی اخلاق حسنہ اور محاسنہ ارعال کا مجسمہ اور تمام عیوب ونقائص سے پاک وصاف رہی۔ چنانچہ اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ کے دشمنوں نے انتہائی کوشش کی کہ کوئی ادنیٰ سا عیب یا ذرا سی خلاف تہذیب کوئی بات آپ کی زندگی میں کسی دور میں بھی مل جائے، تو اس کو

اچھال کر آپ کے وقار پر حملہ کر کے لوگوں کی نگاہوں میں آپ کو ذلیل وخوار کر دیں۔

مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہزاروں دشمن سوچتے سوچتے تھک گئے۔ لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہ مل سکا، جس سے وہ آپ پر انگشت نمائی کر سکیں۔ لہٰذا ہر انسان اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہے کہ بلاشبہ حضور ﷺ کا کردار انسانیت کا ایک محیر العقول اور غیر معمولی کردار ہے۔ جو نبی کے سوا کسی دوسرے کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد سعید روحیں، آپ کا کلمہ پڑھ کر تن من دھن کے ساتھ، اس طرح آپ پر قربان ہونے لگیں کہ ان کی جانثاروں کو دیکھ کر شمع کے پروانوں نے، جاں نثاری کا سبق سیکھا اور حقیقت شناس لوگ فرط عقیدت سے آپ کے حسن صداقت پر عقلوں کو قربان کر کے آپ کے بتائے ہوئے اسلامی راستہ پر عاشقانہ اداؤں کے ساتھ چل پڑے۔

آپ ﷺ کا تجارت کے لئے شام کا سفر

جب رحمت عالم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کو پہنچی، تو حضرت ابو طالب نے اپنے تجارتی مقاصد کے لئے شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ علامہ ابن خلدون نے عمر کے بارے میں تیرہ سال اور سترہ سال کے دو قول لکھے ہیں۔ جب آپ روانہ ہونے لگے تو رحمت عالم ﷺ نے چچا کے اونٹ کی نکیل پکڑی، اور اصرار کیا کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جائیں:۔

"مسک بزمام ناقة ابی طالب و قال یا عم الیٰ من تکلنی لا اب لی ولا ام"

حضور ﷺ نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور فرمایا اے میرے چچا! آپ مجھے کس کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں میرا نہ باپ ہے نہ ماں

عم محترم جا رہے ہیں، مجھے اکیلا چھوڑ کر...... وہ چلے جائیں گے...... دور......
بہت ہی دور ...... اور میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر آپ پر اداسی طاری ہو جاتی ہے...... نہیں نہیں میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں ان کو دیکھے بغیر کیسے رہ سکوں گا؟ ان کے بعد کون مجھ سے پوچھے گا......

بیٹے محمد (ﷺ) تم خوش ہو...... میری آنکھیں ان کو دیکھنے کو ترس جائیں گی۔ ان کی میٹھی باتوں کے بغیر مجھے کیوں کر چین نصیب ہو گا۔

میرے ابو کی شفقت، میری امی کا پیار، اور میرے دادا کی محبت، ان سب کا ٹھنڈا اور میٹھا چشمہ، تو اب میرے چچا جان ہیں۔ اگر وہ چلے گئے، تو میری دنیا ویران ہو جائے گی۔ میں ان سب سے محروم رہ جاؤں گا''
حضور یہ سوچ سوچ کر بے چین ہو گئے۔

انہوں نے بکریوں کو باڑے میں بند کیا اور گھر میں کسی کو بتائے بغیر، سیدھے قافلے کی فرودگاہ میں چلے آئے اور چچا کو ڈھونڈنے لگے۔ ابوطالب نے انہیں دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ حضور ﷺ قریب آ گئے وہ اداس تھے۔

ابوطالب نے بے تابی سے پوچھا : ''محمد (ﷺ) تم اداس نظر آتے ہو؟
جنابِ محمد (ﷺ) سسکی بھر کر بولے : ہاں!
ابوطالب نے بے چینی سے پوچھا : کیوں؟
آپ جا رہے ہیں؟ جنابِ محمد ﷺ کی آواز گلے میں اٹک گئی اور آپ خاموش ہو گئے۔
ابوطالب پر کرب کی کیفیت طاری ہو گئی : پھر کیا ہوا بیٹے؟
یہ کہتے ہوئے محمد کی آنکھیں پر نم ہو گئیں : میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔
ابوطالب نے شفقت سے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھپکی دی اور بولے۔

بیٹے دور دراز کا سفر ہے اور راستے دشوار گذار تم اس کی تکلیفوں کو برداشت نہ کر سکو گے اس لئے گھر پر ہی رہو۔

محمد ﷺ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا: آپ کے ساتھ رہ کر مجھے کسی تکلیف کی پرواہ نہیں

ابو طالب نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور گال تھپتھپاتے ہوئے کہا ''تم ابھی بچے ہو بیٹے کیوں اپنی جان کو ہلکان کو ڈالتے ہو میں تمھارے لئے شام سے طرح طرح کے تحفے لاؤں گا۔ مجھے کسی تحفے کی ضرورت نہیں ہے۔

چچا جان میں آپ کے بغیر نہیں رہوں گا۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا، ضرور جاؤں گا، مجھے چھوڑ کر نہ جائیں۔ یہ کہتے ہوئے جنابِ محمد ﷺ کی آنکھوں کے سرخ ڈورے آنسوؤں کے سیل رواں میں ڈوب گئے۔

ابو طالب کا دل بھر آیا۔ پیارے بھتیجے کے آنسوؤں نے قلب وجگر میں ہلچل مچا دی عبداللہ کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ اور اس درِّ یتیم کی اشکباری ابو طالب کی سب مصلحتوں پر غالب آگئی۔

وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ جنابِ محمد ﷺ بے اختیار ان سے لپٹ گئے اور سسکیاں بھرتے ہوئے بولے۔ ''چچا جان خواہ کچھ بھی ہو میں ضرور آپ کے ساتھ جاؤں گا'' ابو طالب نے پیارے بھتیجے کو آغوش میں لے لیا اور ان کی چاندی جیسی پیشانی چومتے ہوئے کہا بیٹے میں تمھیں ضرور اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ خواہ مجھے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ تم بے فکر رہو تمھارے بہتے ہوئے آنسوؤں نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔

کائنات کے راج دلارے محمد ﷺ خوشی کے عالم میں چچا سے لپٹ گئے اور فضا میں مسکراہٹیں پھیل گئیں۔ ابو طالب پر رقت طاری ہوگئی۔ اشکوں کی برسات میں

آپ نے اعلان کیا: میں اپنے بھتیجے کو ضرور ساتھ لے کر جاؤں گا، اور آئندہ ہم ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ **فیلا یفارقنی ولا افارقہ ابداً**

ابو طالب آپ کو ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے اور آپ کو اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ سب سے پچھلی قطار میں ایک ساربان حیرت سے ٹکٹکی باندھے، پہلی قطار کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کا منہ فرط استعجاب کی وجہ سے کھلا ہوا ہے دوسرا اسے دیکھ کر حیران ہو رہا ہے۔

وہ پوچھتا ہے : کیوں بوکھلا گئے ہو؟

پہلا جواب دیتا ہے: کیا تم دیکھتے نہیں؟

وہ بھنا اٹھتا ہے : کیا دیکھوں؟

پہلا ساربان بیزاری سے کہتا ہے: تم دیوانے تو نہیں ہو گئے ہو کہ تمھیں اپنے گردو پیش کا ہوش نہیں رہا؟

پہیلیاں کیوں کہتے ہو؟ دوسرے کے چہرے پر ناگواری اور تجسس کے آثار ہویدا ہیں۔ پہلا ساربان اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

''وہ دیکھو' ابو طالب کے اونٹوں کی قطار میں سرخ جھولی والی ناقہ کے ایک ہلکا سا سایہ نظر آتا ہے۔ جو صرف سوار کا احاطہ کیئے ہوئے ہے اور محض دھبہ سا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ نہ وہاں کوئی چادر تنی ہوئی ہے، نہ سائبان ہے۔ اور نہ ہی آسمان پر بادل ہیں''

دوسرا ساربان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے اور حیرت سے انگشت بدنداں ہے۔

وہ پوچھتا ہے : 'تم سچ کہتے ہو یار...... کیا بات ہے؟

اسے جواب ملتا ہے: یہی میں سوچ رہا ہوں۔ اس پر سوار کون ہے؟

دوسرا ساربان سوچ کر کہتا ہے: ابو طالب کا بھتیجا ہے۔

پہلا ساربان اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھتا ہے۔

حضور ﷺ کی دعا سے قحط میں بارش

معلوم ہوتا ہے ہمارے دیوتا اس پر مہربان ہو گئے ہیں۔ اسی لئے تو سایہ ہے۔ ہم نے دیوی دیوتاؤں کو بہت سے لوگوں پر مہربان ہوتے دیکھا ہے۔ ان کے ہاں اولادیں ہوئیں، پیداوار بڑھی۔ ریوڑ پھیلے۔ جنگوں میں فتح ہوئی۔

انہوں نے جام صحت نوش کیے، لونڈی غلامی کی بھر مار ہوئی، مال و دولت نے قدم چومے، مگر ہم نے آج تک ایسا سایہ کسی پر نہیں دیکھا۔ یہ کوئی بات ہی دوسری ہے؟ کیا تم نہیں جانتے یہ وہی لڑکا ہے جس کی دعا سے قحط سال میں بارش ہوئی تھی ؟ حالانکہ دیوی دیوتاؤں کے استھانوں پر پوری قوم سجدہ ریز تھی اور قربانیوں کی کوئی انتہا نہ تھی یہ عجیب لڑکا ہے ابو طالب کی قسمت جاگ اٹھی۔

دوسرا ساربان تھوڑی دیر تک جنابِ محمد ﷺ کے ناقہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے اور پہلے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

تم سچ کہتے ہو ابو طالب کے ساتھ ہم کئی بار تجارت کے لئے شام گئے اور واپس آئے ہیں۔ لیکن اس کے اونٹوں کی رفتار اس قدر تیز ہم نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ جس قدر اس وقت ہے۔ دبلے پتلے اور مریل اونٹوں میں بجلیاں کوندتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ان پر سامان بھی سب سے زیادہ ہے۔ لیکن وہ رفتار میں پورے کارواں سے بڑھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ اس لڑکے کی برکت ہے۔

ہاں! یہ لڑکا بے شک عجیب و غریب ہے۔ حلیمہ سعدیہ کی بکریاں اس کی گواہ ہیں۔ جن کا دودھ اس لڑکے کی بدولت اس قدر بڑھ گیا تھا کہ پورے قبیلے میں چہ

مگویاں ہونے لگیں تھیں۔ مجھے یقین ہے، کہ اس بار ابو طالب کا منافع بھی دوسروں سے کہیں زیادہ ہوگا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے''

پہلا ساربان جواب دیتا ہے اور پھر دونوں خاموش ہو جاتے ہیں۔

جنابِ محمد ﷺ محویت کے عالم میں اپنے گردو پیش کی ہر چیز کو غور سے دیکھتے چلے جا رہے ہیں اور ماحول سرگوشیاں کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ پہاڑیاں کہہ رہی تھیں:

''پیارے محمد ﷺ زندگی کی راہیں، ہماری گھاٹیوں سے کہیں زیادہ دشوار اور پر پیچ ہیں آپ اس سفر میں پست و بالا کو دیکھ لیں، تاکہ آپ کے قدموں میں لغزش نہ آئے۔ زندگی کا سفر مضبوط جسم، بلند حوصلے اور عقل نکتہ رس کے محمل پر سوار ہو کر ہی بخیر وخوبی طے کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے سفر کی سہولتوں سے ہراساں نہ ہونا۔''

صحرا کی وسعت سربشرہ رازوں سے پردہ اٹھاتی ہوئی کہتی ہے:۔

''یا محمد ﷺ میری وسعتیں کم اور زندگی کے اسرار زیادہ ہیں۔ آپ تاجر کو دیکھئے وہ اپنے نقد و جنس اور زادِ راہ کو کس طرح جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اس پر غور کیجئے، جس نے مجھے وسعت بخشی۔ اس نے آپ کو ان گنت قوتیں دے رکھی ہیں۔ انہیں پہچانئے اور ان سے کام لیجئے۔ کیونکہ آپ تو نوع انسان کو ابدی تجارت کے اسرار و رموز سمجھانے پر مامور ہیں۔''

ہوا کی سراہٹیں کہہ رہی ہیں:۔

''پیارے محمد ﷺ ان تمام چیزوں کو غور سے دیکھئے، یہ سب آپ سے ہمکلام ہونے کے لئے بے تاب ہیں۔ ان کے پاس آپ کے لئے بے شمار پیغام ہیں۔ اس لئے واپسی تک ان پیغامات کا سرمایہ جمع کیجئے۔ کیونکہ آپ تو عطر ساز ہیں۔ آپ کو ہر

شئے سے عطر کشید کرنا ہے دیکھئے، ہماری باتوں میں عطر کی بو ہے۔ اسے اولادِ آدم کے ہر فرد تک پہنچا دیجئے۔''

کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب قافلہ ''بصریٰ'' پہنچا، تو وہاں عیسائی راہبوں کی ایک خانقاہ کے نواح میں شب بسری کے لئے قیام کیا۔ اس خانقاہ میں ایک عیسائی راہب عرصہ دراز سے سکونت پذیر تھا۔ اس کا نام جرجیس تھا۔ لیکن بحیرا کے نام سے مشہور تھا۔ بحیرا سریانی لفظ ہے، اس کے معنی عبقری اور نابغہ ہے۔ یعنی از حد دانشمند اور علامہ روزگار۔

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو جو خصوصی علوم عطا کئے گئے تھے، وہ نسلاً بعد نسل چلے آتے تھے، اور اس زمانہ میں ان علوم کا امین بحیرا راہب تھا۔ قریش کے تجارتی کاراوں ہمیشہ اس راستے سے گزرتے تھے۔ لیکن اسنے کبھی ان کی پرواہ نہیں کی تھی۔ وہ ان سے گفتگو کرنے کا روادار بھی نہ تھا۔ لیکن اس دفعہ جب یہ قافلہ اس وادی میں داخل ہوا، تو اس نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے۔

وہ بچہ جدھر جاتا ہے، بادل کا ٹکڑا اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ پھر اپنے اس امر کا بھی مشاہدہ کیا کہ جب یہ قافلہ ایک درخت کے سایہ میں اترا۔ یہ بچہ جب وہاں پہنچا، تو درخت کے سایہ میں کوئی جگہ نہ رہی تھی۔ اس لئے مجمع سے باہر ہی وہ بچہ دھوپ میں بیٹھ گیا اور درخت نے فوراً جھک کر اپنا سایہ اس بچہ پر پھیلا دیا۔

بحیرہ نے جب اپنی خانقاہ سے یہ منظر دیکھا، اسے خیال آیا کہ جس نبی صادق وامین کے ہم منتظر ہیں، اور جسکی علامات ہماری کتابوں میں مرقوم ہیں، کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں؟ اسے قریب سے دیکھنا چاہیئے، تاکہ ان نشانیوں کے بارے میں پورا

وثوق ہو جائے۔ اس نے اس کے لئے یہی تجویز مناسب سمجھی کہ سارے قافلہ کی ضیافت کی جائے، وہ نو جوان بھی آئے گا اسے قریب سے دیکھ کر دل مطمئن کرلوں گا۔

چنانچہ خلاف معمول وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر ان قافلہ والوں کے پاس آیا اور کہا آج آپ کے قافلہ کے تمام افراد کو میں دعوت دیتا ہوں کہ آج ماحضر میرے ہاں تناول فرمائیں۔ اس کے طرز عمل سے سارا قافلہ سراپا حیرت بنا ہوا تھا۔ آخر ایک شخص سے نہ رہا گیا۔ اس نے پوچھ ہی لیا:۔

اے بحیرا! آپ کے طرز عمل نے ہمیں حیران کر دیا ہے۔ پہلے بھی ہم بارہا گزرے ہیں، لیکن آپ نے ہماری طرف کبھی توجہ تک نہ کی۔ اس دفعہ آپ خلاف معمول اپنی خانقاہ سے چل کر ہمارے پاس آئے، اور ہمیں کھانے کی دعوت دے کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔ آپ کے طریقہ کار میں یہ بین تفاوت کیوں؟

بحیرا نے ٹالتے ہوئے کہا کہ بے شک آپ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن آخر آپ ہمارے مہمان ہیں اور اپنے مہمانوں کی عزت کرنا اور ان کی ضیافت کا شرف حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔ جب مقررہ وقت آیا، تو قافلے کے سارے افراد بحیرہ کے ہاں گئے۔ اس نے بڑے اہتمام سے انکا خیر مقدم کیا۔ لیکن جس جان عالم کے لئے وہ بڑی بے تابی سے اپنی آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے تھے۔ وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے پوچھا آپ میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا؟

انہوں نے بتایا کہ تمام لوگ آگئے ہیں۔ صرف ایک بچہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اسے ہم اپنی خیموں اور اونٹوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ اس نے اصرار کیا کہ اسے بھی ضرور بلاؤ۔ اس قافلے کا کوئی فرد چھوٹا ہو یا بڑا غلام ہو یا آزاد پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ آپ کے چچا حارث بن عبدالمطلب گئے اور حضور ﷺ کو بلا کر لے آئے۔

اس پیکر نور وسعادت کے آنے سے بحیرہ کے دل بے قرار کو قرار آ گیا اور حضور ﷺ کو پہچاننے کے لئے ٹکٹکی باندھ کر رخ انور کو دیکھنے میں محو ہو گیا۔

بحیرا اور آنحضرت ﷺ کی تاریخی ملاقات

جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہوئے، تو اس نے سب کو رخصت کر دیا اور خود حضور ﷺ کے قریب آیا اور آزمانے کے لئے کہنے لگا۔

اسئلک بحق اللات والعزیٰ الا ما اخبرتنی عما اسئلک عنه

میں تمھیں لات وعزیٰ کے حق کے واسطہ سوال کرتا ہوں کہ جس بارے میں، میں آپ سے پوچھوں آپ مجھے اس کا جواب دیں۔

اس نے حضور کو آزمانے کے لئے لات وعزیٰ کی قسم کھائی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا

لا تسئلنی باللات والعزیٰ شیئا فواللہ ما ابغض شیئا قط بغضھا

مجھ سے لات وعزیٰ کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو بخدا جتنی مجھے ان سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں۔

بحیرہ نے کہا:۔

فباللّٰہ ما اخبرتنی عما اسئلک عنه

تو میں اللہ کا واسطہ سے عرض کرتا ہوں کہ جو میں آپ سے پوچھوں اس کا جواب آپ مجھے مرحمت فرمائیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:۔

فقال له سلنی ما بدالک

اب جو تمھارا جی چاہے پوچھو میں اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا۔

آنحضرت ﷺ کی سرخ چمکیلی آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے بحیرا نے آپ کے ساتھیوں سے پوچھا کیا یہ سرخی کبھی زائل ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے اسے کبھی زائل ہوتے نہیں دیکھا۔

وہ حضور ﷺ سے آپ کی نیند اور بیداری کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ حضور ﷺ جواب ارشاد فرماتے رہے۔ حضور ﷺ جو حالات بتاتے اس سے ان کی صفات کی تصدیق ہوتی جاتی تھی۔ جو نبی آخر الزمان کے بارے میں اس کے پاس تھی۔ بحیرا فرط مسرت اور شدت جذبات پر قابو نہ پاسکا اس کی آنکھوں سے عقیدت کے آنسو بہنے لگے۔ بڑی عقیدت سے بے ساختہ اس نے جھک کر خاتم نبوہ کو چوم لیا۔

جن قافلہ والوں نے یہ منظر دیکھا، وہ کہنے لگے کہ اس راہب کے دل میں جناب محمد ﷺ معصوم کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

جب بحیرہ اس سے فارغ ہوا تو حضرت ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا:۔

ما ھذا الغلام منک — اس بچے کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟

آپ نے کہا: میرا بیٹا ہے۔ بحیری نے کہا:۔

ما ھو ابنک ینبغی لھٰذا الغلام ان یکون ابوہ حیا — یہ آپ کا بیٹا نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہوسکتا ہے۔

حضرت ابو طالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے پوچھا: ان کا باپ کہاں ہے؟ مات و امہ حبلی'' کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے، جبکہ یہ ابھی شکم مادر میں تھے۔ اس نے کہا: اب آپ نے سچی بات کہی ہے۔ پھر ان کی ماں کہاں ہے؟ آپ نے بتایا: تھوڑی مدت گزری، وہ بھی انتقال کر گئیں ہیں۔ پھر اس نے ابو طالب سے کہا:۔

آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں۔ اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا، جن کا مجھے علم ہوا ہے، تو وہ انہیں ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔

آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہوگی۔ یہ بات ہماری کتابوں میں مکتوب ہے اور ہمیں ہمارے آباواجداد نے یہی بتایا ہے۔ دیکھو میں تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کرنے کا فرض ادا کر دیا ہے۔ انہیں جلدی اپنے وطن واپس لے جاؤ۔ ایک روایت ہے کہ بحیرہ نے صراحۃً انہیں بتا دیا:-

هذا سيد المرسلين هذا رسول رب العالمين

''یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔''

بعض روایات میں کہ ابوطالب وہیں سے حضور ﷺ کو لے کر مکہ آ گئے۔ لیکن دوسری روایت میں ہے کہ آپ قافلہ کے ساتھ شام گئے۔ جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر لوٹ گئے۔

فخرج به عما سريعا حتىٰ اقدمه مكة حين فرغ تجارته بالشام (روض الانفص ۲۰۷)

آپ کے چچا آپ کو لے کر وہاں سے جلدی نکلے شام پہنچے۔ اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کو مکہ واپس لے آئے

بُصریٰ صوبہ حواران کا صدر مقام، مقدی کے بیان کے مطابق بصریٰ کے تاکستان مشہور تھے۔ یاقوت لکھتا ہے کہ بصریٰ وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ جوانی میں تجارت کے لئے تشریف لائے۔ یہ حوران کا صدر مقام ہے، اور قدیم عربوں میں مشہور و معروف تھا۔ حوران کے باقی علاقے کے ساتھ حضرت خالد ؓ نے اس شہر کو بھی ۱۳ھ میں فتح کیا۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ بصریٰ چھوٹا سا شہر ہے، جہاں (مکہ معظمہ) قافلہ چار دن ٹھرتا ہے۔ یہاں کی بڑی مسجد اس جگہ بنی ہوئی ہے۔ جہاں سرور کائنات ﷺ (جب یہاں تشریف لائے تو) اترے تھے۔

بادل آپ ﷺ پر سایہ کیا ہوا تھا

دلائل نبوہ میں اس واقعہ میں لکھا ہے اس سے قبل قریشی قافلے متعدد بار بحیرا کے پاس آچکے تھے۔ کیونکہ یہ قافلے اس کے معبد کے پاس اترا کرتے تھے۔ مگر بحیرا نے کبھی ان سے بات نہ کی تھی۔

مگر اس مرتبہ جو قافلہ آیا، تو اس نے ان سب کو کھانے پر بلا لیا۔ کیونکہ جب یہ لوگ پہنچے، تو بحیرا دیکھ رہا تھا کہ نبی ﷺ پر ایک بدلی سایہ فگن ہے۔ پھر آپ جب درخت کے نیچے بیٹھ گئے، تو بدلی درخت پر سایہ ڈالتی رہی۔ بحیرا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ اس نیک بخت لڑکے کے بارے میں کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔

فتھصرت اغصان الشجرۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی استظل اور یہ بھی کہ درخت کی ٹہنیاں آپ پر جھکی ہوئی ہیں اور آپ پر سایہ کناں ہیں ۔

بحیرا یہ منظر دیکھ کر نیچے اترا، اور اس نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور قافلہ والوں کو پیغام بھیجا کہ اے گرو! قریش میں نے تم لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی چھوٹا اور آقا رہ نہ جائے۔ سب آئیں، میری عزت افزائی اسی میں ہے۔

قوم میں سے ایک نے کہا: اے بحیرا آج کونسی خصوصیت ہے۔ اس سے قبل تو آپ نے ایسا کبھی نہ کیا تھا کہنے لگا: میں تمھاری تعظیم وتکریم کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ سب اہل قافلہ دعوت پر پہنچ گئے اور نبی کریم ﷺ کو کمسن ہونے کی وجہ سے پیچھے چھوڑ گئے۔آپ درخت کے نیچے بیٹھے سامان کی حفاظت کرنے لگے۔ بحیرا نے سب مہمانوں کو گہری نظر سے دیکھا،مگر جو صفات اسے مطلوب تھیں،کسی میں نہ تھیں۔کسی پر بدلی سایہ فگن نہ تھی۔پھر باہر دیکھا،تو وہ بدلی ہنوز خدمت رسول کریم میں مصروف تھی۔

بحیرا کہنے لگا گروہ قریش تم لوگوں میں سے کوئی غیر حاضر نہیں ہونا چاہیئے کہنے لگے ایک بچہ کے سوا سب آگئے ہیں۔وہ سب سے کم سن ہے۔کہنے لگا اسے بھی بلاؤ۔یہ بڑی بری بات ہے کہ سب آجائیں اور ایک نہ آئے۔وہ بھی تو تم ہی میں سے ہے۔ کہنے لگے ہاں خدا کی قسم وہ نسب میں ہم سب سے افضل ہے اور اس شخص (ابوطالب) کا بھتیجا ہے۔

اتنے میں حارث بن عبدالمطلب اٹھا اور کہنے لگا: عبدالمطلب کا فرزند پیچھے نہیں رہ سکتا۔یہ کہہ کر وہ گیا اور آپ ﷺ کو کندھوں پر اٹھالایا اور آپ کو کھانے پر بٹھا دیا۔بدلی ہنوز آپ کے سر پر تھی۔ادھر وہ درخت نبی ﷺ کے چلے جانے کے بعد جڑ سے اکھڑ گیا۔

وجعل بحيرا يلحظه شديدا وينظر الىٰ شئی ء من جسده وقد كان يجد ما عنده من صفيته بحیرا آپ کو بڑی یکسوئی سے دیکھنے لگا اور اسے کتاب میں موجود صفات آپ میں نظر آنے لگیں۔

قدیم کتابوں میں آخری نبی کی ایک علامت یہ بھی،ذکر تھی کہ وہ یتیم ہوگا کیونکہ حاسد یہودی اس آخری اسمٰعیلی نبی کو قتل کرنے کے درپے تھے۔اس لئے ابو طالب جان دوعالم ﷺ کو اپنا بیٹا ظاہر کرتے تھے،تاکہ بدباطن یہودی اس طرف متوجہ

نہ ہوں۔ (البدایہ النھایہ ج ۲ ص ۲۸۳ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

بحیرا کے ساتھ جان دو علم ﷺ کی ملاقات کے بعد مستشرقین کے گھر گھی کے چراغ جل اٹھے، اور عیسائی برز جمر یہ ثابت کرنے میں جت گئے، کہ محمد ﷺ کو مذہب اور دین کے بنیادی اسرار ورموز بحیرا نے ہی سکھائے تھے، اور اسی کے تعلیم کردہ عقائد و نظریات کے خاکے میں رنگ آمیزی کر کے، آپ نے اسلام کے نام سے ایک نیا دین پیش کر دیا۔

مقصد اس ساری کاوش کا یہ باور کرانا ہے کہ اسلام ایک مستقل خدائی دین نہیں، بلکہ عیسائیت کا چربہ ہے۔ جسے محمد ﷺ کے اخاذ دماغ نے بحیرا کی تعلیمات سے تیار کیا۔

راستے کے دلچسپ مشاہدے اور مذاکرے

شام کے اس پہلے تجارتی سفر کے دوران آنحضور ﷺ نے مظاہر قدرت اور تاریخ امم کے بہت قریبی مشاہدے فرمائے۔ ایک طبعی عمر تو بارہ برس سے زائد نہ تھی مگر ذہانت فطانت کی خداداد صلاحیتوں میں آپ پختہ عمر اور دانشور نظر آتے تھے۔ آپ کا فکری تجسس اور ذوق مشاہدہ ہر ایک کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ آپ ﷺ پیچیدہ ترین معاملوں کی تہہ میں پلک جھپکتے ہی پہنچ جایا کرتے تھے۔

اس سارے سفر میں آپ کے ضمنی تجربوں کو تین اقسام کے تحت مطالعہ کیا جا سکتا ہے:-

ا...... قدرتی مناظر کے تقابلی جائزے

اس تاریخی سفر میں حضور ﷺ کی روشن نگاہیں، شفاف آسمان کے چمکتے ہوئے ستاروں سے، بہت زیادہ مانوس ہوئیں۔ اس کے علاوہ زمین پر موجود حسین مناظر

قدرت سے آپ جی بھر کے لطف اندوز ہوئے۔ شام کے سرسبز میدانوں اور دلفریب چمن زاروں کے سامنے طائف کے ماحول اور باغات کی بھی کوئی حیثیت نہ تھی۔ سرسبز شاہی خطے مکہ کے بے آب و گیاہ پہاڑوں سے کہیں زیادہ شگفتہ و شاداب دکھائی دیتے تھے۔ آپ نے راستہ بھر ان تمام قدرتی مناظر کا بڑی بصیرت و تدبر سے مشاہدہ فرمایا، اور ان معلوماتی مشاہدوں کے تمام کوائف اپنے زرخیز ذہن میں محفوظ کر لئے۔

۲......تاریخی کھنڈروں کے مشاہدے

مدین کے علاقوں وادی القریٰ، اور دیار ثمود سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے اس خطہ زمین کی پہلی قوموں کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ جب آپ نے اپنی پر تجسس نگاہوں سے ان تاریخی مقاموں اور سبق آموز کھنڈروں کے مشاہدے فرمائے، تو آپ کی فہم و بصیرت اور تحیر و تجسس میں معنی خیز اضافہ ہوا۔

۳......علمی اور ادبی تبادلہ افکار

امور علم و دانش اور مذاہب و مسالک عالم کے بارے میں آپ کو پہلے ہی خاصی معلومات حاصل تھیں۔ اس سفر کے دوران آنحضرت انسانی معیار و اقدار اور فکر افکار کے معاملوں میں اپنی فطری دلچسپی کی مزید تشفی بھی فرماتے گئے۔ چنانچہ مناسب جگہوں اور موقعوں پر آپ کا مختلف دانشوروں، مسیحی پیشواؤں اور ہر قسم کے عام و خاص لوگوں سے تعمیری تبادلہ افکار بھی ہوا۔

اس بظاہر خالص تجارتی سفر کی ان مشاہداتی، تاریخی اور علمی جہتوں کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ ان اور ایسے ہی متعدد دیگر ابتدائی تجربوں نے آنحضور ﷺ کے فکر و عمل میں بڑا معنی خیز کردار ادا کیا ہے۔

تین رومی یہودیوں کی قاتلانہ سازش

شامی سفر کے تاریخی واقعات میں آپ ﷺ کے خلاف ایک تشویشناک قاتلانہ سازش بھی شامل ہے۔ روم میں تین شریر یہودی کاہن رہتے تھے۔جن کے نام یہ تھے:

۱......زریر..........۲......تمام..........۳......ادریس

اپنی قدیمی مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے انہوں نے بھی یہ حقیقت معلوم کرلی تھی کہ اس وقت کا آخری نبی اس روز بحیرا کے گرجا کے سامنے والے درخت کے نیچے اترے گا۔

چنانچہ جس دن ابو طالب کا تجارتی کا قافلہ اس درخت کے نیچے رکا، تو یہ تینوں بدفطرت یہودی کاہن بھی آنحضرت ﷺ کے قتل کی ناپاک نیت سے وہاں آپہنچے یہ یہودی بحیرہ راہب سے بھی ملے تھے۔انہوں نے بحیرہ کو راز میں لے کر اسے بتادیا تھا کہ وہ مقدس کتابوں میں مذکور اس آخری نبی کو قتل کرنے کے ارادہ سے وہاں آئے ہیں، اور یہ کہ انکے حساب سے وہ شخص اس جگہ پہنچ چکا ہے۔

قتل کی اس ناپاک سازش میں انہوں نے بحیرہ سے مدد بھی مانگی تھی۔بحیرہ یہ سب کچھ سن کر چونک اٹھا، اس نے انہیں سمجھایا۔ جب اللہ کسی سے کوئی نیک کام کروانا چاہتے ہیں تو اسے روکنا کسی شخص کے بس کی بات نہیں۔بحیرا نے ان بدقماش یہودی کاہنوں کو یہ بھی صاف صاف بتادیا:-

"وہ برگزیدہ ہستی اللہ کی امان میں ہے، اور تم جتنا بھی چاہو، اسے کبھی ختم نہ کرسکو گے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے ناپاک ارادے سے باز آجاؤ، اور فوراً واپس چلے جاؤ۔"

بحیرہ کا مشورہ اور ابو طالب کا ردعمل

راہب بحیرہ نے ابو طالب کو مشورہ دیا تھا کہ شام کے بدطینت یہودیوں کے خدشہ کے پیش نظر آنحضور ﷺ کو گرجے والے مقام سے آگے نہ لے جایا جائے۔ ابو طالب اس ہنگامی مشورے پر خاصے پریشان ہو گئے۔ بحیرا کے مشورہ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟ اس کے بارے میں تین مختلف روایتیں موجود ہیں۔

(۱) ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ کے شفیق چچا نے بصرہ میں اپنا سامان تجارت جلدی جلدی اونے پونے داموں میں فروخت کر دیا، اور وہیں سے آنحضور ﷺ سمیت مکہ لوٹ آئے۔

(۲) دوسری روایت کے مطابق آپ نے بحیرا کے گرجے والے مقام سے آنحضور ﷺ کو کسی کے ہمراہ گھر واپس بھجوا دیا اور خود تجارتی قافلے کے ہمراہ آگے نکل گئے۔

(۳) تیسری روایت یہ ہے کہ ابو طالب شام میں تجارتی کاموں سے جلدی جلدی فارغ ہو کر آنحضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ لوٹ آئے۔

بہر کیف یہ حقیقت واضح ہے کہ بحیرا راہب کی پیش گوئی پر ابو طالب خاصے پریشان بھی ہوئے، اور محتاط بھی ہو گئے۔ مگر آنحضور ﷺ نے اس سلسلہ میں کسی گھبراہٹ یا پریشانی کا قطعی کوئی اظہار نہیں کیا۔

صاحب مواہب لدنیہ نے روایت کی ہے، جسے ابن مندہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ سفر شام میں حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی صحبت پائی ہے۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال

کے تھے اور حضور ﷺ بیس سال کے۔

یہاں تک آپ رضی اللہ عنہ نے اس منزل میں اقامت فرمائی، جہاں بیری کے درخت تھے اور حضور ﷺ کو درخت کے سایہ میں بٹھا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک راہب کے پاس گئے، جس کا نام بحیرا تھا اور اس سے کچھ دریافت کیا۔ اس کے بعد راہب نے ان سے پوچھا: وہ کون شخص ہے جو درخت کے سایہ میں جلوہ افروز ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ راہب نے کہا خدا کی قسم! یہ شخص نبی ہیں۔ اس لئے کہ ہماری خبروں میں ہے کہ اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ بیٹھے گا، بجز محمد مصطفیٰ ﷺ کے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور ﷺ کی تصدیق گھر کر گئی۔ اور جب آپ ﷺ نے اظہار نبوت فرمایا تو آپ نے فی الفور آپ ﷺ کی پیروی اختیار کی۔

(شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قصہ صحیح ہے تو یہ سفر، جناب ابو طالب کے سفر کے علاوہ ہوگا۔)

آپ ﷺ بصرہ کے بازاروں میں

آج بصرہ کے بازاروں میں بڑی رونق ہے۔ دور دور تک کاروان قریش کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ وادئ مکہ کی کھجوریں، کھالیں اور دلفریب دستکاریاں خریداروں کو دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔ شامی تاجر بھی اناج، اسلحہ، پارچات اور دوسری مصنوعات کے ڈھیر لئے بیٹھے ہیں۔ کہیں جنس کے بدلے جنس کا سودا ہے۔

کہیں درہم و دینار کی باتیں ہیں۔ دونوں طرف سے خرید و فروخت اور داد و دست کا بازار گرم ہے۔ ہر سوداگر اپنے مال کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ قریش کو اپنی جگہ قادر الکلامی کا غرہ ہے، اور شامیوں کو سودے بازی پر ناز ہے۔ اس لئے بھاؤ

چکانے کا معاملہ ہنوز ابتدائی مراحل میں ہے۔ آڑھتی اور گماشتے سوچ و بچار کے عالم میں ہیں۔

شامی سوداگروں کی ٹولیاں کاروان قریش میں گردش کرتی ہوئی آتی ہیں اور ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہوئے دبلے پتلے اونٹوں کی ایک قطار کے پاس آ کر رک جاتی ہے، جو بھورے اور بادامی ٹیلوں کی مانند بے ترتیبی سے دور تک پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

سامان تجارت کے ڈھیر ایک ہی جگہ لگے ہوئے ہیں، جہاں ایک نوعمر لڑکا اور ایک جہاندیدہ سوداگر اس کی نمائش میں مصروف ہیں۔ یہ جناب حضرت محمد ﷺ اور ان کے چچا ابو طالب ہیں، جنہوں نے سامان کو کچھ اس طرح ترتیب سے سجا رکھا ہے کہ ہر تاجر کی نگاہ اس پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے اور بڑھ بڑھ کر بولیاں لگتی ہیں۔

ردّ و کدّ کا شور برپا ہے۔ لمبی قباؤں، عباؤں اور توندوں والے شامی سوداگر آپس میں الجھتے اور طعنہ زنی کرتے ہیں اور غیض و غضب میں بعض کے منہ سے کف تک جاری ہو جاتا ہے، اور دوسرے پر کمینہ، جھوٹا اور دغاباز ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

کوئی ابو طالب کے سامان تجارت کو عیب کو گنتا ہے، دوسرا اسے اندھا، احمق اور بیوقوف کہہ کر ہنس ناشناس کہتا ہے۔ کچھ چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں۔ کچھ مال دیکھتے، سونگھتے، مسلتے، الٹ پلٹ کر جائزہ لیتے اور پھر ہٹ کر آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگتے ہیں۔

ادھر یہ ہو رہا ہے اور ادھر ابو طالب اپنے مال کی نمائش کے ساتھ ساتھ ہر اعتراض کا مختصر لیکن مسکت جواب دیتے ہیں، اور جب تک گاہک قائل نہیں ہو جاتا ، دوسرے سے مخاطب نہیں ہوتے۔

ان کے ساتھی حیرت زدہ ہیں کہ اس دفعہ ابو طالب کے مال میں وہ کون سی

بات ہے، جس کی وجہ سے گاہک شہد کی مکھیوں طرح پرے باندھ کر آتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کی خاطر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مال ابوطالب کے مال کے مقابلہ میں کسی طرح بھی گھٹیا نہیں ہے۔ لیکن شامی سوداگر ہیں کہ ان کی نظروں میں جچتا ہی نہیں۔

قریشی تاجر ابوطالب کے مال کی خریداری کو حسد اور رشک سے دیکھتے ہیں اور دم بخود رہ جاتے ہیں۔ جنابِ محمد ﷺ اپنے چچا کے ساتھ سامان کی نمائش میں نہایت سرگرم ہیں۔ وہ جوڑ توڑ ہوتے دیکھتے ہیں۔ گاہکوں کی باتیں غور سے سنتے ہیں۔ بھاؤ تاؤ کے اتار چڑھاؤ کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

ان کی آنکھ مشتری کے چہرے پر پیدا ہونے والے تاثرات کو بغور دیکھتی ہے اور دماغ ان کی باتوں کا خلاصہ تیار کرتا جا رہا ہے۔ ان کے سامنے طرح طرح کے انسانی چہرے اور معاملات کے رنگ برنگے پہلو موجود ہیں۔ جن کا مشاہدہ غور وفکر کی نئی نئی راہیں کھول رہا ہے اور قلب ونظر کی دنیا میں وسعتوں کے چمن زار پھیلتے جا رہے ہیں۔

ابوطالب کا سارا مال فروخت ہو چکا ہے اور وہ مکہ لے جانے کے لئے سامان تجارت کی خریداری میں محو ہیں۔ لیکن کاروان قریش کے تاجروں کو کئی دن کی جھک جھک کے بعد ابوطالب کے مقابلہ میں منافع ہوا ہے۔

جنابِ محمد ﷺ نے اپنا مال فروخت کرنے کے بہت سے گر سیکھ لئے ہیں۔ گاہکوں سے نپٹنا اب آسان نظر آتا ہے۔ تحمل و بردباری کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہے۔ تجارت بکریاں چرانے سے زیادہ دلچسپ مشغلہ ہے۔ میں اب اپنے چچا کا ہاتھ بٹایا کروں گا۔ یہ سوچتے حضور اکرم ﷺ کے چہرے پر مسرت کی لہریں دوڑ جاتی ہیں۔

ابوطالب نے مال خرید لیا ہے جنابِ محمد ﷺ ہر جگہ ان کے ساتھ ہیں۔

انہوں نے خریداری کے اسرار و رموز کو اپنی حد تک خوب سمجھ لیا ہے۔ وہ اپنے چچا کے ساتھ سامان باندھ رہے ہیں اور ایک بوڑھا تاجر انہیں اس قدر مستعدی، نفاست اور سلیقے سے کام کرتے ہوئے دیکھ کر ان کے قریب آجاتا ہے اور ابو طالب سے پوچھتا ہے:-

"کیا یہ تمھارا بیٹا ہے۔"

ہاں! ابو طالب جواب دیتے ہیں۔ تم خوش قسمت ہو، اس بچے کی پیشانی ہر تدبر اور معاملہ فہمی کے آثار ہویدا ہیں۔ اس کے چہرے میں بلا کی دلکشی اور آنکھوں میں غضب کی کشش ہے۔ اس قد و قامت اور اس سن و سال کے بچے میں، عجیب مقناطیسی قوت ہے۔ سنجیدگی اور زبان و بیان کی شیرینی صاف صاف بتا رہی ہے کہ یہ لڑکا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے اور ایک نہ ایک دن ستارہ بن کر چمکے گا۔

تم اس کی حفاظت کرو، میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں۔ میں نے قیصر و کسریٰ کے درباروں میں گلفام شہزادوں کو دیکھا ہے۔ لیکن تمھارا یہ لاڈلا "اُمّی" ہونے کے باوجود فہم و فراست میں ان سے کہیں زیادہ بیدار ہے۔

ابو طالب مسرور ہو جاتے ہیں۔ جنابِ محمد ﷺ کی نگاہیں جھک جاتی ہیں اور بوڑھا تاجر آپ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہتا ہے:-

"جیتے رہو میرے بیٹے"

کاروان قریش شام کے مختلف شہروں میں خرید و فروخت کرنے کے بعد آج مکہ کی طرف محو خرام ہے۔ ابو طالب سود و زیاں کی بھول بھلیوں سے نکل کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ انہیں توقع سے بڑھ کر منافع ہوا ہے۔ ان کے ساتھی بجھے بجھے سے نظر آتے ہیں۔ انہیں اپنے مال اور معاملات پر ناز تھا۔ لیکن ابو طالب کے مقابلے پر آج

سب کچھ بیچ ہے۔

جنابِ محمد ﷺ مشاہدات کی دولت سے مالا مال ہیں۔ انہوں نے تجربات کی جنس گرانمایہ کا ایک وافر ذخیرہ جمع کرلیا ہے۔ اس لئے اب واپسی پر رہگذر کا چپہ چپہ پہلے سے کہیں زیادہ پرکشش اور بامعنی معلوم ہوتا ہے۔ مکہ میں دن ڈھلتے قافلے کی آمد کی اطلاع ملتی ہے اور ایک غلغلہ سا مچ جاتا ہے۔ لوگ اپنے اعزا اقرباء کے استقبال کے لئے فرودگاہ کی طرف چل دیتے ہیں۔ بنو ہاشم کے گھرانے سے عباس اور حمزہ کے ساتھ طالب بھی آرہا ہے۔

جنابِ محمد ﷺ کے والد کی کنیز ام ایمن، جسے آپ نے بارہا امی کی موت کے بعد امی کہہ کر پکارا ہے، والہانہ انداز میں چلی آرہی ہے۔ اتنے میں قافلہ گھاٹی سے نمودار ہوتا ہے۔ کچھ لوگ خوشی سے نعرے لگاتے ہیں۔ کچھ دیوانہ وار ناچتے ہوئے قافلہ کی طرف بھاگتے ہیں ام ایمن کی نگاہیں محمد ﷺ کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ وہ اپنی آنکھ کے تارے اور کلیجے کی ٹھنڈک کو بے تابی سے تلاش کررہی ہیں۔ انہیں جگر گوشۂ عبداللہ سے بے پناہ پیار ہے۔ انہوں نے جان آمنہ کو لوریاں دی ہیں اور اس درّ یتیم کی بلائیں لی ہیں۔

اسی تجسس کے عالم میں ان کی نظریں جنابِ محمد ﷺ پر پڑتی ہیں۔ تنفس کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور رگ و پے میں مست کی لہریں دوڑ جاتی ہیں۔ قافلہ فرودگاہ میں داخل ہوتا ہے اونٹ بٹھائے جاتے ہیں۔ جو بلبلا رہے ہیں۔ اللہ کی یہ مخلوق بھی بڑی عجیب ہے، کہ بٹھاؤ تو بلبلائیں، اٹھاؤ تو بلبلائیں۔ سامان لادو تو بلبلانے لگیں۔ اور سامان اتارو تو بلبلانے لگیں۔ گویا بلبلانا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

فرودگاہ میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ لوگ نہایت مستعدی سے

سامان اتارنے میں مصروف ہیں۔ تا کہ غروب آفتاب سے پیشتر ہر شئے کو ٹھکانے لگایا جا سکے۔ ابو طالب کے بیٹے طالب اسی تگ ودو میں ہیں۔

وہ خود بھی محو کار ہیں۔ جنابِ محمد ﷺ انتہائی پھرتی سے کام میں مشغول ہیں۔ عباس اور حمزہ جو جنابِ محمد ﷺ کے ہم عمر چچا ہیں، ان کے معاون ہیں اور جوانوں کی طرح مشقت کررہے ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے شب کی سیاہی پھیلنے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ سارا ہنگامہ خاموشی کی نظر ہو جاتا ہے۔ مگر دوسرے دن طلوع آفتاب کے ساتھ ہی خرید وفروخت شروع ہو جاتی ہے اور گاہکوں کی یلغار کا سلسلہ تیسرے دن بھی تک ختم ہو جاتا ہے۔ جنابِ محمد ﷺ ایک کامیاب تاجر بن ابھرتے ہیں۔

اگرچہ ابھی تک ان کی مسّیں تک نہیں بھیگیں۔ ابو طالب کو اس سے دلی مسرت ہوتی ہے۔ کیونکہ اب حصول معاش میں تجربہ کار بھتیجے کا سہارا مل گیا ہے۔

لوگ اس امّی اور کم سن تاجر کی صلاحیتوں کے معترف ہو چکے ہیں، اور کئی روز تک ان کے متعلق چہ مگوئیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جن سے متاثر ہو کر مکہ کے ایک اور کم سن تاجر، جو سرخ وسپید چہرے والے ہیں اور جنابِ محمد ﷺ سے عمر میں دو سال چھوٹے ہیں۔

آپ کے قریب آجاتے ہیں۔ انہیں دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہوتی ہے۔ یہ قبیلہ بنو تمیم کے چشم وچراغ اور ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں آج مکہ کا ذرہ ذرہ پکار کر کہہ رہا ہے:۔

''پیارے محمد ﷺ بکریوں کی پاسبانی کسی اور سپرد کر دیجئے اور نوع انسانی کی پاسبانی کے لئے تجارت کا مشغلہ اختیار کیجئے۔ کیونکہ

کلام عنبر بار اور سخن عطر بیز کی یہی درس گاہ ہے۔"

رحمت عالم ﷺ کے تجارتی سفر

یہ بازار عکاظ ہے۔ لاکھوں کا کاروبار ہو رہا ہے۔ مکہ کی کھالیں، کھجوریں اور ایسی ہی کئی چیزیں دکانوں پر پڑی ہیں۔ شام اور یمن کے برتن پارچات سونا چاندی اسلحہ اور اناج وغیرہ بھی ڈھیروں میں دکھائی دیتا ہے۔ خرید و فروخت زوروں پر ہے۔ اس بازار میں حکیم بن حزام کی دکان ہے۔

یہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں۔ ابولہب بھی رقم گننے اور مال بیچنے میں محو ہے۔ عتبہ بن ربیعہ بھی سج دھج سے بیٹھا ہوا ہے۔ قریش کے نامور تاجر اپنی اپنی دکانیں سجائے بیٹھے ہیں۔ اسی بازار میں ایک جگہ دو بدّو کچھ سامان خرید رہے ہیں۔

دکاندار بائیس سال کا خوبرو نوجوان، سفید اور ستھرے لباس میں نہایت مستعد نظر آ رہا ہے۔ وہ گاہکوں کو مال کی صرف خوبیاں بتانے پر ہی اکتفا نہیں کرتا، بلکہ اس کی خامیاں بھی بتا رہا ہے، تاکہ بد دیانتی یا دھوکہ بازی کا شائبہ تک نہ رہے، اور اگر گاہک کو پسند ہو، تو دام چکا کر مال اٹھالے۔

دوسرے تمام تاجر گاہکوں کو بہلانے اور پھسلانے اور ان کی ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھانے میں محو ہیں۔ لیکن بازار عکاظ کا یہ انوکھا تاجر ہے، جسے اپنے مال کے فروخت ہونے سے زیادہ گاہکوں کا مفاد منظور ہے۔

یہ جناب محمد ﷺ ہیں، جو زبان کے سچے اور سودے کے کھرے ہیں۔ ان کی زبان میں بلا کی مٹھاس ہے۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے، جس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہے۔ بات کرتے ہیں، تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ بولتے ہیں، تو صدق و صفا کی مہک اٹھتی ہے گاہک مطمئن ہو کر سودا خریدتا ہے۔ اسے یہاں کم داموں پر عمدہ مال

ملتا ہے، اس لئے جناب محمد ﷺ کا سامان سب سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرے دکانداروں کی کمائی کا دارومدار زیادہ تر سودی لین دین پر ہے۔ کیونکہ غریب عام نقد ادائیگی سے محروم ہیں۔ اس لئے سود در سود کے حساب سے ادھار لیتے، اور پھر عرب بنئے کے جال میں اس بری طرح گرفتار ہو جاتے ہیں کہ زندگی بھر چھٹکارا ناممکن ہے۔ اس سود کی بدولت فضول خرچ، نام نمود کے رسیا، اور جھگڑوں جھمیلوں کے اسیران تاجروں سرمایہ داروں اور مہاجنوں سے ہر وقت ادھار لے سکتے ہیں۔

حالانکہ بعد میں انہیں اس کی نہایت بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، اور کوئی سرمایہ دار کسی حالت میں بھی بلا سود ایک درہم تک دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ انہیں اصل سے بڑھ کر سود عزیز ہے۔ کیونکہ ان کی دولت کے ارتکاز اور پھیلاؤ کا راز سود میں مضمر ہے۔

لیکن اس بھرے بازار میں ایک اور صرف ایک تاجر ایسا موجود ہے، جسے سود سے نفرت ہے۔ وہ بلا سود رقم یا مال ادھار دینے میں آج تک کبھی نہیں ہچکچایا۔ کیونکہ سرمایہ کاری اس کا مقصود حیات نہیں ہے، اور وہ ہیں جناب محمد ﷺ جن کے چچا سود کی وجہ سے لکھ پتی ہو گئے ہیں لیکن انہیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ وہ بدستور بے زر و تہی دست ہیں۔

جناب محمد ﷺ کو تجارت کرتے کرتے کئی سال گزر گئے ہیں اور اب اپنی دیانت داری اور سچائی کی وجہ سے صادق اور امین مشہور ہو چکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کا سرمایہ اپنے چچاؤں کے مقابلے میں نہایت کم ہے۔ حالانکہ ان کا مال سب سے زیادہ اور جلد ہی فروخت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ منافع کم لیتے ہیں۔ لیکن بکری تو زیادہ ہوتی ہے۔ پھر سرمایہ کی قلت کیوں؟

ان کے چچا عباس، حمزہ اور ابولہب لکھ پتی ہو گئے ہیں۔ بنی مخزوم کے ولید بن مغیرہ اور ہشام ترقی کرتے کرتے بہت بڑے سرمایہ دار بن گئے ہیں۔ بنو امیہ کے عفان بن العاص اور ابوسفیان بن حرب کی دولت کا کوئی شمار نہیں رہا ہے۔ عبد شمس کے عتبہ اور شیبہ لاکھوں میں کھیلتے ہیں۔ بنو تمیم کے ابو قحافہ اور ان کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دکانیں چمک اٹھیں ہیں۔

حضور ﷺ کا بچپن میں غریبوں کی مدد

لیکن ایک جناب محمد ﷺ ہیں کہ ان کے پاس دولت کی ریل پیل نہیں۔ حالانکہ گاہک خریداری کے لئے پہلے ان کے پاس آتے ہیں۔ جناب محمد ﷺ اکیلے ہیں، نہ ماں نہ باپ نہ بہن، نہ بھائی، صرف ابوطالب کے اہل وعیال ہیں۔ جو خود بھی تجارت کرتے ہیں۔ انکا لڑکا طالب بھی کام کرتا ہے، اور حصول معاش میں دونوں باپ بیٹا مشقت کرتے ہیں۔ جناب محمد ﷺ بھی خدمت کرتے ہیں۔ مگر لین دین کی اس گرم بازاری میں ان کے پاس سرمایہ جمع نہیں ہوتا۔

عتبہ کے دل میں ایک خیال گزرتا ہے، وہ ایک روز جناب محمد ﷺ کے تعاقب میں دبے پاؤں روانہ ہو جاتا ہے۔ اس نے دیکھ لیا کہ جناب محمد ﷺ کے ہاتھوں میں اناج اور سکوں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں۔ کسی میں دن بھر کے منافع کی رقم ہے، کسی میں اناج ہے۔ وہ انہیں لئے ہوئے ایک گلی میں داخل ہوتے ہیں۔

عتبہ چھپ چھپ کر ان کے پیچھے آرہا ہے۔ جناب محمد ﷺ ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ ایک نحیف ونزار بڑھیا باہر آتی ہے۔ آپ ﷺ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھما دیتے ہیں، اور اس کی تحسین سے بے نیاز آگے بڑھ جاتے ہیں۔ عتبہ غور سے دیکھتا ہے اور چونک اٹھتا ہے۔

اوہ! یہ تو قیس کا گھر ہے، جو حرب فجار میں ہلاک ہو گیا تھا۔ یہاں
اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اور مریضہ ماں رہتی ہے، جس کا کوئی
پرسان حال نہیں ہے۔''

وہ جناب محمد ﷺ کے تعاقب میں دبے پاؤں چلتا رہتا ہے۔ چند قدم جانے کے بعد آپ ایک دروازہ پر دستک دیتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد ایک بوڑھا اپاہج باہر آتا ہے۔ اسکی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ہیں، گال پچک گئے ہیں، رنگ زرد ہے، ہاتھوں میں رعشہ ہے۔ عتبہ نے دیکھا کہ جناب محمد ﷺ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے بعد ایک تھیلی دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بوڑھے کے لب ہلتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ دعائیں دے رہا ہے۔

بچوں کے دل میں حضور ﷺ کی محبت

جناب محمد ﷺ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک چوک سے آگے گزرتے ہیں، جہاں چند بچے کھیل رہے ہیں۔ انہوں نے دھول دھول اڑا اڑا کر اپنے تمام کپڑے اور ہاتھ منہ گرد آلود کر لئے ہیں۔ وہ دیکھنے میں میلے کچیلے نظر آتے ہیں۔ ان کے کپڑے بھی چیکٹ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے جناب محمد ﷺ کو آتے دیکھ لیا ہے اور ایک بچہ زور سے پکار اٹھتا ہے:۔

''وہ آگئے، وہ آگئے، محمد (ﷺ) آگئے''

اس پر تمام بچے جناب محمد ﷺ کی طرف بھاگتے ہیں۔ کوئی آپ کی ٹانگوں سے چمٹ جاتا ہے کوئی عبا کا دامن تھام لیتا ہے۔ کسی کا ہاتھ آپ کے بازو کو چھوتا ہے، کوئی تھیلیاں ٹٹولتا ہے۔ یہ سب مفلس و قلاش والدین کے بچے ہیں۔ ان میں کئی یتیم بھی ہیں، ایسے گندے بچوں سے عتبہ کو ہمیشہ سے نفرت رہی ہے۔ مفلس و نادار والدین کی

شکل سے بیزار رہتا ہے۔ ان بچوں کے لئے اس کے دل میں کوئی ہمدردی نہیں، لیکن اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جناب محمد ﷺ کسی کو چومتے ہیں، کسی کو تھپکی دیتے ہیں، کسی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہیں، اور تھیلیاں باری باری سب بچوں کو تقسیم کر دیتے ہیں۔

بچے خوشی سے شور مچاتے ہوئے اپنے گھروں کو بھاگتے ہیں۔ جناب محمد ﷺ واپس لوٹتے ہیں، تو راہ میں عتبہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن آپ کا چمکتا ہوا چہرہ جس پر اطمینان قلب کی لہریں ہویدا ہیں، عتبہ کی زبان گنگ کر دیتا ہے اور وہ کچھ کہے سنے بغیر چپ چاپ آگے بڑھ جاتا ہے۔

''ہونہہ تو یہ بات ہے۔ وہ زیر لب بڑبڑاتا ہے، شکر ہے ابوطالب کا بھتیجا دولت کی قدر نہیں جانتا اور اسے سنگریزوں کی طرح بیواؤں اور یتیموں میں تقسیم کر رہا ہے ورنہ اس سے بڑھ کر مکہ میں کوئی متمول نہ ہوتا۔

تجارت میں اس نے وہ نام پیدا کیا ہے کہ گاہک ناک کی سیدھ میں اس کی دکان پر آتے ہیں۔ اگر یہ بھی اپنے چچا ابولہب عباس یا حمزہ کی طرح دولت کا قدر شناس ہوتا، تو اس نوعمری میں ہی مکہ کا سب سے بڑا سرمایہ دار ہوتا۔''

جناب محمد ﷺ کا دل غریبوں کے لئے دھڑکتا ہے۔ انہیں دوسروں کے دکھ کا احساس بے چین رکھتا ہے۔ اس لئے محتاجوں کو اپنے سرمایہ میں شامل کر کے، انہیں راحت محسوس ہوتی ہے۔

باب نمبر ۱۹

سردار انبیاءﷺ کا بھیڑ بکریاں چرانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اس نے بھیڑوں اور بکریوں کو چرایا۔ صحابہ کرام علیہ الرضوان نے عرض کیا:

''اور آپ نے بھی؟'' تو فرمایا ہاں! میں بھی قراریط پران کو چراتا رہا ہوں۔ یہ روایت صرف بخاری نے نقل فرمائی۔ (مسلم نے روایت نہیں کی)

(اسمیں شراح حدیث کا اختلاف ہے کہ قراریط سے کیا مراد ہے) سوید بن سعید کا قول ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے، جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے اور اس طرح مطلب یہ ہوا کہ اہل مکہ کی بکریاں چراتا اور ہر بکری کے عوض ایک قیراط وصول کرتا تھا۔

مگر ابراہیم حربی فرماتے ہیں، قراریط ایک جگہ کا نام ہے اور چاندی کا سکہ مراد نہیں ہے اور مختار بھی یہی ہے کیونکہ اس مقدس خانوادہ کے یہ شایان شان ہی نہیں ہے کہ اجرت پر لوگوں کی بھیڑ بکریاں چرائیں۔

حضورﷺ کی بکریوں کے نام

ہمارے نبی ﷺ کے گھر میں بکریوں کا دودھ شام کو گھر جاتا تھا۔

پہلی کا نام...... اجوع...... دوسری کا نام...... زم زم...... تیسری کا نام...... سقیا......

چوتھی کا نام...... برکۃ...... پانچویں کا نام...... ورثہ...... چھٹی کا نام...... اطلال...... ساتویں کا نام...... اطراف ...... آٹھویں کا نام...... غیثہ...... نویں کا نام...... قمرہ...... ایک بکرا تھا، جس کا نام...... یُمن...... تھا۔

گستاخ کون؟

جس نبی ﷺ کی بکریوں کے بھی نام لکھے ہوں، وہ امت کہے کہ رب پتہ نہیں کونسی ادا پر راضی ہو جائے، رب تو اپنے نبی کی زندگی ہی پر راضی ہے۔ میں نے کتابوں سے آپ کو نکال کر یہ سارے نام بتائے ہیں اور یہ جستجو اور شوق ہمیں اس کام (تبلیغ) سے ملا ہے۔ الٹا آپ تبلیغ والوں کے پیچھے ڈنڈا لے کر پھر رہے ہیں کہ یہ گستاخ رسول ہیں۔

بھائی میں نے ابھی تک کونسی گستاخی کی بات کی ہے؟ اب آپ یہ کہو تمھارے اندر کچھ ہے اور باہر کچھ ہے، تو اس کا تو میرے پاس علاج کوئی نہیں۔ ہمیں آپ کو دھوکا دینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ سے روٹی کھاتے ہیں؟ یا آپکے شہر میں رہتے ہیں، آپ کو دھوکا دے کر ہمیں کیا ملے گا؟ یا ہمیں کوئی رائیونڈ والوں نے پیسے دیئے ہیں کہ لوگوں کو دھوکا دے کر گستاخ رسول بنا کے آؤ، اگر ایسی بات ہوتی تو میں تو الٹی باتیں کرتا، میں تو آپ کو وہ سیرت بتا رہا ہوں جو آپ نے زندگی میں نہیں سنی۔

حضور ﷺ کی اونٹنیوں کے نام

ہمارے نبی کی اونٹنیوں کے نام سن لو!

ایک اونٹنی کا نام...... قصواء......

دوسری کا نام...... جدعاء......

تیسری کا نام......شہباء......

چوتھی کا نام......عضباء

یہ وہ اونٹنیاں ہیں، جن پر بیٹھ کر آپ نے سفر کیا ہے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ دیا، آپ کے نیچے قصواء اونٹنی تھی۔ گیارہ تاریخ کا خطبہ دیا، آپ کے نیچے جدعاء اونٹنی تھی۔

حضور ﷺ کے گھوڑوں کے نام

حضور ﷺ کے گھوڑوں کے نام سن لو!

ایک گھوڑے کا نام......سکب...... دوسرے کا نام......سبحہ......

تیسرے گھوڑے کا نام......مرتجز...... چوتھے گھوڑے کا نام......لحیف......

پانچویں گھوڑے کا نام......ورد...... چھٹے گھوڑے کا نام......ظرب...... سبحہ کا مطلب ہے پاؤں کھول کر چلنے والا۔ اس پر بیٹھ کر حضور ﷺ نے صحابہؓ سے دوڑ لگائی تھی اور یہ گھوڑا سب سے آگے نکل گیا تھا۔

حضور ﷺ کی اونٹنیوں کے نام

پہلی کا نام......سعدہ...... دوسری کا نام......بعومہ...... تیسری کا نام ......یسیرہ...... چوتھی کا نام......مہرہ...... پانچویں کا نام......فہدہ...... یہ وہ اونٹنیاں تھیں، جن کا دودھ آپ ﷺ کے گھر میں آیا کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر ۲۰

حضور ﷺ کا حجرہ اسود نصب کرنا

بارش اور سیلاب کی تباہی ...... نذرانوں کی چوری اور ناگ کی موت...... یونانی انجینئر کی نگرانی...... ہنگامہ اور خانہ جنگی کا خطرہ

حضور ﷺ کی معاملہ فہمی

خانہ کعبہ مسلمانوں کی مقدس ترین عبادت گاہ ہے۔ سب سے پہلے اسے دنیا کے سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ایک بڑا سیاہ پتھر لے کر آئے تھے، جسے اس عمارت میں نصب کر دیا گیا تھا۔ یہ پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں۔ آجکل کعبہ کی جنوب مشرقی دیوار میں نصب ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں طوفان سے، اس عظیم عمارت کو بہت نقصان پہنچا اور اس جگہ فقط ایک ٹیلہ سا باقی رہ گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے خدا کے حکم کی تعمیل میں کعبہ کی تعمیر نو کی۔

خانہ کعبہ کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیت اللہ (اللہ کا گھر) بیت الحرام (پاکیزہ مسجد) وغیرہ۔ ان سب ناموں سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ یہ عمارت بے حد مقدس ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے۔

خانہ کعبہ کا احترام نامعلوم وقتوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ ہر دور میں لوگ یہاں حج اور عمرہ کرتے رہے ہیں۔

تاہم حضور ﷺ کی نبوت سے کافی عرصہ پہلے روحانی تنزل کی وجہ سے کعبہ بت پرستی کے مرکز میں تبدیل ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے اس میں ۳۶۰ بت نصب ہو چکے تھے ہر عرب قبیلے کا اپنا علیحدہ بت ہوتا تھا، اور وہ لوگ اسی کی پوجا کرتے تھے۔ مگر روحانی انحطاط کے ہر دور میں بھی کچھ لوگ ایسے ضرور ہوتے تھے، جو بتوں کے آگے سر جھکانے سے انکاری تھے۔ حضور ﷺ کا شمار بھی اسی قسم کے دانا لوگوں میں ہوتا ہے۔

بارش اور سیلاب کی تباہی

خانہ کعبہ مکہ مکرمہ کے ایسے نشیبی علاقے میں ہے، جہاں پرانے زمانے میں بارش اور سیلاب کا پانی جمع ہو جایا کرتا تھا۔ اس سے اس کی دیواروں اور اندرونی حصے کو کافی نقصان پہنچتا تھا۔ پانی کی روک تھام کے لئے اس زمانے میں خانہ کعبہ کے باہر ایک بند بنوایا گیا تھا۔ لیکن یہ بند بھی پانی کے ریلوں کے آگے نہ ٹھہر سکا، اور بار بار ٹوٹنے کے بعد آخر کار بالکل منہدم ہو گیا جس کے بعد عمارت کو زیادہ نقصان پہنچتا رہا۔ ہوتے ہوتے صورت حال اس قدر بگڑ گئی کہ ایک زمانے میں یوں دکھائی دینے لگا، جیسے کعبہ کی خستہ عمارت عنقریب دھڑام سے آ گرے گی۔

اہل مکہ اس صورت حال سے بہت پریشان رہتے تھے۔ وہ کعبہ کے خستہ اور بوسیدہ حصوں کو گرا کر انہیں از سر نو تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ مگر بات یہ تھی کہ ایام جاہلیت سے ان کے ہاں یہ توہماتی تصور چلا آتا تھا کہ خانہ کعبہ کا کوئی حصہ گرانے سے، خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کو بھی مرمت کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ ادھر مسلسل سیلابوں اور شہر سے آنے والے پانی نے کعبہ کی فصیل کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ فوری مرمت ناگزیر ہو گئی تھی۔

آنحضرت ﷺ طبعاً بے حد خلیق اور ملنسار تھے۔ آپ ﷺ اجتماعی اور فلاحی کاموں میں اہل مکہ کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ آپ ﷺ کو بھی خانہ کعبہ کی خستہ حالی کا فکر دامن گیر تھا بلکہ اس عوامی تشویش کا احساس آپ ﷺ کو سب سے زیادہ لاحق تھا۔

نگرانوں کی چوری اور ناگ کی موت

خانہ کعبہ کی تعمیر نو اولیت ملنے میں کئی باتوں کا دخل ہے۔ کعبہ کے وسط میں ایک کنواں ہوتا تھا۔ زیارت کے لئے آنے والے اس کنویں میں نذرانے پھینک دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کسی نے اس کنویں میں سے کئی قیمتی اشیاء چوری کر لیں، چور کو چوری میں اس لئے بھی آسانی ہوئی تھی کہ کہ کعبہ کی دیواریں نیچی بھی تھیں، اور کچی بھی ان پر کوئی چھت بھی نہ تھی، بہت تگ و دو کے بعد چور پکڑ لیا گیا۔ جرم کی پاداش میں اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ مگر نذرانوں والے کنویں میں سے مال و دولت کو مزید چوریوں سے بچانے کے لئے خستہ دیواروں کو گرا کر پختہ دیواریں بنانا، اور ان پر چھت تعمیر کرنا پہلے سے کہیں زیادہ ناگزیر دکھائی دینے لگا۔

اس کے علاوہ ایک دلچسپ واقعہ بھی اس کام پر فوری توجہ کا سبب بن گیا۔ کعبہ کے کنویں میں ایک پھن دار سانپ بھی رہتا تھا۔ وہ دن کے وقت کنویں سے نکل کر کعبہ کے منڈھیر پر بیٹھ جاتا، اور مزے سے دھوپ سینکا کرتا تھا۔

اگر کوئی شخص اس کے نزدیک جانے کی جسارت کرتا تو وہ پھن پھیلا پھیلا کر پھنکارا کرتا اور ڈسنے کو لپکتا۔ جس سے سب لوگ بھاگ کھڑے ہوتے۔ مرمت اور تعمیر کا کام شروع ہونے میں اس ناگ کا خوف بھی حائل تھا۔ مگر پھر یوں ہوا کہ ان ہی دنوں ایک بڑا عقاب اڑتے اڑتے ادھر آنکلا وہ بجلی کی طرح ناگ پر لپکا اور اسے

دبوچ کر لے اڑا۔ یہ واقعہ اس قدر دلچسپ اور معنی خیز تھا، کہ ایک شاعر زبیر نے اس پر بڑے خوبصورت شعر بھی لکھے۔ ناگ کے خاتمے کے بعد لوگ یوں محسوس کرنے لگے، جیسے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے لئے خدا نے ان کا راستہ صاف کر دیا ہے۔

یونانی انجینئر کی نگرانی

اتفاق کی بات ہے کہ ان ہی دنوں ایک یونانی تاجر اور انجینئر باقوم کا جہاز طوفان کی زد میں آ گیا اور بندرگاہ جدہ کے ساحل کے نزدیک آ کر کنارے سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ باقوم اپنے وقت کا ہنر مند انجنئر تھا۔ اسے معماری اور نجاری میں بھی مہارت حاصل تھی۔

اہل مکہ کو جہاز کی تباہی کی خبر ہوئی، تو انہوں نے باقوم کے پاس ایک وفد بھیجا۔ وفد نے اس کا ٹوٹا پھوٹا جہاز خرید لیا۔ تاکہ اس کی لکڑی کے تختے خانہ کعبہ کی تعمیر نو میں استعمال ہو سکیں۔ وفد نے باقوم کو اپنے ہمراہ مکہ چلنے اور کعبہ کی مرمت کے کام کی نگرانی کرنے پر راضی کر لیا۔

چنانچہ باقوم کی معاونت کے لئے، مکہ ایک تجربہ یافتہ کاریگر کی خدمات بھی حاصل کر لی گئیں۔ اور پھر بڑے زور و شور سے کام شروع کر دیا گیا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے اس تاریخی کام میں، تمام قبیلے متحد ہو کر پورے جوش و خروش سے مصروف ہو گئے اور کوئی قبیلہ بھی اس شرف سے محروم نہ رہا۔ آنحضور ﷺ بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

ہنگامہ اور خانہ جنگی کا خطرہ

ہر قسم کا مطلوبہ تعمیری سامان فراہم کرلیا گیا۔ مکہ کے آس پاس کی پہاڑیوں سے نیلے پتھر جمع کر لئے گئے، اور تعمیر کا کام بڑی سرعت اور جانفشانی سے آگے بڑھنے لگا۔ جب دیواریں پانچ چھ فٹ کے لگ اٹھ گئیں، تو حجر اسود کو اس کی پرانی جگہ پر نصب کرنے کا مرحلہ درپیش ہوا۔

اس مقدس کو اٹھا کر اس کی قدیم روائتی جگہ پر رکھنا، ایک ایسا بڑا اعزاز تھا، جسے حاصل کرنے کے لئے ہر قبیلہ بے حد مضطرب تھا۔ چنانچہ اس نازک معاملے میں گرما گرم بحث بازی کا سلسلہ کا چھڑ گیا، اور جلد ہی نوبت تلخ کلامی اور توں توں میں میں تک پہنچ گئی۔

کوئی قبیلہ اپنے حق سے دستبردار ہونے پر رضامند نہ تھا۔ تکرار لمبی ہوتی گئی، تو معاملہ جنگ و جدل کی صورت اختیار کرنے لگا۔ آناً فاناً تلواریں کھچ گئیں اور وہ خونخوار درندے مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔

ایک جنگجو قبیلے نے تو حد کردی، انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ کسی اور قبیلے کو حجر اسود نصب کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ پرانے زمانے میں عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی مفاد کے لئے جان دینے کی قسم کھاتا، تو انسانی خون سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنی انگلیاں ڈبو لیتا تھا۔

اس وحشی قبیلے کا سردار خون سے لبالب کٹورا خانہ کعبہ میں اٹھا لایا۔ قبیلہ کے سب تند و تیز نوجوانوں نے خون میں ہاتھ ڈبو کر عہد کیا کہ اگر کسی اور قبیلے نے حجر اسود نصب کرنے کی جرأت کی، تو سب کٹ مریں گے۔

غرضکہ پورے چار دن تناؤ اور تصادم کی یہ خوفناک کیفیت لوگوں کے اعصاب پر بری طرح سوار رہی، اور یوں دکھائی دیتا تھا، کہ قتل و غارت کا ایک لامتناہی سلسلہ کسی وقت بھی سارے مکہ کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔

حضور ﷺ کی معاملہ فہمی

قریش کا ایک بوڑھا سردار، بہت دانش مندانہ اور صلح جو تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کا ہنگامہ کسی خون خرابے کے بغیر طے ہو جائے۔ چنانچہ اس نے مشورہ دیا کہ کل صبح جو شخص کوہ صفاء والی، جانب سے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو، اسے ثالث مان لیا جائے، اور حجر اسود نصب کرنے کے بارے میں پھر جو بھی فیصلہ وہ دے، اسے تمام قبیلے حتمی طور پر تسلیم کرلیں بوڑھے سردار کی تجویز پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

دوسری صبح سب لوگ خانہ کعبہ کے باہر بیٹھ کر بے تابی سے انتظار کرنے لگے کہ کوہ صفاء کی طرف سے سب سے پہلے کون شخص اندر داخل ہوتا ہے؟ خدا کی قدرت اس صبح جو شخص اس سمت سے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہوا، وہ آنحضرت ﷺ ہی تھے۔

حضور ﷺ کا احترام تو سبھی کرتے تھے، بلکہ یہاں تک کہ اصل نام پکارنے کی بجائے آپ کو احتراماً ''امین'' اور ''صادق'' کے معزز ترین القابوں سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ جونہی خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، ہر طرف خوشی کے نعرے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ لوگ بے ساختہ پکار اٹھے:۔

''یہ تو وہی امین ہیں، جنہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ ہم انہیں بخوشی اپنا ثالث تسلیم کرتے ہیں۔''

حضور ﷺ موقعہ کی نزاکت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک

چادر لاؤ' چادر فوراً مہیا کی گئی۔ آپ ﷺ نے اسے زمین پر بچھا دیا۔ اور اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود اٹھا کر چادر کے وسط میں رکھ دیا۔ پھر تمام قبیلوں کے منتخب نمائندوں سے فرمایا:۔

"اب تم سب اس چادر کے کنارے تھام لو، اور اسے اٹھا کر اس مقام تک لے جاؤ، جہاں حجر اسود نصب ہوتا ہے۔"

سب لوگ چادر کے کنارے تھامے خوشی خوشی اس مقام پر پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اب اسے زمین پر رکھ دو۔" پھر آپ آگے بڑھے، حجر اسود اٹھایا اور اسے اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔

فرشتے سے پہلی ملاقات

اب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس کو پہنچ گئی تھی۔ ۹ ربیع الاول (بمطابق ۱۲ فروری، ۶۱۰ء) کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ غار حرا میں حسب معمول عبادت میں مصروف تھے، اتنے میں فرشتہ جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور کہا:۔

"محمد ﷺ! بشارت قبول فرمایئے، آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔"

خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے کا یہ آپ ﷺ سے پہلا خطاب تھا۔ اس لئے آپ قدرے سہم سے گئے۔ ہانپتے کانپتے فوراً گھر لوٹ آئے۔ آتے ہی لیٹ گئے اور پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا:۔

مجھ پر چادر ڈال دو"

کچھ دیر آرام کے بعد آپ کی طبیعت ذرا سنبھلی تو آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو غار والا سارا واقعہ سنایا۔ پھر آپ فرمانے لگے:۔

"میں ایسے ہی واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ

گئے ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں مجھ پر جنات کا اثر نہ ہو جائے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر پریشان ہوگئیں۔ مگر انہوں نے اس کا برملا اظہار نہ کیا انہوں نے آپ کو بہت تسلی دی اور کہا:۔

"آپ کو ڈر کس کا ہے۔آپ رشتہ داروں پر شفقت فرماتے ہیں سچ بولتے ہیں بیواؤں، یتیموں، اور حاجتمندوں کی مدد فرماتے ہیں مہمان نواز ہیں مصیبت زدوں کے ہمدرد ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی غم زدہ نہیں کرے گا آپ پر جنات کا اثر ہر گز نہیں ہوگا۔"

نیک سیرت بیوی کی اس پر خلوص دلجوئی سے آپ ﷺ کو قدرے اطمینان ہوا مگر اندر ہی اندر خدیجہ رضی اللہ عنہا خود بھی بیحد مضطرب ہوگئیں تھیں۔ انہیں اپنے اطمینان کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی۔

چنانچہ وہ آپ کو آپ کے چچیرے بھائی اور مکہ کے مشہور دانشور ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بہت نیک عالی ظرف، ذہین اور عالم شخص تھا۔ وہ بت پرستی سے بے زار ہو کر عیسائیت قبول کر چکا تھا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر آنحضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے غار میں آنے اور بات کرنے کا سارا ماجرا ورقہ کے سامنے بیان کر دیا۔

ورقہ آپ کی باتیں بڑے غور سے سنتا رہا، پھر جھٹ بول اٹھا:

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپ تو اس امت کے نبی ہیں۔ بے شک آپ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے، جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آیا تھا۔اب آپ کو جھٹلایا جائے گا اور اذیتیں پہنچائی جائیں گی۔ آپ ﷺ کو شہر بدر کر دیا

جائے گا۔ آپ ﷺ سے جنگ لڑی جائے گی۔ اگر مجھے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا، تو میں ضرور خداوند تعالیٰ کے دین حق کی مدد کروں گا۔"

ورقہ نے پھر اپنا سر جھکا کر حضور ﷺ کے سر مبارک کے وسط میں بڑی عقیدت سے بوسہ دیا۔ ورقہ سے ملاقات سے مطمئن ہو کر حضرت محمد ﷺ اور حضرت خدیجہ گھر واپس آ گئے اس واقعہ کے چند روز بعد ہی ورقہ کا انتقال ہو گیا۔ وہ بے چارہ بے حد ضعیف ہو چکا تھا، اور اس کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

فرشتے کی دوبارہ آمد

تقریباً چھ ماہ بعد آپ ﷺ معمول کے مطابق، غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ فرشتہ پھر آیا۔ اس دفعہ وہ ہاتھ میں ایک ورق تھامے ہوئے تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا: "پڑھیے! آپ ﷺ نے گھبراہٹ میں جواب دیا:- کیا پڑھوں؟

فرشتہ آپ سے بغل گیر ہوا اور پھر کہا: پڑھیے!! آپ نے پھر جواب دیا: کیا پڑھوں؟ فرشتہ آپ سے پھر بغل گیر ہوا اور کہا: پڑھیے!!! آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "کیا پڑھوں؟ اس مقام پر فرشتہ آپ ﷺ سے تیسری بار بغل گیر ہوا، اور آپ ﷺ سے ان مبارک آیات کی تلاوت کروائی:-

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اقرا باسم ربک الذی خلق . خلق
الانسان من علق. اقرأ وربک الاكرم
الذی علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم
(سورة العلق)

اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے
جہاں تخلیق کیا اور انسان کو جمے ہوئے خون
سے پیدا کیا۔ ہاں پڑھیے، تمھارا پروردگار
صاحب کرم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے
انسان کو ایسی تعلیم دی، جس سے وہ پہلے
ناواقف تھا۔

یہ پہلی وحی تھی، جو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئی۔ اس پہلی وحی ہی سے انسان کے لئے علم کی فضیلت واضح کی گئی ہے اور اسے حاصل کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے بعد فرشتہ آنحضور ﷺ کو اپنے ہمراہ دمن کوہ میں لے گیا۔ وہاں آپ دونوں نے وضو کیا اور پھر اکٹھے نماز پڑھی۔

باب نمبر ۲۱

حضور ﷺ کے جسم مبارک کی خصوصیت

ابویعلی، ابن ابی خاتم اور ابونعیم اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتے ہیں:-

جب یہ سورت تبت یدآ ابی لھب نازل ہوئی، تو حرب کی بیٹی عوراء جو ابولہب کی بیوی تھی، شور مچاتی آئی۔ ایک پتھر کا ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا۔ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ کے پاس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا، اور آپ ﷺ سے عرض کی:-

یارسول اللہ ﷺ! یہ آ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ حضور ﷺ کو کچھ گزند نہ پہنچائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں۔ وہ آ گئی اور صدیق اکبر کے سر کے قریب کھڑی ہوئی، لیکن اس نے رسول کریم ﷺ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہنے لگی کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:-

اس گھر کے رب کی قسم! میرا صاحب شاعر نہیں ہے، اور نہ ہی اسے
علم ہے کہ شعر کیا ہوتا ہے؟ اور مذمت کرنا شاعروں کا کام ہے

سرکار دو عالم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس سے پوچھو مجھے دیکھ رہی ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: میرے ساتھ کوئی اور آدمی تجھے نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا: مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ بخدا مجھے تو تمہارے ساتھ اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا۔

حضور ﷺ نے فرمایا وہ مجھے کیونکر دیکھ سکتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا تھا۔ امام ترمذی ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا۔

حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا

آپ ﷺ کے قد مبارک کا سایہ نہ تھا۔ حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان تابعی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

امام ابن سبع کا قول ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ ﷺ نور تھے۔ اس لئے جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے، جس میں آپ کی اس دعا کا ذکر ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی:۔

> خداوندا! تو میرے تمام اعضاء کو نور بنادے اور آپ نے اپنی اس دعا کو اس قول پر ختم کیا کہ...... وَاجْعَلْنِی نُوْرًا ...... یعنی یا اللہ! تو مجھ کو سراپا نور بنادے۔

ظاہر ہے کہ جب آپ سراپا نور تھے، تو آپ کا سایہ کہاں سے پڑتا؟ اسی طرح عبداللہ بن مبارک اور ابن الجوزی نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ (زرقانی جلد ۵ ص ۲۴۹)

مکھی، مچھر اور جوؤں سے محفوظ

حضرت امام فخر الدین رازی نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے اور علامہ حجازی

وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے کہ بدن کیا آپ کے کپڑوں پر بھی کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔ نہ کپڑوں میں کبھی جوئیں پڑیں نہ کبھی کھٹمل یا مچھر نے آپ کو کاٹا۔

اس مضمون کو ابوالربیع سلیمان بن سبع نے اپنی کتاب "شفاء الصدور فی اعلام نبوۃ الرسول" میں بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ نور تھے۔ پھر مکھیوں کی آمد، جوؤں کا پیدا ہونا چونکہ گندگی، بدبو وغیرہ کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور آپ چونکہ ہر قسم کی گندگیوں سے پاک اور آپ کا جسم اطہر خوشبودار تھا، اس لئے آپ ان چیزوں سے محفوظ رہے۔

امام سبتی نے بھی اس مضمون کو "اعظم الموارد" میں مفصل لکھا ہے۔ (زرقانی جلد ۵ ص ۲۴۹) تاریخ ابن نجار اور شفاء الصدر میں مستند ذریعہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر اور لباس مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

حضور ﷺ کی طاقت

حارث بن ابوامامہؒ نے مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ اوپر چالیس جنت کے مردوں کے مساوی قوت دی گئی۔ نیز حارث رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

گرفت اور نکاح میں چالیس مردوں کی طاقت مجھے دی گئی ہے۔

طبرانی اور اسماعیلی رحمہم اللہ نے مجمع میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

"مجھے پہلے لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت دی گئی۔ داد و دہش، شجاعت، کثرتِ جماع اور دشمن پر قابو پانا۔"

حضور ﷺ احتلام سے پاک تھے

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے بہ سندِ عکرمہ ﷺ، ابن عباس ﷺ سے اور دینوری رحمتہ اللہ علیہ نے مجالست میں بہ سندِ مجاہد ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ چونکہ احتلام شیطان کے وسوسے سے ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری ہوتا ہے:-

سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی ۔ محبوب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ آپ کا علم نسیان سے پاک ہے۔

ایک سوال کا جواب

احادیث صحیحہ سے آپ کے فعل میں سہو کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ حدیث ذوالیدین سے حضور علیہ السلام کا دو رکعت پر سلام پھیرنا اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ کا ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھنا مذکور ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت و حدیث میں متعارض نہیں ہیں۔ کیونکہ نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہو کا تعلق فعل سے ہے۔ لہٰذا حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ فعل نبوی ﷺ میں سہو واقع ہوا ہے، علم میں نہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کے افعال بھی سہو سے پاک ہیں اور نماز میں جو سہو ہوا، اس کے متعلق شراح احادیث فرماتے ہیں کہ یہ تعلیمِ امت کے لئے تھا۔ نیز مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب میں ایک حدیث نقل کی ہے :-

"میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں"

حضور فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا:-

اِنِّیْ لَا اَنْسٰی وَلٰکِنْ اُنَسّٰی (نشر الطیب ص ۱۸۹)

مجھ کو نسیان نہیں ہوتا لیکن نسیان کرادیا جاتا ہے (تا کہ اس کے متعلق احکام سنت قرار پائیں)

آپ ﷺ کے استاد اللہ جل جلالہ کی ذات مبارکہ ہے

نبی مکرم ﷺ نے نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا نہ علماء وفضلا کی مجالس میں شرکت کی، نہ سابقہ کتب کا مطالع کیا۔ اس کے باوجود اخلاق وکردار کا وہ عظیم الشان ودلکش مظاہرہ کیا کہ کوئی شخص ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس نوع انسانی کے لئے ہدایت وحکمت کا وہ بلند مینار ثابت ہوئی جس کی شیخ کرنوں نے انسانی زندگی کے جملہ شعبوں کو آج تک منور کیا اور اب بھی منور کررہی ہیں اور تا قیامت نور برساتی رہیں گی۔ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا تا کہ میں اخلاق حسنہ کو درجہ کمال تک پہنچادوں۔

راز دار اسرار نبوت ورسالت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور کے خلق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے مختصر اور جامع جواب دے کر اس شخص کی اور قیامت تک آنے والے ایسے سائلوں کی راہنمائی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:-

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ یَرْضٰی حضور کا خلق قرآن تھا۔ اس کے امر ونہی کی تعمیل حضور کی

بِرِضَاهُ وَيَسْخَطُ بِسُخْطِهِ فطرت کا تقاضا تھا۔اس کے بارے میں حضور کو غور وفکر اور سوچ و بچار کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے

اور حضور ﷺ کی ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے اور پیدائشی طور پر آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو پاک صاف جنا تھا۔

ولادت میں عام طور پر عورتوں جسم سے جو گندگی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ چیزیں حضور ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ساری زندگی کبھی بھی آپ ﷺ کی شرم گاہ کو نہیں دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری سوا وفات کے بعد کوئی دوسرا شخص ان کو غسل نہ دے۔ کیونکہ اگر کوئی میرے سر کو دیکھ لے گا تو اندھا ہو جائے گا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ سو گئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے خراٹے سنائی دینے لگے۔ لیکن آپ ﷺ نے بیدار ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔ عکرمہ نے بتایا کہ یہ اس لئے کہ حضور ﷺ نیند کی حالت میں وضو ٹوٹ جانے سے محفوظ تھے

حضور ﷺ کے جبہ مبارک کی برکتیں

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہیں۔ ابتلاء و آزمائش کے ختم ہونے کے بعد آپ کے سر پر تاج حکومت ہے۔ ادھر کنعان میں قحط پڑتا ہے، اور آپکے بھائی غلہ

حاصل کرنے کے لئے مصر آتے ہیں۔ آپ انہیں پہچان لیتے ہیں اور اپنے والد کا حال پوچھتے ہیں۔ برادران یوسف عرض کرتے ہیں کہ آپ کے فراق وغم میں روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہوگئی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ جواب سن کر فرماتے ہیں:۔

اذھبو ابقمیصی ھذا فالقوہ علیٰ وجھابی یات بصیرا . (یوسف ۹۳) میری یہ قمیض لے جاؤ اور والد گرامی کے چہرہ پہ ڈال دو، وہ بصیر ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض مبارک حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالی گئی:۔

فارتد بصیرا .(قرآن حکیم ۵،۱۳) تو ان کی آنکھیں درست ہو گئیں اور بینائی واپس آ گئی۔

برادران ملت مندرجہ بالا آیات و واقعہ سے ثابت ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کے استعمال شدہ کپڑے بھی رحمتوں اور برکتوں کے حامل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے پیراہن حضرت یوسف علیہ السلام سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے لئے علاج شافی ہوگیا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اس طرح ان کے پیراہن کی برکت سے آنکھوں کا اچھا ہو جانا ان کا معجزہ تھا۔ لیکن جامع جمیع کمالات انبیاء حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ شان نرالی ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے صرف کپڑے ہی نہیں بلکہ آپ کی ہر چیز رحمت و برکت کی حامل ہے اور بلاؤں کو دور اور امراض کو زائل کر دینے کی طاقت رکھتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے لباس مبارک اور ان اشیاء کو جنھیں حضور ﷺ کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

بہت ہی بابرکت، نافع اور دافع البلاوالامراض سمجھتے تھے اوران کی بہت ہی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔اس پراتنی احادیث کثیرہ شاھد ہیں، جن کو یہاں تفصیل سے تحریر کرنے کی گنجائش نہیں۔مگر چنداحادیث بطور مشتے نمونہ ازخروارے ذیل میں پیش کی جاتی ہیں

ابن عدی محمد بن جعفر راوی ہے کہ سنان بن طلق ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی قمیض کاایک ٹکڑادے دیجئے۔میں اس کوبطور تبرک اپنے پاس رکھوں گا

محمد بن جابر کہتے ہیں میرے باپ نے کہا حضور ﷺ کی قمیض مبارک کا ٹکڑا ......ابا عن جد......میرے ہاتھ آیا۔

یغسلها للمریض یستشفی بها یہ قمیض کا مبارک ٹکڑا مریضوں کو دھوکر پلایا جاتا ہےاوراسکی برکت سے شفاحاصل کی جاتی ہے

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق ﷺ کے پاس رحمت عالم ﷺ کا جبہ مبارک تھا۔

قالت کان رسول اللہ ﷺ یلبسها فنحن نغسلها للمرضی یستشفی بها (العالمین ص ۴۳۱، مسلم ص ۱۹۰/۲)

وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو حضور ﷺ پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھوکر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔

ایک جبہ طیالسانی، ایک چادر جو قاضی اور علماء کندھے پر ڈال لیتے ہیں، جو ایرانی طرز کا تھا۔جس میں دیبا کا ایک ٹکڑا جیب کی جگہ لگا ہوا تھا اوراس کے بازوؤں پر دیبا کے کف لگے ہوئے تھے۔جسے آپ ﷺ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی وفات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ کے پاس تھا۔ام المومنین ﷺ بیماروں کو دھوکر پلاتیں اورانہیں شفا ہو جاتی۔(انور محمدیہ ص ۳۲۵)

حضور ﷺ کے پیالہ مبارک کی برکتیں

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا ایک عریض وعمدہ پیالہ دیکھا، جو چوب نظار کا بنا ہوا تھا، اور اس پر لوہے کا ایک حلقہ بنا ہوا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنائیں مگر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا ہو، اسے تبدیل نہ کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ویسے ہی رہنے دیا، اور فرمایا:۔

لقد سقيت رسول الله ﷺ فى هذا القدح اكثر من كذا و كذا .. میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ ﷺ کو بارہا پانی پلایا ہے۔ (بخاری)

وہی پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کا خریدا گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالے کو بصرے میں دیکھا اور اس میں پانی پیا ہے۔ (شرح شمائل للبیجوری بحوالہ شرح مناوی)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا و امام ابن مامون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور علیہ السلام کا ایک پیالہ تھا۔

فكنا نجعل فيها الماء المرضى فيستشفون بها .. (شفا شريف ص ١٦٥ . جامع الصفات ص ٧٩) ہم اس میں پانی ڈال کر بغرض شفاء بیماروں کو پلاتے تو شفا ہو جاتی۔

حضرت خداش بن ابی خداش رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا ایک پیالہ تھا، جو انہوں نے حضور ﷺ سے لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی کبھی حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے، تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اسے آب زمزم سے بھر کر

پیتے اوراپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔ (اصابہ)

حضرت عمر فاروق ؓ باوجود دیکہ اس قسم کے امور میں بہت ہی محتاط تھے، لیکن حضرت خداش ؓ کے گھر جا کر اس پیالے کو حاصل کر کے، اس میں پانی ڈال کر سر اور چہرے کو مشرف کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ اس پیالے کی برکت کے وہ بھی قائل تھے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ پیالہ کئی مرتبہ دھویا گیا اور استعمال کیا گیا۔ مگران کا اعتقاد تھا کہ ایک بار بھی دست مبارک کا لگ جانا، ہمیشہ کی برکت کا باعث ہے۔

حضور ﷺ عصا مبارک کی برکتیں

حضرت عبداللہ بن انیس ؓ نے مجھ کو خالد بن سفیان بن نبیخ نزلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ میں جب قتل کر کے واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ کو اپنا عصا مبارک عطا فرما کر فرمایا:-

تحضر بهده فی الجنته — اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا

وہ عصا مبارک حضرت عبداللہ کے پاس رہا جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (زرقانی علی المواہب حیوۃ الحیوان)

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت انس ؓ کے پاس حضور ﷺ کا ایک چھوٹا سا عصا مبارک تھا۔ جب وہ فوت ہوئے، تو ان کی وصیت کے مطابق وہ ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (بیہقی ابن عساکر)

بے ادبی کی سزا

حضرت عثمان غنی ؓ کے ہاتھ میں حضور ﷺ کا عصا مبارک تھا۔ جحجاہ نے

غصے کی حالت میں حضرت عثمان ؓ سے لے کر اس کو گھٹنے پر رکھ کر زور سے توڑنا چاہا ، ہر طرف سے شور ہوا، ارے یہ کیا کرتا ہے؟ مگر اس نے نہ سنا اور توڑ ہی ڈالا۔

اس کے ساتھ ہی اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہوا، جس کو اکلہ کہتے ہیں۔ جو جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں پاؤں کاٹنے کی ضرورت پیش آئی اور ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اس کی تکلیف سے وہ مر گیا۔ (شفا شریف ص ۲۱۸)

قارئین کرام ظاہر ہے کہ عصاء مبارک میں کوئی زہریلا مادہ تو تھا ہی نہیں، جس کا اثر اس کے پاؤں میں ہو گیا۔ بلکہ یہ اس بے ادبی کا نتیجہ تھا، کہ جو اس مبارک عصا کے ساتھ کی گئی تھی۔

یاد رکھیئے! بے ادبی کرنے والے کی تباہی ضرور ہوتی ہے، اور کبھی عبرت کے لئے وہ ظاہرا بھی تباہ کیا جاتا ہے اب یہاں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب ان کے تبرکات کی بے ادبی تباہی کا موجب ہے، تو خود ان کی بے ادبی کے نتائج کیا ہوں گے

شان محمد ﷺ

ابو نعیمؒ حلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں، ان سب میں میں نے پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں، یعنی تمام مخلوق و بنی آدم کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ایک ذرہ حقیر کے برابر فہم و دانش عطا فرمائی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ عقل و حکمت میں سب سے زیادہ ہیں۔

آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ ان کو کبھی جمائی نہیں آتی۔ کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام شیطان کے تسلط سے محفوظ و معصوم ہیں۔ (زرقانی ج ۵ ص ۲۴۸)

حضور ﷺ کے بول براز

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بیت الخلا میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جب آپ واپس آتے ہیں، تو میں اندر جاتی ہوں۔ مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا، مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے۔

قال انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علی ارواح اهل الجنته فما خرج منها من شی استلعته الارض

فرمایا ہم پیغمبر کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کیے جاتے ہیں یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبودار ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اسے معطر کر دیتا ہے اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

خوشبو کی برسات

امام قاضی عیاض علامہ زرقانی و علامہ نبہانی فرماتے ہیں:۔

انه کان صلی الله علیه وسلم کان اذا اراد انف یتغوط انشقت الارض فابتلعت غائطه وبوله و فاحت لذلک رائحته طیبته ....

(انور محمودیہ ص ۲۸۳. زرقانی علی المواهب ص ۲۲۷/۴ شفاء شریف ص ۳۱)

جب حضور علیہ السلام پاخانہ پھرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے پاخانے اور پیشاب کو نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:-

ہیچ کس از فضلہ ایشاں بر روئے زمین ندیدہ زمین می شگافت فروی بردوازاں زمین بوئے مشک می شمیدند۔

کہ کسی آدمی نے آپ کا فضلہ براز زمین پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین اسے نگل لیتی اور وہاں سے کستوری کی طرح خوشبو آتی۔

(تفسیر فتح العزیز ص ۳۰/۳۱۸)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کا فضلہ مبارک کو نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا مہکنا غالباً اس لئے تھا کہ کوئی اس فضلہ مبارک کو دیکھنے نہ پائے اور اس کی طبیعت میں دوسرے لوگوں کے فضلات کی طرح نجاست و کراہت کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ طہارت و پاکیزگی کا تصور پیدا ہو۔

تمام فضلات سے خوشبو

حضرت امام قسطلانی شارح بخاریؒ فرماتے ہیں:-

واما طیب ریحہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرقہ و فضلاتہ فقد کانت الرائحتہ الطیبتہ صفتہ صلی ..

بہرنوع حضور ﷺ کی ریح مبارک پسینہ اقدس اور حضور کے فضلات شریفہ میں مہکتی ہوئی خوشبو ہوتی تھی۔

بوقت قضائے حاجت زمین کا شق ہو جانا

جب حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے، تو زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ کا بول و براز، اپنے اندر سمو لیتی اور اس جگہ ایک خوشبو پھیل جاتی تھی۔

ایک صحابی سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک سفر میں میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ قضائے حاجت کے لئے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ جب آپ

واپس تشریف لے گئے، تو میں اس جگہ گیا، جہاں حضور ﷺ نے فراغت فرمائی تھی۔ میں نے اس جگہ بول و براز شریف کا کوئی نشان تک نہ دیکھا۔ البتہ چند ڈھیلے وہاں پڑے تھے۔ میں نے اسے اٹھالیا تو اس سے نہایت لطیف و پاکیزہ خوشبو آرہی تھی۔

قاضی عیاض مالکی نے شفا میں فرمایا ہے کہ اہل علم کی جماعت حضور اکرم ﷺ کے حدثین یعنی بول و براز فرمانے کے بعد وضو کرنے کی قائل ہے اور یہی قول بعض اصحاب امام شافعی کا ہے۔

حضور ﷺ کا پاک پیشاب مبارک

اب رہی بول مبارک کی کیفیت، تو اس کا بکثرت صحابہ نے مشاہدہ کیا اور حضرت ام ایمن جو آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں انہوں نے اسے پیا بھی ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ رات کے وقت حضور ﷺ کے تخت مبارک کے نیچے پیالہ رکھا جاتا، کہ رات میں اس میں بول مبارک فرمادیں۔ چنانچہ ایک رات جب آپ نے اس میں بول مبارک فرمایا۔

صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ام ایمن سے فرمایا کہ اس تخت کے نیچے ایک پیالہ ہے، اسے زمین کے سپرد کردو، مگر انہوں نے کچھ نہ پایا۔ ام ایمن نے عرض کیا: خدا کی قسم رات مجھے پیاس معلوم ہوئی، میں نے اسے پی لیا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور نہ انہیں اپنا منہ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اب تمہیں کبھی پیٹ کا درد لاحق نہ ہوگا۔ (خوشا نصیب)

ایک عورت تھی، جس کا نام برکہ تھا۔ وہ بھی آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی۔ اس نے بھی آپ کا بول شریف پی لیا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:-

اصحمت یا ام یوسف. اے ام یوسف! (برکہ اس کی کنیت تھی) تم ہمیشہ کے لئے تندرست بن گئیں کبھی بیمار نہ ہوگی۔

چنانچہ وہ عورت کبھی بیمار نہ ہوئی۔ بجز اس بیماری کے جس میں اس نے دنیا سے کوچ کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کا بول شریف پی لیا تھا، تو اس کے جسم سے ہمیشہ خوشبو مہکتی رہتی۔ حتی کے اس کی اولاد میں کئی نسلوں تک یہ خوشبو رہی۔ مواہب اور شفا میں یہ دونوں روایتیں مذکور نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام آپ کے بول مبارک اور لہو شریف کو تبرک گردانتے تھے۔ لہو شریف کا پینا صحابہ سے متعدد بار واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اس حجام نے جس نے پچھنے لگائے تھے، تو سنگی چسکی سے جتنا لہو شریف نکلتا، وہ اسے حلق سے اپنے شکم میں اتارتا جاتا حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تم خون کا کیا کرتے ہو؟

اس نے عرض کیا: میں خون نکال کر اپنے شکم میں پنہاں کرتا جاتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور ﷺ کا خون مبارک زمین پر بہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"بلاشبہ تم نے اپنی پناہ تلاش کر لی۔ اور اپنے نفس کو محفوظ بنا لیا۔ یعنی بلا اور امراض سے بچ گئے۔"

آپ ﷺ کے خون کی برکتیں

ابن حبانؒ نے الضعفاء میں ابن عباس سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایک قریشی جوان سے پچھنے لگوائے۔ جب وہ جوان پچھنے لگانے سے فارغ ہوا، تو وہ خون اٹھا کر لے گیا اور اسے پی لیا۔ اس کے بعد وہ آیا، تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: تیرا بھلا ہو، تو نے کیا کیا؟

اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے اسے زمین میں بہانے سے بہتر

جگہ رکھ دیا ہے اور وہ میرے پیٹ میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

جا تو نے اپنے کو جہنم کی آگ سے محفوظ کرلیا۔

جنگ احد میں نبی مکرم ﷺ کی پیشانی مبارک میں، جب خود کی کڑیاں چبھ گئیں، تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو نکالا اور جب اس زخم سے خون بہنے لگا تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے اسے چوس لیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا:-

مالک خون تو ناپاک ہوتا ہے تو نے اسے کیوں چوسا؟ بلکہ حضور ﷺ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور انہیں بشارت دی۔

لن تصیبه النار　　　مالک کو کبھی کوئی آگ نہیں چھوئے گی۔

خون چوسنے سے جنتی بن گئے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور ﷺ کا دانت مبارک رباعیہ زیریں جانب راست کا نشر الطیب ص ١٦٩) شہید ہوا، تو لب مبارک بھی مجروح ہوگیا۔ جس سے خون بہنا شروع ہوگیا۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا، تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کردیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید ہوگئی۔ جب وہ چوس رہا تھا، تو حضور ﷺ نے اسکو فرمایا کہ اسے پھینک دے۔ تو اس نے عرض کی:-

واللہ میں آپ کے خون مبارک کو زمین پر نہ پھینکوں گا، اور نگلتا ہی گیا۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اراد ان ينظر الى رجل من اهل الجنته فلينظر الى هذا (زرقانی علی المواهب ص ۴ ۲۳۰ انوارمحمدیه ص ۲۸۴)

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص مالک بن سنان کو دیکھ لے جس نے میرا خون پی لیا ہے۔

شرب مالک بن سنان دمه يوم احد ومصه فقال لن يصيبه النار .

حضرت مالک بن سنان نے احد کے دن آپ کا خون زخم کا چوس کر پی لیا آپ نے فرمایا اسکو دوزخ کی آگ کبھی نہ لگے گی۔

ابن سکن وطبرانی نے واسطہ میں اس طرح روایت کی کہ آپ نے فرمایا اس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا ہے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(الخصائص ص ۵۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے، جو خون مبارک نکلا وہ ایک قریشی غلام نے پی لیا:۔

فقال اذهب فقد احذرت نفسك من النار ....

تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا جا تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچالیا۔

(زرقانی ص ۴/۲۲۹ خصائص کبری ص ۲ /۵۳۸)

زبیر ﷺ کی طاقت کا راز

بزاز طبرانی حاکم بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ سے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ جب فارغ ہوئے تو مجھے اپنا خون عطا فرمایا ارشاد فرمایا:۔

اذهب يا عبدالله و غيبته

اے عبداللہ اسے لے جاؤ اور اس کو چھپا دو

دوسری روایت میں ہے اے عبداللہ اس خون کو لے جاؤ اور چھپاؤ تا کہ کوئی نہ دیکھ سکے۔ میں لے گیا اور اسے پی لیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس خون کا تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی میں نے اسے پوشیدہ کر دیا ایک حدیث میں ہے:-

جعلته فی اخفی مکان ظننت انه خاف من الناس — میں نے ایک ایسے پوشیدہ مکان میں رکھ دیا ہے جو سب لوگوں سے مخفی ہے

حضور ﷺ نے فرمایا: شاید تو نے اسے پی لیا ہے؟

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اسے پی لیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟

عرض کی: میں یہ جانتا ہوں کہ حضور ﷺ کے خون کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی، اس لئے میں نے اسے پی لیا کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے آتش جہنم سے بچائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- **لا تمسک النار**............
تجھے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور اس کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔

جس روز آپ نے حضور ﷺ کا خون نوش جان کیا، اس دن سے لے کر یوم شہادت تک آپ کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ شعبی کہتے ہیں، حضرت ابن زبیر سے پوچھا گیا کہ یہ تو فرمایئے اس خون کا ذائقہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا:

اما الطعم فطعم العسل و اما الرائحته فرائحته المسک — خون کا ذائقہ شہد کی طرح تھا خوشبو مشک کی طرح تھی۔

(فضائل کبری شفا)

حضور ﷺ کے پسینے کی برکتیں

حضور ﷺ کی نرالی و عجیب صفتوں میں سے ایک پاکیزہ وطیب خوشبو ہے۔ یہ آپ کی ذاتی تھی۔ کسی قسم کی خوشبو استعمال کیے، بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے ہمسری نہ کرسکتی تھی۔

انس ﷺ کی اور ام عاصمی روجہ عتبہ بن فرقد سلمی بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ کی زوجیت میں تھیں اور ہم میں سے ہر ایک یہی کوشش کرتی کہ زیادہ سے زیادہ خوشبو میں بس کر عتبہ کے قریب جائیں۔ ہم اس کی کوشش میں خوب خوشبو کا استعمال کرتیں، لیکن ہم میں سے کسی کی خوشبو عتبہ کی خوشبو تک نہ پہنچتی تھی۔ حالانکہ عتبہ خوشبو کو بھی اسی حد تک استعمال کرتے تھے کہ روغن کو اپنے ہاتھوں سے چھواتے اور اسے اپنی داڑھی پر ملتے۔

مگر اس کی خوشبو ہم سب پر غالب رہتی اور جب عتبہ باہر جاتے تو لوگ کہتے ہم خوشبو استعمال کرتے ہیں، لیکن کوئی خوشبو عتبہ کی خوشبو سے زیادہ تیز نہیں ہے۔

ام عاصم کہتی ہیں کہ میں نے ایک دن عتبہ سے کہا ہم سب خوشبو کے استعمال میں خوب کوشش کرتی ہیں، لیکن تمھاری خوشبو تک ہماری خوشبو نہیں پہنچتی اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مجھے ''شری'' یعنی گرمی دانے جسے پت کہتے ہیں، نکل آئے تھے۔

اس مرض میں ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے سارے جسم میں چنگاریاں لگی ہوئی ہیں۔ تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر اپنے اس مرض کی شکایت کی، تاکہ علاج فرمادیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بدن سے کپڑے اتار دو، تو میں کپڑے اتار کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک میری پشت و

شکم پر ملا، اور اس وقت سے یہ خوشبو مجھ میں پیدا ہوگئی ہے۔ اسے طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا ہے۔

ایک شخص نے اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کے لئے خوشبو کی جستجو کی مگر اسے نہ مل سکی، تو اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے عرض حال کیا کہ حضور ﷺ کوئی خوشبو عطا فرمادیں، مگر کوئی خوشبو موجود نہ تھی۔

تو حضور ﷺ نے شیشی طلب فرمائی، تاکہ اس میں خوشبو ڈال دی جائے۔ پھر آپ نے اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا، اور فرمایا جا کر اسے اپنی لڑکی کے جسم پر مل دو۔ جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ اس کی خوشبو سے مہک گیا تھا اور اس گھر کا نام ہی خوشبو کا گھر رکھ دیا۔

حضرت انس سے منقول ہے کہ جب کوئی صحابی بقصد حضوری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کو کاشانہ اقدس میں نہ پاتا تو وہ راہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ کے جس جس کوچے میں وہ خوشبو محسوس کرتے چلتے جاتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ اس راہ سے گزرے ہیں۔

آج بھی مدینہ منورہ کی در و دیوار سے آپ کی خوشبوئے جانفزا کی لپٹیں آرہی ہیں جس سے محبوبوں کے دماغ محبت معطر ہو جاتے ہیں۔ شاید کہ ایک شمہ اس خوشبو کا بعض غریب و مشتاق اور مفلس و نادار مسافروں کے شامہ ذوق کو بھی میسر ہو۔ ابو عبداللہ عطار مدینہ طیبہ کی مدح میں کہتے ہیں:۔

بطیب رسول اللہ طاب نسیمها
فما المسک والکافور المندل الرطب

یعنی رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی فضا مہک رہی ہے۔ مشک

وکافور کیا ہیں؟ ان کی مانند تو وہاں کھجوروں میں خوشبو ہے۔

حضرت شبلی جو وہاں علمائے وجدان میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی خاک پاک میں خاص قسم کی خوشبو ہے، جو مشک وعنبر میں قطعاً نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایسی خوشبو کا ہونا عجائب وغرائب میں سے ہے۔

دراں زمیں کہ نسیمے درزدز طرہ دوست

چہ جائے دم زدن نافہائے تا تاریست

بروایت ابو نعیم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے چہرہ انور پر پسینہ مبارک موتی کی مانند اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ ہوتی ہے۔

آپ کے جسم مبارک کی پاکیزگی آپ کی خوشبو آپ کے پسینے کی دل کو بھا لینے والی مہک اور آپ کے جد اطہر کا ہر قسم کے میل کچیل سے پاک ہونے کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم کو دو خصوصیتیں عطا فرمائی تھیں جو کسی کو نہیں دی گئیں۔ پھر اس جد اطہر کی پاکیزگی کو شرع کی طہارت اور دس فطری خصلتوں کے ذریعے مکمل فرما دیا۔

چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دین کی بنیاد پاکیزگی اور طہارت پر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہ مشک میں وہ خوشبو پائی اور نہ عنبر اور نہ کسی خوشبودار چیز میں جو خوشبو میں نے حضور ﷺ کے جسم مبارک میں پائی تھی۔

حضرت جابر بن سمرا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے میرے رخساروں کو چھو دیا تو میں نے آپ کے دست مبارک میں عجیب دلفریب ٹھنڈک محسوس کی اور اس میں ایسی خوشبو پائی گویا آپ نے کسی عطر فروش کے ڈبے سے ہاتھ نکالا ہے۔

حضرت جابر کے علاوہ دوسرے راویوں نے بیان کیا کہ خواہ حضور ﷺ اپنے دست مبارک میں خوشبو لگاتے ہوئے ہوتے یا نہ لگائے ہوتے، لیکن جو شخص بھی ایک مرتبہ آپ کے ساتھ مصافحہ کر لیتا، دن بھر وہ اپنے ہاتھ میں خوشبو پاتا تھا۔ آپ اگر کسی بچے کے سر پر اپنا ہاتھ پیار سے رکھ دیتے، تو اس بچے کا سر اتنا خوشبودار ہو جاتا کہ وہ لڑکا اس خوشبو کی وجہ سے تمام بچوں میں پہچان لیا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ مکان میں آرام فرما رہے تھے کہ اتنے میں آپ کا پسینہ بہنے لگا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ شیشی لائیں اور اس میں آپ کے پسینے کو جمع کرنے لگیں۔ حضور ﷺ نے بیدار ہو کر دریافت فرمایا: یہ کیا کر رہی ہو؟ تو انہوں نے بتلایا:۔

ہم لوگ اسے اپنے استعمال کی خوشبو میں ملا لیتے ہیں اور اس کے بعد ہماری خوشبو ہر چیز سے زیادہ خوشبودار ہو جاتی ہے۔

حضرتُ جابر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بیٹھا لیا تھا، تو میں نے آپ کی مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا۔ مجھے اس مہر نبوت سے مشک کی خوشبو مل رہی تھی۔

آپ ﷺ کے پسینہ یا نور کا قطرہ

دارمیؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو رات کی تاریکی میں ہم ان کو خوشبو سے پہچان لیتے تھے۔

خطیب بغدادی ابن عساکر ابو نعیم اور دیلمی رحمہم اللہ نے دو سندوں کے ساتھ محمد بن اسماعیل بخاری سے روایت کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:۔

میں سوت کات رہی تھی اور حضور ﷺ جوتے کو سی رہے تھے۔ آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔ اس سے ایسا نور پیدا ہوا کہ میں حیران رہ گئی۔ حضور ﷺ نے میرے بشرہ

سے اندازہ کر کے حیرانی کی وجہ پوچھی، تو میں نے پسینہ اور نور کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ابوکبیر ہذلی کا یہ شعر آپ ﷺ پر صادق آتا ہے۔

ومبرا من کل غبر حیضته   وفساد مرضعته وداء مغیل

واذا نظرت الی اسرة وجهه   برقت بروق العارض المتهلل

ہر وہ بچے ہوئے حیض اور دودھ پلانے والی کے فساد اور جلد ہلاک کرنے والے مرض سے پاک ہے۔ اور جب تم اس کے چہرے کے شکون کو دیکھو گے تو یوں چمکیں گی جیسے برسنے والے بادل کی بجلی چمکتی ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے جوتا رکھ کر کھڑے ہوئے اور میرے پاس آ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا اللہ تمھارا بھلا کرے مجھے یاد نہیں کہ مجھے کبھی ایسی خوشی ہوئی ہو جیسی اس وقت ہوئی ہے۔

نورانی چہرہ

ابونعیمؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین و خوب رو تھے۔ آپ ﷺ کے رنگ میں نورانی کیفیت تھی۔ اس لئے صفت خواں ہمیشہ ماہ کامل سے آپ کے چہرے کو تشبیہ دیتے۔ آپ کے چہرے کا پسینہ موتی کے مانند اور خوشبو میں مثل مشک ختن تھا۔

دارمیؒ نے بنی حریش کے ایک شخص سے روایت کی کہ جب میں نے ماعز بن مالک کو سنگسار ہوتے دیکھا تو خوف کی بنا پر میں لرزنے لگا۔ جب حضور ﷺ کی نظر پڑی تو آپ نے مجھے چمٹا لیا اور آپ کی بغل کا جو پسینہ جو مشک کی خوشبو کی مانند تھا، مجھ پر بہنے لگا۔

بزارؒ نے معاذ بن جبل ؓ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا

رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ! تو میں قریب ہو گیا اور ایسی تیز مہک اور لطیف خوشبو آپ کے جسم سے خارج ہو رہی تھی کہ مشک وعنبر کی خوشبو بھی ایسی نہ ہوتی

حضرت انس ؓ خادم خاص بارگاہ بنوت فرماتے ہیں:-

ماشمت عنبرا قط ولا شیا اطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے کبھی کوئی عنبر کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک شاہ خوباں ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو

حضرت جابر بن سمرہ اپنے محبوب کی اس روح پرورادا کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح خدہ قال فوجدت لیدہ بردا اوریحا کانما اخرجھا من جونہ عطر

یعنی ایک روز سرور انبیاء ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا تو حضور ﷺ کے دست مبارک کی خنکی اور مہک میں نے محسوس کی تو یوں معلوم ہوا کہ جیسے عطار کی صندوقچی سے یہ دست مبارک ابھی ابھی نکالا تھا۔

ایک جگہ مروی ہے، آپ نے فرمایا گل سفید یعنی میرے پسینہ سے شب معراج پیدا ہوئی گل سرخ یعنی گلاب۔ اور گل روز یعنی چمپا براق کے پسینہ سے مروی فرمایا میراج سے واپسی پر میرے پسینہ کا قطرہ کی روئیدگی ہوئی جو کوئی میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب میرے پسینہ کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی اور گلاب کے پھول کو اگایا لیکن محدثین ان حدیثوں کو اپنی ان اصطلاحوں کے بموجب جو وہ رہتے ہیں کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

حضور ﷺ کے وصال کے بعد میں نے جسد اطہر کو غسل دیا۔اس میں کسی آلودگی اور نجاست کا نشان بھی نہ تھا۔ جو عام طور پر ہر میت میں پائی جاتی ہے۔ میں اپنے آقا کی اس حالت میں بھی ایسی نظافت و پاکیزگی کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ میں نے کہا:-

طبت حیاو میتا یا رسول اللہ

آپ زندگی کی حالت میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی حضور طیب و پاکیزہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی حضور ﷺ کے جسم مبارک سے خوشبو دار ہوا کی لپٹیں اٹھتی تھیں۔ اتنی خوشبو دار ہوا میں نے آج تک کہیں نہیں پائی۔

حضور اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک کی خوشبو

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جناب نبی اکرم ﷺ کی رضاعی خالہ ہیں اور رضاعی خالہ ایسی ہی حرام ہوتی ہے، جیسے سگی خالہ حرام ہوتی ہے، اور جیسے سگی خالہ سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی رضاعی خالہ سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر پر آیا کرتے تھے اور ان کے گھر میں آرام بھی فرمایا کرتے تھے۔

جب حضور ﷺ ان کے گھر میں تشریف لاتے، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ کے آرام کے لئے چمڑے کا ایک فرش بچھا دیا کرتی تھیں۔ اس پر حضور اقدس ﷺ آرام فرما ہوتے اور سو جایا کرتے۔

حضور اقدس ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا خاص طور پر نیند کی حالت میں۔ تو ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ کا وہ پسینہ تنکے سے اٹھا اٹھا کر ایک شیشی میں جمع کر لیا کرتی تھیں اور

اس پسینے کو اپنی دوسری خوشبوں میں ملا دیا کرتی تھیں۔ آپ کا پسینہ ملانے کے بعد وہ خوشبو ساری خوشبوؤں سے بڑھ جاتی تھی۔

وہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر میں نبی اکرم جناب رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے تھے اور میں آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے موتی تنکے کے ذریعے ایک شیشی میں جمع کر رہی تھی کہ اسی دوران جناب رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا:۔

حضرت میں آپ کا پسینہ جمع کر رہی ہوں، دنیا میں جتنی خوشبوئیں ہیں ان سب سے اعلیٰ درجے کی خوشبو یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے اور پھر میں اس کو دوسری خوشبو کے ساتھ ملا دیتی ہوں تو وہ اطیب الطیب ہو جاتی ہے یعنی ساری خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو بن جاتی ہے۔

حضور ﷺ کے تھوک مبارک کی برکتیں

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور اکرم ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ وہ اسے پہن کر جس جنگ میں بھی شریک ہوتے، تو انہیں فتح و نصرت حاصل ہوتی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گھر کے کنویں میں اپنا لعاب دہن ڈالا، تو بعد میں مدینہ طیبہ میں اس سے زیادہ شیریں پانی کسی کنویں کا نہ تھا۔

حضور ﷺ کے پاس کوئی زمزم شریف کا ایک ڈول پانی نکال کر لایا۔ آپ نے اس میں لعاب دھن ڈالا تو وہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنی زبان مبارک دی۔ انہوں نے اسے چوسا، تو وہ خاموش ہو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے

وہ پیاس سے رو رہے تھے۔ اور آپ جن شیر خوار بچوں کے منہ میں اپنا لعاب دہن شریف ڈالتے تو یہ انہیں رات تک کافی ہوتا اور وہ بھوک سے نہ بلکتے۔

اس کا تذکرہ حلیہ شریف میں گزر چکا ہے اور ام مالک ﷞ کی حدیث میں ہے کہ ان کے پاس گھی کی ایک کپی تھی۔ جس میں وہ حضور ﷺ کی خدمت گھی بھیجا کرتی تھیں، تو جب تک انہوں نے اسے نچوڑا نہیں، اس میں سے گھی برابر نکالتی رہیں اور وہ کم نہ ہوتا تھا۔

اور اسی دست مبارک اور اس کے چھونے کی برکتوں سے یہ ہے کہ ایک یہودی کے لئے آپ نے کھجور کا درخت بو دیا وہ اسی سال پھل لے آیا۔

اور جب سلمان فارسی ﷛ کے اسلام لانے کے قصہ میں ہے کہ یہودی مالک نے چالیس اوقیہ سونا اور تین سو کھجوروں کے درخت اگانے اور اس کے پھل لانے پر انہیں مکاتب کیا ان تین سو درختوں میں سے ایک کے سوا سب نے پھل دیئے اور وہ درخت بھی حضور ﷺ کے سوا کسی اور نے بویا تھا۔

ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ غالباً اسی ایک درخت کو شاید حضرت عمر ﷛ نے بویا تھا اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان ﷛ نے بویا تھا۔ ممکن ہے کہ دونوں نے اسے مل کر بویا ہو۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اسے اکھیڑ کر دوبارہ بویا، تو وہ اسی سال پھل لے آیا۔ اور مرغی کے انڈے کے برابر سونا لے کر زبان مبارک سے مس فرما کر اس یہودی کو چالیس اوقیہ دے دیا۔ اس کے بعد اس سونے کی ڈلی سے چالیس اوقیہ کے برابر سونا باقی رہ گیا۔ اس طرح حضرت سلمان فارسی ﷛ مکاتبت سے آزاد ہوئے۔

جنش بن عقیل ﷛ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے ستو کا

شربت پلایا۔ اس میں سے کچھ پہلے حضور ﷺ نے پی لیا تھا اور آخر کار مجھے عنایت فرمایا تھا اور میں نے پیا اس کے بعد ہمیشہ جب کبھی بھوک لگتی، اپنے میں سیرابی پاتا رہا اور جب گرمی معلوم ہوتی اور پیاس کی شدت ہوتی، تو خنکی و ٹھنڈک محسوس کرتا۔

حضور ﷺ کی دعا کی برکتیں

آپ کی انہیں برکات سے بکریوں کے دودھ کے واقعات ہیں۔ مثلاً ام معبد اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بکریوں کا قصہ اور دائی حلیمہ سعدیہ جو کہ حضور ﷺ کی مرضعہ ہیں۔ ان کی بکری اور ان کے اونٹ کا قصہ یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس بکری کا قصہ، جسے ابھی تک نر نے چھوا تک نہ تھا، اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی بکری کا قصہ وغیرہ

آپ کی انہیں برکات میں سے یہ ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کو ایک مشکیزہ کا منہ باندھ کر سفر کے لئے توشہ دیا اور دعا فرمائی۔ جب نماز کا وقت آیا، تو وہ اترے اور اس مشکیزہ کو کھولا، تو دیکھا اس میں نہایت شیریں دودھ ہے اور اس کا جھاگ دہانے پر موجود ہے۔

اور عمر بن سعد کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور برکت کی دعا کی تو ان کی اسی سال کی عمر ہوئی مگر ہنوز جوان تھے اور بحالت جوانی ہی جہان سے گذرے۔

صاحب شفا فرماتے ہیں کہ اس قسم کے بے شمار قصص و حکایات روایت کی گئی ہیں۔

اور قیس بن زید جذامی کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی۔ چنانچہ سو سال کی عمر میں جب کہ ان کا تمام سر سفید تھا، مگر وہ حصہ جہاں حضور ﷺ نے دست مبارک پھیرا تھا، سیاہ تھا۔ عابد بن عمرو روز حنین مجروح ہو گئے تھے، تو حضور ﷺ نے ان کے چہرے کو پاک و صاف فرما کر دعا فرمائی، تو ان کا چہرہ ہمیشہ چمکا کرتا تھا، اور غران کا نام پڑ گیا۔ ایک اور شخص کے چہرے پر حضور ﷺ نے دست مبارک پھیرا تھا تو اس کا چہرہ

ہمیشہ نورانی رہتا تھا۔

حضور ﷺ نے برکت کی دعا مانگی تو لوگوں میں ان کا سر طویل حسین جمیل اور خوبصورت ہو گیا۔

حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کی برکتیں

سیدہ زینب ام سلمہ کے چہرے پر حضور ﷺ نے پانی کے چھینٹے دیئے، تو ان کا چہرہ ایسا حسین و جمیل ہو گیا کہ کوئی اور عورت ایسے حسن و جمال کی دیکھی نہ گئی۔ کہتے ہیں کہ یہ پانی کے چھینٹے مارنا از روئے مزاح و ہزل تھا۔

حضرت حنظلہ بن جذیم ؓ کے سر پر حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھا اور برکت کی دعا فرمائی تو ان کا یہ حال تھا کہ وہ لوگ جن کے چہرے متورم ہوتے، آتے یا ان بکریوں کو لایا جاتا، جن کے تھن متورم ہو جاتے، تو حضرت حنظلہ ؓ اس مقام سے مس کراتے، جہاں حضور ﷺ نے دست مبارک رکھا تھا، اور اسی وقت ان کا ورم جاتا رہتا۔

ایک اور بچے کے سر پر دست مبارک پھیرا، اس کے سر میں گنج تھا۔ وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا اور اس کے بال برابر ہو گئے۔ دوسرے بچے جو بیمار و دیوانہ لائے جاتے اور کوئی بچہ بھی کہ جسے دیوانگی اور آسیب ہوتا، حضور ﷺ اس کے سینے پر دست مبارک مارتے تو اس کی دیوانگی اور آسیب جاتا رہتا۔

عتبہ بن فرقد ؓ ایک شخص تھا، جس کی بیویاں تھیں۔ اور وہ سب ایک دوسرے سے بڑھ کر خوشبوئیں ملا کرتیں تھیں۔ لیکن عتبہ ؓ کی خوشبو ان سب پر غالب رہتی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے عارضہ نملہ کی وجہ سے اس کے شکم اور پشت پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔

آپ کے دست مبارک کے عظیم ترین معجزات میں روز حنین ایک مٹھی خاک لے کر کفار کے چہروں پر پھینکنا اور ان شریروں کی آنکھوں میں ڈالنا ہے اور کفار کے غلبہ پانے کے بعد اس معجزے کی وجہ سے ان کو ہزیمت اٹھانا اور بھاگ کھڑا ہونا پڑا اور اس سے اسلام کو کامیابی کی راہ نصیب ہوئی۔

حضور ﷺ کے پیر مبارک کی برکتیں

اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر حضور اکرم ﷺ کے سواری کرنے کے بعد آپ کی برکت سے اس میں تیزی و سبک رفتاری پیدا ہو گئی۔ باوجودیکہ آپ کی سواری سے پہلے وہ گھوڑا انتہائی تنگ گام اور سست رفتار تھا۔ پھر وہ ایسا ہوا کہ چلنے اور مقابلہ کرنے میں کوئی گھوڑا اس کی مماثل نہ تھا۔

اسی طرح حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سست رفتار دراز گوش گدھے پر سوار ہونا، پھر واپسی کے وقت ترکی گھوڑے کی مانند اس میں تندرستی و تیزی کا پیدا ہونا ہے، اور کوئی جانور اس کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ گھوڑے کی پشت پر بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کے سینہ پر دستہ مبارک مارا، تو وہ عرب میں سب سے بڑھ کر گھوڑا سوار اور جم کر بیٹھنے والے بن گئے۔

انہیں برکتوں میں سے ہے کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بدر میں ان کی تلوار ٹوٹ جانے کے بعد درخت کی ٹہنی دے دی گئی، اور وہ ٹہنی شمشیر براں بن گئی۔ پھر اس سے عکاشہ ہمیشہ ہر مواقف و مشاہد میں قتال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مرتدین سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے انہوں نے اس تلوار کا نام عون یعنی مددر کھا تھا۔ اسی طرح جب روز احد عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو کھجور کی ٹہنی دی گئی، تو وہ اس سے لوگوں کو قتل کرتے رہے، جن کے ہاتھوں میں تلوار تھی۔

باب نمبر ۲۲

جانِ دو عالم ﷺ کے اسماء مبارک

فرمان الٰہی ہے:۔محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن میں پانچ جگہ نام آیا ہے۔چار جگہ محمد (ﷺ) ایک جگہ احمد (ﷺ) کسی جگہ بھی محمد ﷺ کو رسالت سے خالی ذکر نہیں کیا......**وما محمد الا رسول**......دوسری جگہ......**ما کان محمد ابا احد من رجالکم ،ولکن رسول اللہ**......تیسری جگہ......**محمد رسول اللہ والذین معه**...... محمد ﷺ کے ساتھ رسول آرہا ہے۔

چوتھی جگہ......**وامنوا بما نزل علی محمد وھوا لحق**۔

یہاں حق بمعنی رسالت کے ہیں۔یہ حق ہے،اس رب کی طرف سے،پھر پانچویں جگہ احمد (ﷺ) ہے۔ وہاں رسول پہلے ہے، احمد (ﷺ) بعد میں ہے ......**ومبشر** عیسیٰ میں کہہ رہے ہیں کہ میں تمھیں بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو آئے گا......**یاتی من بعد اسمه احمد**......میرے بعد نام اس کا احمد (ﷺ) ہوگا

بخاری نے تاریخ صغیر میں علی بن زید کی سند سے آخری شعر کو ابو طالب سے منسوب کیا ہے۔

بعض روایتوں میں مذکور رہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اس اسم شریف کے ساتھ تخلیق عالم سے ہزار سال پہلے موسوم فرمایا اور ابن عساکر کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا:۔

اے فرزند! تم میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو۔ جب بھی تم خدا کا ذکر کرو، تو ساتھ ہی اسم محمد (ﷺ) کو یاد کرنا۔ اس لئے کہ میں نے اس نامہ مبارکہ کو ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے حالانکہ میں روح اور مٹی میں تھا۔ اس کے بعد میں نے تمام آسمانوں کی سیر کی، وہاں میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی، جہاں اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہو۔

بلاشبہ میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا اور میں نے جنت کا کوئی محل اور کوئی دریچہ ایسا نہ دیکھا، جس میں اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہو، اور میں نے حورالعین کی پیشانیوں پر اور طوبیٰ کے درخت کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر پتہ پر اور اطراف حجابات پر اور فرشتوں کی آنکھوں پر نام محمد ﷺ لکھا دیکھا ہے۔ لہٰذا اے فرزند ذکر محمد ﷺ بہت زیادہ کرنا۔

مدارۃ النبوۃ

بعض علماء کا قول ہے کہ رسول ﷺ کے ایک ہزار نام ہیں۔ کچھ قرآن کریم مذکور ہیں اور کچھ احادیث اور کتب سابقہ میں ہیں۔

عظیم تر اور مشہور تر اسم نبوی ﷺ وصل صاحب مواہب لدنیہ نے حضور ﷺ کے اسماء شریفہ چار سو سے زیادہ شمار کرائے ہیں، اور سب سے زیادہ مشہور و اعظم اسم مبارکہ احمد ﷺ و محمد ﷺ ہیں۔ جو کہ بمنزلہ اسم ذات ہیں اور دیگر اسماء صفاتی ہیں اور یہ دونوں نام بھی حقیقت میں ایک اسم ہیں۔

روایتوں میں مذکور ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس اسم شریف کے ساتھ تخلیق عالم سے ہزار سال پہلے موسوم فرمایا۔ اور ابن عساکر کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا:۔

اے فرزند تم میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو۔ تم عماد، تقویٰ اور عروہ وثقی کو تھامے رہنا اور جب بھی تم خدا کا ذکر کرو، تو ساتھ ہی اسم محمد ﷺ کو یاد کرنا۔ اس لئے کہ میں نے اس نام مبارک کو ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے۔ حالانکہ میں روح اور مٹی میں تھا۔ اس کے بعد میں نے تمام آسمانوں کی سیر کی وہاں میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جہاں اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہو۔

بلاشبہ میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا اور میں نے جنت کا کوئی محل اور کوئی دریچہ ایسا نہ دیکھا، جس میں اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہو اور میں نے حورالعین کی پیشانیوں پر اور طوبیٰ کے درخت کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر پتہ پر اور اطراف حجابات پر اور فرشتوں کی آنکھوں پر نام محمد ﷺ لکھا دیکھا ہے۔

لہٰذا اے فرزند ذکر محمد ﷺ بہت زیادہ کرنا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی مصیبت کے وقت پڑھتے:

اللھم بحق محمد اغفر لی خطیتی

اور ایک روایت میں آیا ہے...... **تقبل توبتی خدا وند امحمد** ﷺ...... کے واسطے سے میری مغفرت فرمادے۔ اور میری توبہ قبول فرمالے۔

حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تم نے محمد ﷺ کو کہاں سے پہچانا؟ عرض کیا میں نے جنت میں ہر جگہ لکھا دیکھا تھا...... **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ...... ایک روایت میں ہے کہ لکھا ہوا ہے کہ وہ میرا رسول ہے، تو میں نے جان لیا کہ وہ تیرے نزدیک ساری مخلوق سے افضل واکرم ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کے نزدیک حق تعالیٰ کا ارشاد:۔

......**تلقی ادم من ربه کلمات**...... کی تفسیر وتاویل ہے۔

محمد (ﷺ) احمد (ﷺ) دونوں اولین نام ہیں۔ مگر کتاب شفا میں یہ لکھا ہے کہ ان دونوں ناموں، یعنی محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) میں آنحضرت ﷺ کی زبردست نشانیاں اور عظیم خصوصیات چھپی ہوئی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دوناموں کو اس سے محفوظ رکھا کہ یہ نام آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی دوسرے کے نہ رکھے جائیں۔ ان دونوں ناموں میں سے جہاں تک احمد (ﷺ) نام کا تعلق ہے، یہ پرانی کتابوں (یعنی آسمانی کتابوں) میں آیا ہے اور انبیاء کو آنحضرت ﷺ کے ظہور کے متعلق اسی نام سے خوشخبری دی گئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے اس نام کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے، جب سے کہ دنیا پیدا کی گئی اور آنحضرت ﷺ کی زندگی میں یہ نام یعنی احمد (ﷺ) کسی دوسرے شخص کا نہ رکھا جائے اور نہ کوئی شخص اس لفظ سے پکارا جائے تاکہ کمزور اعتقاد لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ نہ پیدا ہو۔ یعنی تاریخی کتابوں میں اگر یہ نام آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی کا ہوتا، تو کمزور اعتقاد کے لوگ اس شک میں مبتلا ہو سکتے تھے کہ ان میں آنحضرت ﷺ کس زمانے کے ہیں۔

یہ نام انبیاء علیہم السلام میں آپ کی خصوصیت

چنانچہ یہ نام رکھا جانا بھی ان تمام لوگوں پر آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے۔ جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں۔ مگر حافظ سیوطی نے کتاب خصائص صغریٰ میں اس کے متعلق جو لکھا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس نام یعنی احمد ﷺ رکھے جانے کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیات، صرف انبیاء پر ہیں۔ یعنی انبیاء میں آپ کے سوا کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔ البتہ عام لوگوں کا یہ نام رکھا گیا۔

احمد (ﷺ) و محمد (ﷺ) میں لغوی فرق

اسی بناء پر بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ناموں میں احمد (ﷺ) نام کو محمد (ﷺ) نام پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ علامہ صلاح صفدی کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے احمد (ﷺ) نام محمد (ﷺ) سے زیادہ اونچا ہے۔ اس کی فضیلت عربی زبان کے اس قاعدے کے تحت ہے، جس کے مطابق لفظ احمر بہت سرخ اور لفظ اصفر بہت زرد۔

محمد (ﷺ) اور مصفر کے مقابلے میں معنی کے لحاظ سے زیادہ پرزور ہیں۔
غالباً احمد نام کی فضیلت اس لئے ہے کہ یہ افعل التفصیل کا صیغہ ہے۔ افعل التفصیل عربی کا ایک وزن ہے، یعنی افعل ہے۔ وہ وزن لفظ کے معنی میں زیادتی ہو جائے گی۔ مثلاً لفظ حامد ہے، جس کے معنی ہیں، تعریف کرنے والا۔

اس کو جب افعل کے وزن پر لائیں گے تو یہ احمد ہو جائے گا، اور اب اس کے معنی میں زیادتی ہو جائے گی۔ یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

اسی لئے علامہ اصلاح صفدی کہتے ہیں کہ احمد نام محمد کے مقابلے میں معنی کے لحاظ سے زیادہ اونچا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد تعریف کرنے والوں میں، سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کی انہی خوبیوں اور حمد وثناء کی وجہ سے آپ ﷺ کے لئے مقام محمود میں وہ مقام عطا ہوا جو آپ ﷺ سے پہلے کبھی کسی کے لئے نہیں کھولا گیا۔

احمد و محمد اور حماد کے معنی

مگر کتاب ہدی میں یہ لکھا ہے کہ اگر آپ ﷺ کا نام نامی احمد اس لحاظ سے

ہے کہ آپ اپنے رب کی بہت حمد و ثناء اور تعریف کرنے والے ہیں۔ تو زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ آپ ﷺ کا نام حماد ہوتا۔ کیونکہ اس کے معنیٰ میں اور بھی زیادہ شدت ہے۔ یعنی بہت ہی زیادہ تعریف کرنے والا۔ جیسا کے آپ کی امت کو اس نام سے یاد کیا گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نام یعنی احمد کا مطلب یہ ہے:-

''وہ شخص! جس کی آسمان والے، اور زمین والے، اور دنیا والے، اور آخرت والے، سب تعریف کریں۔

یہ تعریف آپ ﷺ کی ان خوبیوں اور عمدہ صفات کی وجہ سے ہے، جن کا شمار کرنا اور جن کا اندازہ کسی شخص کی طاقت میں نہیں ہے۔ یعنی آپ اس کے تمام مخلوقات سے زیادہ حقدار اور مستحق ہیں کہ آپ کی تعریف کی جائے۔ چنانچہ احمد نام محمد کے معنی میں ہے۔ محمد یعنی جس کی تعریف کی جائے۔ اب گویا لفظ احمد میں یہ فعل یعنی تعریف و حمد کرنا وہ فعل نہیں ہے جو فاعل یعنی آنحضرت ﷺ سے واقع ہو رہا ہے۔ بلکہ یہ حمد اور تعریف کرنے کا فعل ایک ایسا فعل ہے جو دوسروں سے سرزد ہو رہا ہے اور آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات اس فعل کا وہ مفعول ہے۔ جس پر یہ فعل واقع ہو رہا ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ آپ کے نام نامی احمد کا مطلب یہی نہیں ہے کہ آپ سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں، بلکہ یہ محمد کے معنی میں ہے کہ وہ ذات جس کی زمین و آسمان والے بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ مگر اسی طرح محمد اور احمد کے معنیٰ میں ایک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کا باریک اور لطیف لفظ بتلاتے ہیں کہ اب محمد اور احمد کے معنیٰ میں یہ فرق ہو گا کہ محمد تو وہ جس کی لوگ بہت زیادہ تعریف کریں۔ اور احمد وہ کہ لوگ جن کی تعریف کرتے ہیں ان میں اس کی تعریف سب سے زیادہ فضیلت والی ہو۔

سب سے زیادہ لائق تعریف شخصیت

چنانچہ آگے شفا کے حوالے سے یہ بیان آئے گا کہ آنحضرت ﷺ احمد المحمودین اور احمد الحامدین ہیں۔ یعنی جن کی تعریف کی جاتی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی تعریف کی گئی اور جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے ہیں، ان میں سب سے زیادہ تعریف کرنے والے، بھی آنحضرت ﷺ ہیں۔

اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ احمد میں تعریف وحمد کا فعل وہ فعل ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے بجائے دوسروں سے آپ کی ذات کے لئے واقع ہو رہا ہے۔ اور ساتھ ہی حمد تعریف کرنے کا فعل وفعل بھی ہے۔ جو فاعل یعنی آنحضرت ﷺ سے ہی سرزد ہو رہا ہے۔ چنانچہ مطلب یہ ہوا:۔

> آپ ﷺ ہی وہ ہیں، جو اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ حمد وثناء فرمانے والے ہیں اور آپ ﷺ ہی وہ ذات ہیں، جن کی حمد وتعریف تمام مخلوق نے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ افضل اور اعلیٰ انداز میں کی۔

سب سے زیادہ حمد کرنے والے:۔

مگر علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ آپ احمد پہلے ہیں اور محمد بعد میں ہیں۔ یعنی آپ کی تعریف دوسروں نے بعد میں کی، اس سے پہلے آپ کی شان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وثناء بیان کرنے والے ہیں۔ گویا کتاب شفا کی مصنف قاضی عیاض کی رائے کے برخلاف علامہ سہلی ''احمد'' کے معنی یہی لیتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف کرے۔

اسی لئے علامہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی یہ شان پہلے ہے کہ آپ ''احمد'' یعنی اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف اور حمد وثناء بیان کرنے والے ہیں۔ اسی لئے

آپ کا تذکرہ محمد نام کے مقابلے میں احمد نام کے ذریعہ پہلے کیا گیا۔ اس بات کی تفصیل آگے آرہی ہے، کیونکہ دوسروں کے ذریعہ آپ کی تعریف ہونے کی شان، آپ میں بعد میں ہے۔ اس سے پہلے آپ کی شان ہے کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کی بہت زیادہ تعریف بیان فرماتے ہیں۔ علامہ سہیلی نے اس پر بہت مفصل کلام کیا ہے۔

محمد (ﷺ) نام میں زیادہ تعظیم

شافعی علماء میں کسی نے لکھا ہے کہ احمد نام میں وہ تعظیم اور احترام نہیں ہے، جو محمد نام میں ہے۔ اس لیے کہ یہی نام یعنی محمد ﷺ آپ کے ناموں میں سب سے زیادہ مشہور اور افضل ہے۔ اسی لئے نماز کے دوران تشہد یعنی التحیات میں محمد کے بجائے احمد کہنا کافی نہیں ہے۔

محمد (ﷺ) کے معنے

تو میرے بھائیو! حمد سے مشتق ہے اور اسم مفعول ہے اور اس کا معنی ہے......

الذی یحمد حمد بعد حمد ...... جو بار بار اور متواتر تعریف کیا جائے، اور ہر آن، ہر زمان جس کی نعت پڑھی جائے۔ یعنی جو وجود، باوجود سر تا پا حمد و تعریف کے لائق ہو۔ اور ہر لمحہ و ہر ساعت، جس کی حمد و ثناء بیان کی جاتی رہے اور جو عیوب و نقائص سے پاک ہو وہ محمد ہے۔

میرے دوستوں! خدا کو علم تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے، جو میرے محبوب کے بزعم خویش نقائص بیان کیا کریں گے۔ اور ہمیشہ بکواس ہی کیا کریں گے۔ خدا تعالیٰ کی حکمت دیکھئے کہ اپنے محبوب کا نام ہی رکھ دد...... **محمد** ...... کہ اگر کوئی بے دین، میرے محبوب کی بدگوئی کرنے لگے گا، تو میرے محبوب کا نام ہی تو لے کر کچھ بکے

گا، تو اللہ تعالیٰ نے محبوب کا نام بھی تو ایسا رکھا کہ کوئی بے دین جب بھی یہ نام لے کر بکنے لگے، تو بدگوئی سے پہلے وہ محمد کہہ کر اس کا اقرار کرے، کہ یہ حمد و ثنا ہی کے لائق اور عیوب و نقائص سے پاک ہی ہے۔ مگر آگے جو کچھ میں بھی بکنے لگا ہوں، وہ میری اپنی ذاتی بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مقبول شاعر اور نعت خواں تھے۔ یہ حضور کی نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ اور حضور خوش ہو کر دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم ایدہ بروح القدس

اے اللہ حسان کی روح قدس کے ساتھ احسان فرما

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضور ﷺ کا اسم مبارک، آپ کے دادا حضرت عبد المطلب کی زبان مبارک پر رکھا۔ لوگوں نے عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ کیوں آپ نے اپنے فرزند کا نام محمد رکھا؟ حالانکہ یہ نام آپ کے اجداد اور آپ کے خاندان میں کسی کا نہ تھا؟ جواب میں فرمایا کہ اس بنا پر کہ میں امید رکھتا ہوں کہ سارا جہان اس کی تعریف و ستائش کرے۔

اور منقول ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا کہ گویا ان کی پشت سے چاند کی ایک زنجیر نکلی ہے، جس کا ایک سرا آسمان میں ہے، اور دوسرا مشرق و مغرب میں۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ زنجیر ایک درخت بن گیا ہے۔ جس کے ہر پتے پر نور ہے اور مشرق و مغرب کے لوگ اس سے معلق ہیں۔

اس زمانہ کے تعبیر گویوں نے تعبیر دی کہ ان کے صلب سے ایک بچہ پیدا ہوگا، جس کی مشرق و مغرب والے پیروی کریں گے، اور آسمان و زمین کے لوگ اس کی حمد و

ستائش کریں گے۔ اس بنا پر محمد ﷺ نام رکھا۔ یا وہ گفتگو ہے، جو حضرت عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سے فرمائی، آپ نے فرمایا:۔

مجھے خواب میں بتایا گیا تھا، اے آمنہ! تم اس مولود کی حاملہ ہو، جو اس امت کا سردار ہے، جب تم سے وہ تولد ہو، تو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔

اہل علم بیان کرتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی نشانیوں میں سے ہے، کہ آپ سے پہلے کسی کا نام محمد نہ رکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے اس نام معظم کی حفاظت وصیانت اپنے ذمہ لے لی تھی، تا کہ اس نامہ مبارک میں کسی کے ساتھ اشتراک واشتباہ نہ رہے۔

لیکن جب حضور اکرم ﷺ کے ظہور عالم تاب کا زمانہ قریب آیا۔ تو آپ کے قریبی زمانہ کے اہل کتاب کو بشارتیں دیں، اور حضور ﷺ کا اسم شریف اس نے بتایا۔ بعض قبیلہ کے لوگوں نے اپنے بچوں کا نام اس امید پر رکھا کہ شاید یہی وہ ہو جائے۔

واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

حضور ﷺ کے عصر مبارک سے پہلے، اہل عرب میں سے کسی باپ نے اپنے کسی بچے کا نام احمد نہیں رکھا تھا۔ لیکن انبیاء سابقین نے حضور ﷺ کا یہ نام لے کر بشارتیں دی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے کسی کو یہ توفیق نہیں دی کہ وہ کسی اپنے بچے کا نام احمد رکھے۔ تا کہ ایسے بچے کا وجود کسی اشتباہ کا باعث نہ ہو، اور کوئی شخص اس لئے گمراہ نہ ہو جائے کہ قرآن میں آنے والے نبی کا نام احمد ہے اور اس کا نام بھی احمد ہے ممکن ہے یہ وہی ہے۔

اسی طرح محمد بھی اہل عرب میں حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے کسی شخص کا نام نہیں تھا البتہ جب حضور ﷺ کی بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچا، تو تمام قبائل وشعوب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے، اور اس نبی کا نام محمد

(ﷺ) ہوگا۔ اس لئے بعض لوگوں نے اس وجہ سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید اس کا بیٹا وہ خوش نصیب ہو، جس کے سر پر عنقریب نبوت کا تاج سجایا جانے والا ہے۔ اس کے باوجود صرف چھ آدمی ایسے ملتے ہیں جن کا نام ان کے والدین نے محمد رکھا۔

میں محمد (ﷺ) ہوں، احمد (ﷺ) ہوں

عن جبیر ابن مطعم قال سمعت النبی ﷺ یعقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحق اللّٰہ بی الکفر و انا الحاش الذی یحش الناس علیٰ قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبتی .(بخاری)

حضرت جبیر ابن مطعم سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں ان میں سے میرا مشہور نام محمد ہے، اور دوسرا نام احمد ہے۔ اور میرا نام ماحی ہے کہ مٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ساتھ میرے یعنی میری دعوت وتبلیغ کے ساتھ کفر کو اور میرا نام حاشر بھی ہے کہ اٹھائے جائیں گے لوگ قویامت میں سیرے قدم پر اور میرا نام عاقب بھی ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ہم قارئین کی خدمت میں ان پیارے پیارے ناموں کا ذکر کرتے ہیں، جن سے یا تو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو موسوم فرمایا، یا رحمت عالم ﷺ نے ان اسرار سے پردہ اٹھایا۔ یا جو مقبولان بارگاہ خداوندی کی زبان سے ادا ہوئے۔ حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں:۔

قال رسول الله ﷺ لی خمسة اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو الله بی الکفر وانا الحاشر وانا العاقب .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں میں محمد ﷺ ہوں ، میں احمد ﷺ ہوں ، میں الماحی ﷺ ہوں ، میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے کفر کو مٹا دے گا میں الحاشر ہوں ، یعنی میں سب سے پہلے قبر انور سے نکلوں گا ، میرے بعد قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ میں العاقب ہوں یعنی تمام انبیاء کے بعد آنے والا

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اپنے حبیب کو ان دو ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔

محمد رسول الله (الفتح ۲۹)

ماکان محمد ابا احد من رجا لکم الایته (الاحزاب : ٦٠)

یاتی من بعدی اسمه احمد (الصف ٦)

اللہ تعالیٰ نے جن ناموں سے اپنے محبوب کو مشروب فرمایا ہے، یہ حضور کے نام بھی ہیں اور ان میں حضور ﷺ کی مدح وثنا بھی ہے، اور ان میں اظہار تشکر بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لی خمسة اسماء :انا محمد ،وانا احمد ،وانا الماحی الذی یمحو الله بی الکفر ،وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی .

میرے پانچ اسمائے گرامی ہیں، میں محمد ﷺ بھی ہوں، میرا نام احمد ﷺ بھی ہے، میرا نام ماحی ﷺ بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک میرے ذریعہ کفر کو ملیا میٹ کریں گے میں حاشر ﷺ بھی ہوں، اس سے مراد یہ ہے کہ میرا تمام لوگوں سے پہلے حشر ہوگا۔ دوسرے سب میرے بعد میں میدان حشر میں آئیں گے میں عاقب ﷺ ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو رؤف اور رحیم کے اسم گرامی سے بھی سرفراز فرمایا۔
رسول اللہ ﷺ نے بذات خود اپنے اسمائے گرامی قدر بیان فرمائیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد اور احمد بھی ہوں، اور میں مقفی بھی ہوں۔ میں نبی توبہ بھی ہوں اور میں نبی رحمت بھی ہوں۔
(مقفی کا معنی ہے کہ انبیائے کرام میں سے سب سے آخر میں آنے والے ہیں)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔
لوگوں میں تمھارے لیے کیوں نہ تعجب خیز ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کی دشنام طرازیوں اور ان کی لعن طعن سے کیسے حیرت انگیز طریقہ سے محفوظ رکھا ہے؟ یہ لوگ مذمم (جس کی مذمت کی جائے) پر سب وشتم اور ملامت کرتے ہیں۔ جبکہ میں محمد ﷺ ہوں۔
اولین کا نبی ...... آخرین کا نبی ...... نبیوں کا نبی ...... انسانوں کا نبی ...... جنات کا نبی ...... حشرات کا نبی ...... نباتات کا نبی ...... جمادات کا نبی ...... چوپائے کا نبی ...... دوپائے کا نبی ...... سمندری مخلوق کا نبی ......
ایک ایک چیز نے آپ کی نبوت کی گواہی دی درخت بولا ...... اشھد انک رسول اللہ ...... جانور بولا ...... اشھد انک رسول اللہ ...... مردے بولے ...... اشھد انک رسو ل اللہ ......
نبیوں سے اقرار کروایا: بولو! میرا آخری نبی تمھارے زمانہ میں آئے، تو تمھیں ان پر ایمان لانا پڑے گا۔ اولین اور آخرین کا نبی بنایا، اول بھی وہ آخر بھی۔
وہ محمد ﷺ نام ...... احمد ﷺ نام ...... فاتح ﷺ نام ...... خاتم ﷺ نام ...... حاشر ﷺ نام ...... عاقب ﷺ نام ...... ابوالقاسم ﷺ نام ...... طٰہٰ ﷺ نام ...... یٰسین ﷺ نام

اسم محمد (ﷺ) نام لکھنے کی برکت

خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اسم مبارک پر نام رکھنا، مبارک و نافع اور دنیا و آخرت میں حفاظت میں لینے والا ہے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:۔

بارگاہ حق میں دو بندے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس پر حق تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمائے گا۔

یہ دونوں بندے عرض کریں گے، اے خدا! کس چیز نے ہمیں جنت کا اہل اور مستحق بنایا؟ حالانکہ ہم نے کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ بجز اس کے کہ تیری رحمت سے ہم جنت میں جانے کے امیدوار تھے۔ اس پر اللہ رب عزوجل فرمائے گا:۔

جنت میں داخل ہو جاؤ، اس لئے کہ ہم نے اپنی ذات کی قسم اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ میں اسے ہرگز جہنم کی آگ میں نہ بھیجوں گا، جس کا نام احمد ﷺ یا محمد ﷺ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا:۔

مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی! کسی ایک پر عذاب نہ کروں گا، جس کا نام تمھارے نام پر ہے۔

اسم محمد (ﷺ) کے علاوہ آپ کے دوسرے نام

صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے اسماء وصفات قرآن کریم میں بہت آئے ہیں، جن کو بعض نے شمار بھی کیا ہے اور بعض عدد مخصوص تک پہنچاتے ہیں۔

چنانچہ وہ ننانوے تک موافق اسماء وصفات الٰہی پہنچاتے ہیں۔ یہ تصریح کتاب مستوفی میں مذکور ہے، اگر کتب سابقہ اور قرآن وحدیث میں جستجو اور تلاش کیا جائے۔ تو تین سو تک نام پہنچتے ہیں۔

میں نے قاضی ابوبکر بن العربی کی کتاب احکام القرآن میں دیکھا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے بھی ہزار نام ہیں۔ آپ کے اوصاف جدا جدا ہیں۔ ہر وصف سے ایک نام بنتا ہے۔

بعض صفات آپ کے ساتھ مختص اور آپ پر غالب ہیں اور بعض مشترک۔ جب آپ کی صفات کے ہر وصف کو ایک نام دیں، تو آپ کے اوصاف اس عدد تک پہنچ جائیں گے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ جائیں گے۔ بلاشبہ قرآن کریم میں آپ کے اسماء والقاب میں:۔

نور (ﷺ) سراج (ﷺ) منیر (ﷺ) روشن (ﷺ) آفتاب (ﷺ)
منذر (ﷺ) نذیر (ﷺ) مبشر (ﷺ) بشیر (ﷺ) شاہد (ﷺ)
شہید (ﷺ) الحق (ﷺ) المبین (ﷺ) خاتم النبیین (ﷺ) والامین
العزیز (ﷺ) الحریص (ﷺ) الرؤف (ﷺ) الرحیم (ﷺ) قدم (ﷺ)
صدق (ﷺ) خدا کے اس ارشاد میں کہ

وبشر الذین امنو ان لھم قدم صدق عندربھم اور رحمۃ للعلمین العروۃ الوثقی اصراط المستقیم طہ یٰس النجم الثاقب الکریم النبی الامی الحق البرھان

اللہ تعالیٰ کی اپنے حبیب سے نرالی محبت

آپ نے فرمایا:-میرے رب نے میرے دس نام رکھے ہیں۔میرا نام،

محمد(ﷺ) و احمد(ﷺ) والماحی(ﷺ)

والحاشر(ﷺ)والعاقب(ﷺ)

والفاتح(ﷺ)والخاتم(ﷺ)وابو القاسم(ﷺ)

وطه(ﷺ)و یسین(ﷺ)

میرا نام محمد(ﷺ)رکھا،احمد(ﷺ)رکھا۔

☆...... ماحی(ﷺ)............کفر کو مٹانے والا

☆...... حاشر(ﷺ)............جس کے قدموں سے حشر ہو۔

☆...... عاقب(ﷺ)............پیچھے آنے والا

☆...... فاتح(ﷺ)............پہل کرنے والا

☆...... خاتم(ﷺ)............آخری مہر لگانے والا

☆...... ابو القاسم(ﷺ)......قاسم کا باپ

طٰہٰ، یسین ان دو کا مطلب اللہ کو پتہ ہے اور اسکے رسول کو پتہ ہے۔کسی کو کوئی پتہ نہیں ہے۔کبھی نام محمد کبھی احمد کبھی حاشر کبھی ماحی یہ کثرت اسماء کیوں ہے؟ آپ ذرا ایک ماں کو دیکھیں،گود میں لئے بیٹھی۔میرا عبدالرحمٰن،میرا چاند،میرا سورج ،میرا لاڈلا،میرا مکھن،میرا پیڑا۔وہ صرف عبدالرحمٰن کیوں نہیں کہتی؟

کبھی مکھن،کبھی پیڑا،کبھی چاند،کبھی جگر،کبھی دل،کیوں؟کیا وجہ ہے؟کہ پیچھے محبت اتنی ہے کہ صرف میرے عبدالرحمٰن کہنے سے پوری نہیں ہوتی۔محبت کا بہاؤ زیادہ ہے،الفاظ تھوڑے ہیں۔یا اور سمجھیں۔غصہ چڑھ جائے،تو ایک گالی سے تو

گزارہ نہیں ہوتا۔ پھر پوری تسبیح جب تک نہ پڑھے، تو وہ غصہ نہیں نکلتا۔

تو محبت کا بہاؤ ہے کہ صرف محمد (ﷺ) کہنے سے ادا نہیں ہو رہی ہے۔
احمد (ﷺ) اس سے بھی پوری تسبیح نہیں ہوئی، ماحی (ﷺ) اس سے بھی دل نہیں بھرا۔
حاشر (ﷺ) بھی بھی جی نہیں بھرا۔ خاتم (ﷺ) پھر بھی جی نہیں بھرا۔ ابوالقاسم
(ﷺ) پھر بھی جی نہیں بھرا۔ طٰہٰ (ﷺ) اور یسین اور سوا پانچ سو (۵۲۵) نام، آپ کے
قرآن حدیث اور پہلی کتابوں میں۔ یہ دس تو ایک حدیث میں، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب
نے فرمایا کہ میرے اللہ نے میرے دس نام رکھے ہیں

محبوب کبریاء کی عالمی رفاقت

پتھر کے پاس سے گزرتے، پتھر کہتا: السلام علیکم یا رسول اللہ......
درخت کے پاس سے گزرتے، درخت کہتا: السلام علیکم یا رسول اللہ
...... تنے پر ٹیک لگا کے جمعے کا بیان کرتے۔ مجمع پیچھے تک بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا یا
رسول اللہ، ہم منبر بناتے ہیں۔ آپ منبر پہ کھڑے ہوں تا کہ سب کو نظر آئیں۔

آپ نے فرمایا: بناؤ۔ جمعے کا دن، منبر بنا، رسول خدا (ﷺ) گھر سے نکلے۔
منبر پہ قدم رکھا، تنے نے دیکھا، آج تو رسول اللہ (ﷺ) سے جدائی ہو گئی۔

......فحن حسین العشار ......

وہ تنا اتنے زور سے چیخا جیسے حاملہ اونٹنی دس ماہ کی چیختی ہے۔
اور ایسا رویا کہ مسجد گونجنے لگی۔ آپ واپس مڑے اور اسے یوں گلے سے لگایا۔ آپ
نے سرگوشی کی:

......اترضی ان تکون نخل الجنتہ، ویا کل منک اھلھا......
کہا تو یوں کر مجھ سے سودا کر میں منبر پہ جاتا ہوں کہ لوگوں کو نظر نہیں آتا

اور اس جدائی کے بدلے میں، میں تجھے جنت کا درخت اللہ سے
بنواتا ہوں، جنتی تیرے میوے کھائیں گے۔

تین فٹ کی جدائی برداشت نہیں کر سکا، اور زار و قطار رونے لگا۔ حضرت حسن بصری جب یہ حدیث بیان کرتے تو روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ کہتے اے لوگو! بے جان خشک لکڑی اللہ کے رسول کی جدائی پر روتی ہے، ہمارے دلوں کو کیا ہوا ہے کہ ہم اس پر نہیں روتے؟

آپ ﷺ کی اول و آخر ہونے کی توضیح

میں فاطر بھی ہوں میں خاتم بھی ہوں۔ یہ عجیب بات ہے، جو اول ہو، آخر نہیں ہوتا آخر ہو، اول نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے کہا:-

اول بھی ہوں، آخر بھی ہوں۔ وہ کیسے ہو گئے؟

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی؟ مطلب یہ تھا کہ کس عمر میں ملی؟ چالیس سال، پینتالیس سال میں۔ تو آپ ﷺ نے کیا جواب دیا؟

...... كنت نبيا وان ادم بين الروح والجسد ......

ابھی آدم علیہ السلام کی روح اور جسم کی کہانی شروع ہو رہی تھی کہ میں نبی بن چکا تھا۔ یہ تو ہو گئے فاطر، سب سے ہی پہلے پھر ہو گئے۔ خاتم سب سے آخر مہر لے کر آئے۔ سب سے آخر میں آئے۔

اسم محمد ﷺ و احمد ﷺ کی تشریح

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا۔ جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے، اور آپ ﷺ کا نام احمد (ﷺ) رکھا، جو سب سے زیادہ تعریف

کرے۔ تو ایسے تعریف والے ہیں، اللہ کے رسول کے جن کی اللہ خود تعریف کرے۔
تو کون اس کی تعریف کر سکتا ہے۔

کبھی آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف ہو رہی ہے۔
کبھی آپ ﷺ کی جان کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔
کبھی آپ ﷺ کی صفائی پیش کرتے ہیں قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔
کبھی آپ ﷺ کے خطاب کے آداب سکھائے جا رہے۔

باقی انبیاء علیہ السلام اور رسول ﷺ میں فرق

اچھا! اللہ تعالیٰ نے نبیوں پہ سلام بھیجا ہے۔

سلام علی نوح فی العلمین ...... نوح علیہ السلام پہ سلام ہو
سلام علی ابراهیم .... ابراہیم علیہ السلام پہ سلام ہو
سلام علی موسی و هارون ...... موسیٰ و ہارون علیہ السلام پہ سلام ہو
سلام علی الیاسین .... الیاس علیہ السلام پہ سلام ہو۔

لیکن جب اللہ نبی ﷺ پہ سلام بھیجا، تو یہ نہیں کہا...... سلام علی محمد...... تو اتنا ہی کہنا تھا۔ جیسے اور نبیوں کو بھیجا۔ ایسے ہی...... سلام علی محمد...... لیکن اللہ تعالیٰ نے طرز ہی بدل دیا۔ اب پھر مشکل آگئی کہ اب اس کلام میں کیا خوبصورتی ہے؟ کیا طاقت ہے؟ اب اس کو میں اردو میں کیسے بتاؤں کہ جب اللہ کہتا ہے:-

ان اللّٰه ...... تو کیا کمال کر دیا اس نے اور...... ملئکته ان اللّٰه والملئکة ...... یوں نہیں کہا:...... ان اللّٰه والملئکة اللّٰه ...... اور فرشتے اپنا نام دو دفعہ لائے۔ ان اللّٰه، اللّٰه ملئکته ...... اور اللہ کے فرشتے، پھر لفظ ''ان'' پھر لفظ

''اللہ''۔ اللہ کی جگہ کوئی صفت لے کر آتا، رحمٰن، رحیم، قدیر، علیم، خبیر، اللہ گویا کہ خود آگے بڑھ کر کہہ رہا ہے کہ میں اللہ خود اور میرے فرشتے بذات خود کیا کرتے ہیں؟

...... یصلون علی النبی ......

اس نبی پہ وسلام ہی بھیجتے رہتے ہیں درود ہی بھیجتے رہتے ہیں۔

...... یایھا الذین امنو اصلو علیه وسلمو اتسلیما ......

اے ایمان والو! تمھاری زبانوں کو تالے کیوں لگ گئے؟ تم بھی وہ کرو جو تمھارا رب اور اس کے فرشتے کر رہے ہیں۔

ابن عدی اور ابن عساکرؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

قرآن کریم میں، میرا نام محمد ﷺ ...... انجیل میں احمد ﷺ ...... توریت میں احید ﷺ ...... ہے۔ میرا نام احید اس لئے رکھا گیا کہ میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے دور کرتا ہوں۔

آپ ﷺ کا ایک نام نبی الرحمۃ بھی ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ومارسلنک الا رحمته للعالمین بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

اور حق تعالیٰ نے فرمایا:۔

بالمومنین رئوف رحیم آپ مسلمانوں کے ساتھ مہربان ورحیم ہیں۔

یہ آپ کی امت مرحومہ کی صفت میں واقع ہوا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا

وتـواصوابا تصبرو تواصوابا لمرحمه آپ کی امت صبر کی وصیت کرتی ہے اور ای یرحم بعضهم بعضا ایک دوسرے پر مہربانی کرتی ہے۔

اور حضور ﷺ نے مسلمانوں کی صفت میں فرمایا:-

ان اللہ یحب من عبادہ الرحماء
اور بے شک اللہ اپنے بندوں میں سے رحم وشفقت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور فرمایا:-

الراحمون رحمھم، الرحمن وارحموا من فی الارض یرحمکم من فی اسماء
رحم کرنے والے وہ ہیں جن پر رحمٰن رحم فرماتا ہے تو تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

لہٰذا حضور اکرم ﷺ اور آپ کی امت کے ساتھ رحمت کی صفت خاص ہے۔

آپ ﷺ کا ایک نام نبی التوبہ بھی ہے

حضور ﷺ کا نام نبی التوبہ بھی آیا ہے۔ کیونکہ آپ کے دست مبارک پر خلقت کثیرہ نے توبہ کی، اور حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے امت پر اور حضرت آدم صفی اللہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کی توبہ قبول فرمائی۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ ان کلمات سے مراد جو اللہ تعالیٰ خود آدم علیہ السلام کو تلقین فرمائے، اور ان کی توبہ کا سبب بنایا، یہ ہے ...... الٰہی بحرمت محمد و آلہ

حضور ﷺ کا تیسرا اسم مبارک ...... الماحی ﷺ ...... ہے اس کا معنی ہے مٹانے والا۔ حضور ﷺ کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ ...... الذی یمحو اللہ بی الکفر ...... حضور ﷺ کی تبلیغ اور جدوجہد سے کفر کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

چوتھا اسم مبارک ...... الحاشر ﷺ ...... ہے۔ یعنی تمام لوگ حضور ﷺ کی پیروی میں میدان حشر میں اور محشر کی بارگاہ میں جمع ہوں گے۔

پانچواں اسم مبارک...... **العاقب** ﷺ...... ہے۔ یعنی سب سے پیچھے آنے والا حضور ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ سرور دو عالم نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

انا العاقب الذی لیس بعدی نبی

میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

میرے دس نام ہیں، دو نام ذکر فرمائے، طٰہٰ و یٰسین ...... علامہ آلوسی نے "طٰہٰ" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے:-

یا بدر سماء عالم الامکان

اے عالم امکان کے آسمان کے ماہ تمام اور اے فلک وجود کے چودھویں کے چاند۔

یسین کا معنٰی "اے سید عرب وعجم" کیا ہے۔ ابو بکر وراق کہتے ہیں کہ یہ مخفف ہے سید البشر کا۔

وروی النقاش عنه ﷺ لی فی القرآن سبعته اسماء محمد واحمد ویس طه المدثر المزمل .عبدالله

نقاش نے روایت کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:-

قرآن کریم میں میرے سات نام ہیں محمد، احمد، یس، طہ، المدثر، المزمل، عبداللہ۔

رحمت عالم ﷺ کے اوصاف گرامی، القاب جلیلہ حمیدہ، کثیر تعداد میں کتب تاریخ و سیرت میں مرقوم ہیں۔ ان میں سے ان چند اسماء القاب کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ناموں کی برکات سے اور یہ نام لینے والوں کی توجہات سے دارین میں سعادت دارین سے بہرہ ور فرمائے۔

سعادة الدارین فی الصلاة علی سید الکوالین میں آپ ﷺ کے

اسماء مبارک کا بھی ذکر ہے۔ آپ ﷺ کے اسماء مبارک میں سے کچھ اسماء تو وہ ہیں، جو آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں۔ پھر ان اسماء کی بھی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم کے اسماء تو سریانی عبرانی یا روی زبان میں ہیں۔

اور اسماء کی ایک قسم عربی زبان میں ہے۔

پہلی قسم کے آپ ﷺ کے اسماء میں سے ایک...... یموذماذ...... ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور ابن وحیہ نے کہا ہے کہ آپ کا یہ نام تورات کے پہلے سفر میں مذکور ہے۔ "ماذماذ" اس نام مبارک کو قاضی عیاضؒ نے ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ اسم گرامی، سابقہ کتب میں موجود تھا۔ اس کا معنی ہے:...... "طیب طیب"

"موذ موذ" علامہ العزفیؒ نے اس نام کو لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحف میں آپ ﷺ کو اس نام سے یاد کیا گیا تھا۔ "میذمیذ" علامہ العزفیؒ فرماتے ہیں کہ تورات میں آپ ﷺ کا یہی نام مبارک مذکور تھا۔

" طاب طاب " علامہ العزفی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ نام بھی، تورات میں موجود تھا۔ اس کا معنی بھی طیب ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس آدمی کو جہاں بھی ذکر کیا جائے اس کو عمدہ طریقہ سے ہی یاد کیا جائے۔" حاط حاط" اس کے متعلق بھی علامہ العزفی فرماتے ہیں، کہ آپ ﷺ کا یہ نام زبور میں تھا۔

" البارقلبط ": یہ نام مبارک فارقلیط کی طرح ہے اور انجیل میں آپ کا یہ نام تھا، یا تو اس کا معنی روح الحق ہے اور یا پھر اس سے مراد وہ ذات ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کر دے۔ بعض علماء کے نزدیک اس کے معنی " الحماد"، بعض کے

نزدیک " الحمد " اور بعض کے نزدیک اس کے معنی " الحامد " ہے۔ لیکن اکثر اہل انجیل کے نزدیک اس کا معنی "مخلص" ہے۔

علامہ سیوطی نے شفا سے نقل کیا ہے کہ علام الکرانی نے غریب التفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ صف ہے جو مذموم نہ ہو۔

" البرقلیطس " ابن اسحاقؒ وغیرہ نے کہا ہے، رومی زبان میں محمد کو " البرقلیطس " کہتے ہیں۔

" اکسر خلیطس " علامہ العزفی کہتے ہیں کہ سریانی زبان میں یہ آپ کا اسم مبارک ہے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انجیل میں آپ کا یہ نام مبارک تھا۔ یہ لفظ سریانی زبان کا ہے اور اس کا معنی ہے "محمد"

" المشفح " اس کو " المشقح " بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ بھی سریانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی بھی محمد ہے، علامہ ابن ظفر فرماتے ہیں کہ حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں آپ کا یہ نام مبارک موجود تھا۔

" خبیطی " علامہ العزفی نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اسم مبارک بھی انجیل میں موجود تھا۔ اس کا مطلب ہے، حق اور باطل کے مابین فرق کرنے والا ہے۔

"حمطایا حمیاطا" علامہ زرقانی اور علامہ القسطلانی نے اس نام مبارک کو ذکر کیا ہے۔ اس کا معنی ہے "حرم کی حفاظت کرنے والا" اور حرم سے مراد خانہ کعبہ ہے، یا پھر حرم سے مراد عورتیں ہیں۔ یعنی عورتوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔

"کندیدہ" ابن وحیہ فرماتے ہے کہ آپ کا یہ اسم مبارک تورات میں موجود تھا۔

"اخوناخ" علامہ العزفی نے فرمایا ہے کہ آپ کا یہ نام مبارک حضرت شیث

علیہ السلام کے صحف میں تھا۔اوراس کا معنی ہے "صحیح الاسلام"(صحیح اسلام والے
" قدمایا " یہ اسم مبارک بھی تورات میں موجود تھا۔اس کا معنی ہے"
السابق الاول"......"اخرایا" آپ ﷺ کا یہ اسم مبارک بھی انجیل میں ہے۔اور
اس کا مطلب ہے" آخر الانبیاء ﷺ "

دوسری قسم ان اسماء کی ہے جو عربی زبان میں ہیں۔ یہ اسماء کثیر تعداد میں ہیں۔سواللہ تعالیٰ کے بلند ناموں میں سے ایک نام" حمید" ہے۔جس کا معنی" محمود" ہے۔کیونکہ اس نے خود بھی اپنی تعریف کی اوراس کے بندوں نے اس کی حمد بیان کی۔حمید کے معنی حامد کے بھی ہیں کہ وہ آپ اپنی تعریف کرنے والا ہے اور اپنے بندوں کے نیک اعمال کی بھی تعریف کرنے والا ہے۔

اس نے حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ اوراحمد ﷺ رکھا ہے۔محمد بھی محمود کے معنی ہیں اوراحمد کے معنی ہے کہ وہ حمد کرنے والوں میں سے بڑے ہیں اور جن کی تعریف کی گئی ہے،ان میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔اپنے شعر میں حضرت حسانؓ بن ثابت نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

وشتوله من اسمه ليجله فذا العرش محمود وهذا محمد .

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نامی اپنے نام سے نکالا تاکہ اس نام کو شان والا بنالے۔ پس عرش والا تو محمود ہے اور آپ محمد (ﷺ) ہیں

حضور ﷺ کا ارشاد(وانا العاقب)اور میرا نام عاقب ہے۔عاقب بعد میں آنے والے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات نے بعض وجوہ سے حاشر کے معنی خاتم الانبیاء لئے ہیں۔لیکن لفظ عاقب اسی معنی کے لئے ہے۔لیکن لفظ عاقب اسی معنی کے لئے ہے اور خاتم اسی معنی کو

مستلزم ہے۔

حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ (لی خمسة اسمآء) میرے پانچ نام ہیں۔ نقاش روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

قرآن کریم میں میرے نام سات ہیں۔ محمد، احمد، یٰس، طٰہٰ، المدثر اور المزمل (صاحب المدارج رحمتہ اللہ علیہ نے ساتواں نام نہیں لکھا)

طٰہٰ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس کا مطلب "یا طاہر اور یا ہادی" ہے۔ اور انبیاء علیہ السلام کی کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:- خداوند ہم پر اسے مبعوث فرما جو محمد مقیم سنت ہے۔ لہٰذا قیم بمعنی قائم کرنے والے کے ہوسکتا ہے۔ اور نبی الملحمہ و بنی المراحتہ والرحمتہ بھی نام آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

(وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین) نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

اور حق تعالیٰ نے فرمایا (بالمومنین روف رحیم) آپ مسلمانوں کے ساتھ مہربان و رحیم ہیں۔ یہ آپ کی امت مرحومہ کی صفت میں واقع ہوا ہے۔

حضور ﷺ کا نام "نبی التوبة" بھی آیا ہے۔ کیونکہ آپ کے دست مبارک پر خلقت کثیرہ نے توبہ کی اور حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے امت پر اور حضرت آدم صفی اللہ صلوٰات اللہ وسلامہ کی توبہ قبول فرمائی۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ ان کلمات سے مراد جو حق تعالیٰ نے خود آدم علیہ السلام کو تلقین فرمائے اور ان کی توبہ کا سبب بنایا ہے کہ "الٰھی بحرمت محمد و آلہ"

حضور سرور کونین ﷺ کے بے پایاں فضائل میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ آپ کی صفاتِ حسنہ کے مطابق آپ کے اسمائے گرامی بھی بکثرت موجود ہیں۔

آسمانی صحائف، قرآن حکیم اور احادیث میں ان اسمائے مبارکہ کا ذکر وجہ شادابی قلب ونظر ہے۔ خدا کے بعد یہ شرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

کثرت اسمائے حسنیٰ مسمی کے شرف واجتباء پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ یہ صفاتی نام کسی نہ کسی صفت سے متعلق ہوتے ہیں۔ ذیل میں آپ کے صرف وہ اسمائے گرامی درج کئے جارہے ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ آیاتِ مقدسہ بھی تحریر کی جارہی ہیں جن میں ان اسماء کا ذکر ہوا ہے یا جن سے وہ مستنبط ہیں۔ حوالہ میں سورۃ کا نام اور آیتُ کا نمبر لکھ دیا گیا ہے۔

۱	اَلْاٰمِرُ	یَاْمُرُ هُمْ بِالْمَعْرُوْفِ	الاعراف ۱۵۷
۲	اَحْمَدُ	وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ ط	الصف ۶
۳	اَلْاُ مِّیّ	اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ	الاعراف ۱۵۷
۴	اَلْاَمِیْنُ	اِنِّی لَکُمْ رَسُوْل" اَمِیْن"	الدخان ۸
۵	اَلْبُرْهَانُ	قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْهَان"	النساء ۱۷۵
۶	اَلْبَیِّنَةُ	فَقَدْ جَاءَ کُمْ بَیِّنَة" مِنْ رَّبِّکُمْ	الانعام۵۸
۷	اَلتَّالِیُ	اُتْلُ مَآاُوْحِیَّ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ	العنکبوت ۴۵
۸	اَلْحَرِیْصُ	حَرِیْص" عَلَیْکُمْ	التوبة ۱۲۸
۹	اَلْحَکَمُ	حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ	النساء ۶۵
۱۰	حٰمٓ	حٰمٓ ہ	الجاثیہ ۱
۱۱	اَلْخَاتَمُ	وَخَاتَمَ النَّبِیّنَ	الاحزاب ۴۰
۱۲	اَلْخَاتَمُ	وَذْکُرْ رَّبَّکَ	الاعراف ۲۰۵
۱۳	اَلرَّاضِیُ	لَعَلَّکَ تَرْضٰی	طٰهٰ ۱۳۰

۱۴	اَلرَّسُوْلُ	یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ	المائدہ ۴۱
۱۵	رَسُوْلُ اللّٰہِ	مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ	الفتح ۲۹
۱۶	اَلسَّاجِدُ	وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ	الحجر ۹۸
۱۷	اَلسِّرَاجُ	وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا	الاحزاب۴۶
۱۸	اَلشَّاکِرُ	وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ	الاعراف۱۴۴
۱۹	اَلشَّاھِدُ	اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا	الاحزاب۴۵
۲۰	اَلشَّمْسُ	وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا	الشمس ۱
۲۱	اَلصَّابِرُ	وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ	المدثر۷
۲۲	اَلصَّاحِبُ	مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ	النجم ۲
۲۳	صَاحِبُ الْحِکْمَۃِ	وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ	النساء ۱۱۳
۲۴	صَاحِبُ الْحَوْضِ	اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ	الکوثر ۱
۲۵	صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ	وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ	الحجر۸۷
۲۶	صَاحِبُ الْکِتَابِ	وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ	النحل ۸۹
۲۷	صَاحِبُ الْوَحْیِ	ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ	النحل ۱۲۳
۲۸	اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ	وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ	الشوریٰ۵۲
۲۹	اَلضُّحٰی	وَالضُّحٰی	الضحیٰ ۱

نمبر	نام	آیت	حوالہ
۳۰	اَلطَّاهِرُ	وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ	البقره ۲۲۲
۳۱	طٰسٓ	طٰسٓ قف	النمل ۱
۳۲	طٰهٰ	طٰهٰ	طٰهٰ ۱
۳۳	اَلطَّيِّبُ	وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ	النور ۲۶
۳۴	ظِلُّ اللّٰه	اَلَمْ تَرَاِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ	الفرقان ۴۵
۳۵	اَلْعَابِدُ	وَاعْبُدْ رَبَّكَ	الحجر ۹۹
۳۶	اَلْعَالِمُ	فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	محمد ۱۹
۳۷	اَلْعَبْدُ	سُبْحٰنَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ	بنی اسرائیل ۱
۳۸	عبد اللّٰهِ	وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ	الجن ۱۹
۳۹	اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى	فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى	البقره ۲۵۶
۴۰	اَلْفَجْرُ	وَالْفَجْرِ	الفجر ۱
۴۱	اَلْقَارِى	اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ	العلق ۱
۴۲	اَلْقَاضِى	اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا	الاحزاب ۳۶
۴۳	قَدَمَ صِدْقٍ	اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ	یونس ۲
۴۴	اَلْمَامُوْرُ	وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ	الشوریٰ ۱۵
۴۵	اَلْمُبَشِّرُ	يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا	الاحزاب ۴۵
۴۶	اَلْمَبْعُوْثُ	هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ	الجمعه ۲
۴۷	اَلْمُبَلِّغُ	يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ	المائده ۶۷

۴۸	اَلْمُبَیِّنُ	لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ	النحل ۴۴
۴۹	اَلْمُتَبَتِّلُ	وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا	المزمل۸
۵۰	اَلْمُتَوَکِّلُ	وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہ	الاحزاب۴۸
۵۱	اَلْمُتَھَجِّدُ	وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ	بنی اسرائیل ۷۹
۵۲	اَلْمُجْتَبٰی	وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ	آل عمران ۱۷۹
۵۳	اَلْمَحْفُوْظُ	یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ	الرعد ۱۱
۵۴	مُحَمَّدٌ	وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ	آل عمران ۱۴۴
۵۵	مَحْمُوْدٌ	عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا	بنی اسرائیل ۷۹
۵۶	اَلْمُخْتَارُ	وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ وَیَخْتَارُ	القصص ۶۸
۵۷	اَلْمُدَّثِّرُ	یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ	المدثر ۱
۵۸	اَلْمُذَکِّرُ	اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّرٌ	الغاشیہ
۵۹	اَلْمُرْتَضٰی	اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ	الجن
۶۰	اَلْمُرَتِّلُ	وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا	المزمل
۶۱	اَلْمُرْسَلُ	اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ	الاحزاب ۴۵
۶۲	اَلْمَرْفُوْعُ	وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ	الانشراح ۴
۶۳	اَلْمُزَکِّیْ	وَیُزَکِّیْھِمْ	آل عمران ۱۶۴
۶۴	اَلْمُزَّمِّلُ	یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ	المزمل ۱
۶۵	اَلْمُسَبِّحُ	فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ	الواقعہ۷۴
۶۶	اَلْمُسْتَعِیْذُ	فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ	النحل ۹۸
۶۷	اَلْمُسْتَغْفِرُ	وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ	۱۹

۶۸	اَلْمُسْتَقِيْمُ	وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ	الشوریٰ ۱۵
۶۹	اَلْمَصَدِّقُ	مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	البقرہ ۹۷
۷۰	اَلْمُصَدِّقُ	وَصَدَّقَ بِهٖ	الزم ۳۳
۷۱	اَلْقَمُصْطَفٰى	اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا وَ مِنَ النَّاسِ	الحج ۷۵
۷۲	اَلْمُصَلِّى	فَصَلِّ لِرَبِّكَ	الکوثر ۲
۷۳	اَلْمُطَهِّرُ	وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيْرًا	الاحزاب ۳۳
۷۴	اَلْمُعِزِّرُ	وَتُعَزِّرُوْهُ	الفتح ۹
۷۵	اَلْمَعْصُوْمُ	اَللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ	المائدہ ۶۷
۷۶	اَلْمُعَلَّمُ	وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ	النساء ۱۱۳
۷۷	اَلْمُعَلِّمُ	وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ	الجمعہ ۲
۷۸	اَلْغَفُوْرُ	لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ	الفتح ۲
۷۹	اَلْمُفَضَّا	وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ	بنی اسرائیل ۵۵
۸۰	اَلْمُقْتَدِر	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	الاحزاب ۲۱
۸۱	اَلْمُقَرَّبُ	فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى	النجم ۹
۸۲	اَلْمَكْفِى	مَا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِ يْنَ	الحجر ۹۵
۸۳	اَلْمَلِيْنُ	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ	آل عمران ۱۵۹
۸۴	اَلْمُنَادِىْ	سَمِعْنَا مُنَادِيًا	آل عمران ۱۹۳
۸۵	اَلْمُنْذِرُ	اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ	الرعد ۷
۸۶	اَلْمَنْصُوْرُ	وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا	الفتح ۲
۸۷	اَلْمُنِيْرُ	وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا	الاحزاب ۴۶

۸۸	اَلْمُوَقَّرُ	وَتُوَقِّرُوْ	الفتح ۹
۸۹	اَلْمُؤْمِنُ	اٰمَنَ الرَّسُوْلُ	البقرہ ۲۸۵
۹۰	اَلْمُؤَيَّدُ	وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا	التوبۃ ۴۰
۹۱	اَلْمَهْدِیُّ	وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا	الفتح ۲
۹۲	اَلنَّاهِیُّ	وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ	الاعراف ۱۵۷
۹۳	اَلنَّبِیُّ	يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ	الاحزاب ۴۵
۹۴	اَلنَّجْمُ	وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى	النجم ۱
۹۵	اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ	اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ	الطارق ۳
۹۶	اَلنِّعْمَةُ	يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ	النحل ۸۳
۹۷	اَلْهَادِیُّ	وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ	الشوریٰ ۵۲
۹۸	يٰسٓ	يٰس	يٰس ۱

حضور ﷺ کا اسماء الحسنٰی سے موسوم ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب جناب محمد کریم ﷺ کو خود اپنے اسماء حسنٰی سے بھی نوازا ہے۔ قرآن حکیم میں حضور ﷺ کے حسب ذیل اسماء گرامی مذکور ہیں۔

۱	اسم الٰہی	اَحْسَنُ	فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ	المومنون ۱۴
	اسم نبوی		لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ	التین ۴
۲	اسم الٰہی	بَشِيْرٌ	يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ	التوبۃ ۲۱
	اسم نبوی		وَبَشِيْرٌ " لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ	الاعراف ۱۸۸

۳	اسم الٰہی	اَلْحَاكِمُ	حَتّٰی يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا	الاعراف ۸۷
	اسم نبوی		فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ	المائدہ ۴۸
۴	اسم الٰہی	اَلْحَقُّ	وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ	الاحزاب ۴
	اسم نبوی		قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ	یونس ۱۰۸
۵	اسم الٰہی	اَلْخَبِيْرُ	وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ	الملک ۱۴
	اسم نبوی		فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا	الفرقان ۵۹
۶	اسم الٰہی	اَلدَّاعِیُ	وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ	یونس ۲۵
	اسم نبوی		وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	المومنون ۷۳
۷	اسم الٰہی	اَلرَّحْمَةُ	وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ	الکهف ۵۸
	اسم نبوی		وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ	الانبیاء ۱۰۷
۸	اسم الٰہی	اَلرَّحِيْمُ	هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ	البقره ۱۶۲
	اسم نبوی		بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ	التوبة ۱۲۸
۹	اسم الٰہی	اَلرَّءُوْفُ	اِنَّ رَبَّكَ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ	النحل ۷
	اسم نبوی		بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ	التوبة ۱۲۸
۱۰	اسم الٰہی	اَلشَّهِيْدُ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا	الفتح ۲۸
	اسم نبوی		وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا	البقره ۷ ۹
۱۱	اسم الٰہی	اَلصَّادِقُ	وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا	النساء ۸۷
	اسم نبوی		مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	البقره ۹۷

۱۲	اسم الٰہی	اَلْعَزِیْزُ	اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ	الحج ۴۰
	اسم نبوی		لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ	التوبۃ ۱۲۸
۱۳	اسم الٰہی	اَلْعَظِیْمُ	وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ	البقرۃ ۲۵۵
	اسم نبوی		وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ	القلم ۴
۱۴	اسم الٰہی	اَلْعَفُوُّ	اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ	الحج ۶۰
	اسم نبوی		فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ	المائدہ ۱۳
۱۵	اسم الٰہی	اَلْعَلِیْمُ	اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ	الحجر ۸۶
	اسم نبوی		وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمَ	النساء ۱۱۳
۱۶	اسم الٰہی	اَلْفَتَّاحُ	وَھُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ	سبا ۲۶
	اسم نبوی		فَقَدْ جَاءَ کُمُ الْفَتْحُ	الانفال ۱۹
۱۷	اسم الٰہی	اَلْقَائِمُ	قَآئِمًا بِالْقِسْطِ	آل عمران ۱۸

باب نمبر ۲۳!

اتباع رسول ﷺ

میرے بھائیو اور بہنو! اس کتاب میں شان رسول ﷺ کو لکھنے کا مقصد بنی آدم کو شیطان کی اتباع سے ہٹا کر محبوب کی اتباع میں لانا ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر آپ نے واہ واہ کر دی تو فائدہ نہیں، جب تک آپ والی زندگی اختیار نہ کی جائے۔ جیسے آپ ﷺ اللہ کو محبوب ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی سنتیں بھی اللہ کو پسند ہیں۔ کیونکہ ہر ہر سنت میں اللہ نے نور رکھا ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کی کسی بھی سنت پر عمل کرتا ہے، اللہ اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اللہ اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔

میرے عزیزو!

آپ حضرات سے دوسری گذارش یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر آپ ﷺ کو خدا کا درجہ نہ دے دینا۔ جیسا کہ عیسائی حضرات نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں ہاتھ لگانے سے مریض کو شفا مل جاتی ہے، تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا درجہ دے دیا۔ اس لئے عیسائیوں کو جب تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ کہتے ہیں......

المدد یاروح اللہ......

خدارا! آپ بھی کہیں آپ کی شان پڑھ کر براہ راست آپ ﷺ سے مدد مانگنا نہ شروع کر دینا۔ البتہ آپ ﷺ کا واسطہ دے کر مدد مانگنا، اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ تو دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے محبوب کے واسطے سے اپنا محبوب بنالے۔ اور اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن فرمائے۔ امین۔

اتباع رسول ﷺ کی برکات

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم (سورۃ آل عمران ۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری اتباع کرو اور تمہیں اللہ دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ سبحانہٗ محافظ ہے، ذاتِ رسول اللہ ﷺ کا اور کلام اللہ محافظ ہے، شان رسول ﷺ کا اور اللہ سبحانہٗ سے محبت کے دعویٰ کی دلیل فاتبعونی سے متابعت مصطفیٰ ٹھہری۔ جو تقاضائے محبت ہے۔ اگر اتباع سنت نہیں، تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

مقامِ اطاعت اور اتباع کو قرآن پاک نے مجملاً وتفصیلاً بیان فرمایا، اور اتباع کا مفہوم واضح کیا ہے۔ جو مقصودِ قرآن ومطلوب صاحب قرآن ہے۔ اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول کریم ﷺ عطا کریں وہ لے لو، جس سے منع کریں رک جاؤ۔ نبی کریم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

واذا رائت رجلاً یطیر فی الھوآء او یمشی علی المآء او یاکل النار وترک سنۃ من سنن رسول اللہ فاضربہ بالنعلین فانہ شیطان وما

جو کسی مرد کو دیکھے، وہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا اور آگ کو نگلتا ہے اور وہ حضور کی کسی ایک سنت کا تارک ہو تو اسے جوتے

صدر منه وهو مکر واستدراج

ما رو۔ وہ شیطان ہے اور جو اس سے صادر ہوا وہ مکر اور استدراج ہے۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اور محبوب خدا ﷺ کی اتباع

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سرِ مبارک میں سخت درد تھا۔ اسی عالم میں حجرہ مطہرہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوبہ محبوبِ رب العلیٰ نے اپنا سر بھی شدید درد سے باندھ رکھا تھا۔ اور...... وارساہ ، وارساہ...... کہہ رہی تھیں۔

اویس قرنی اور اتباع رسول ﷺ

جب حضور ﷺ کا دانت مبارک غزوۂ احد میں شہید ہوا تو سہیل یمنی خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا وہ دانت خود بخود اکھڑ کر گر گیا۔ یہ مقام مطابقت ہے۔ بمطابق ایک قول آپ نے از خود سارے دانت نکال دیئے تھے۔ یہ روایت صحیح نہیں اس میں شریعۃ مقدسہ کے خلاف کی بو ہے۔

ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبین والصدیقین والشھدآء والصٰلحین وحسن اولٰئک رفیقًا. (سورۃ النسآء آیت ٦٩)

اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ اور لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ انبیاء ،صدیقین ، شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں ساتھی۔

شانِ نزول

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور سید عالم ﷺ سے کمال محبت رکھتے تھے۔ ایک دن اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضرِ خدمت ہوئے کہ چہرہ کا رنگ متغیر ہو چکا تھا اور پریشان

حالی ظاہر ہو رہی تھی۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ مجھے نہ کوئی بیماری ہے، اور نہ درد۔ بجز اس کے کہ جب آپ سامنے نظر نہیں آتے، تو انتہا درجہ گھبراہٹ اور پریشانی ہو جاتی ہے۔ اور جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے، وہاں کیسے دیدار پا سکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین درجات و مقامات پر ہوں گے اور اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے جنت دے بھی دی، تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو آخرت میں معیت مصطفوی ﷺ کا مژدہ سنایا گیا۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے صدقہ سے امت کا نصیبہ کھل گیا۔ اور دل تسلی پا گئے۔ اے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ تیرے فیض سے ہم نالائقوں کے لئے تسلی ہے۔

حدیث پاک! بروایت حضرت ابو ہریرہ

مجھ سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے، جو بعد میں آنے والے ہیں۔ ان میں ہر کوئی خواہش کرے گا، کاش کہ مجھے ایک نظر جمال پاک پر ڈالنے کی سعادت ملے اور اس کے مقابلے میں مجھ سے میرا مال و منال، دولت و ثروت لے لئے جائیں۔ اور مجھے دیدارِ محبوب رب العالمین عزوجل حاصل ہو جاتا۔ اور یہ دیدار کی تمنا حضور سے اظہار محبت ہے۔ (رواہ الدارمی بحوالہ دلائل الخیرات)

رسول کے مبعوث فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے آپ کی اطاعت کی جائے اور اپنی ہواءِ نفس کو اس کے تحت کیا جائے، جو وہ لائے۔

ایک مقام پر رب کریم نے انسان کی حالت کو بیان فرمایا:۔

افرء یت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ (سورۃ الجاثیہ ۲۳) آیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا۔

تخلیق انسانی کا مقصد ومنشا یہ ہے کہ وہ اپنے قلبی وذہنی خیال کو بمتبعتِ رسول اللہ کرے اور ہوائے نفس کو چھوڑ کر رضاءِ الٰہی تک پہنچائے۔ لیکن حیران کن بات یہ کہ انسان نے تو اپنی خواہشات کو یعنی اپنے آپ کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

تعجب ہے انسان پر خالق کل کی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق چیونٹی تو نہ بنا سکا۔ لیکن خدا معاذ اللہ کئی بنائے ہوئے ہیں۔

اللّٰھم احفظ من ذالک ...... یہ سب ہوائے نفس کے کرشمے ہیں۔ بندہ کو جناب کبرایائی میں اس امر کا ملتجی رہنا چاہیے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے کرم سے شرِ شیطان، شرِ نفس اور خصوصاً ہوائے نفس سے بچائے رکھے۔

ہمارا ایک ہی رہبر ہے اور وہ ہے محمد مصطفیٰ ﷺ

او ہو! کس کو رہبر بنائے پھرتے ہو؟ ایک ہی رہبر، ایک ہی ہے۔ جس کے پیچھے چل کے منزل ملے گی۔ جس کے پیچھے چل کر ہم اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ جس کے پیچھے چل کے ہم دنیا کے دکھوں سے بھی نکل جائیں گے۔ اور دنیا کے پر پیچ راستوں سے بھی نکل جائیں گے۔ اور جس کے پیچھے چل کے اللہ کی ذات تک پہنچ جائیں گے۔

وہ حضرت محمد کی مبارک زندگی ہے، سنت کا راستہ ہے۔ ایک ایک سنت اللہ سے اس طرح جوڑتی ہے، جیسے ایک ایک ٹانکے نے کپڑے سے کپڑے کو جوڑا ہوا ہو۔ جہاں ٹانکا ٹوٹتا ہے کپڑا الگ ہوتا ہے۔

میرے بھائیو!

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمے کا دوسرا حصہ رکھا ہے...... **محمد رسول اللہ**...... اور آپ کو اتنا اونچا مقام بخشا ہے۔

آدم علیہ السلام مقام تو کوئی کیا بیان کرے گا۔ آدم علیہ السلام کہنے لگے، شیث علیہ السلام سے، (حضور ﷺ کا سلسلہ جو اوپر جاتا ہے، شیث علیہ السلام سے آدم علیہ السلام سے جا کے ملتا ہے۔) انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: شیث (علیہ السلام) تیری پشت میں ایک امانت منتقل ہوئی ہے۔ جو تیرے باپ سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا بیٹا باپ سے عظیم ہوسکتا ہے؟ بیٹا باپ سے زیادہ قیمتی ہوسکتا ہے؟

آدم علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا اس کو چھوڑ، تجھے اس کی امت کا سناؤں۔ بعض باتوں میں اس کی امت جو ہے وہ بھی مجھ سے آگے نکل گئی۔ کہا: وہ تو وہ ہے بعض باتوں میں اس کی امت بھی مجھ سے آگے نکل گئی۔ کہا وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا:

میں نے ایک جرم کیا...... اللہ نے میری بیوی کو مجھ سے جدا کردیا...... وہ ہزاروں جرم کریں گے...... پر ان کو بیویوں سے جدا نہیں کیا جائے گا...... میں نے ایک جرم کیا اور مجھے جنت سے باہر نکال دیا...... وہ ہزاروں جرم کریں گے...... لیکن پھر بھی توبہ کے راستے سے...... سارے کے سارے جنت میں داخل ہوں گے......

اور میں نے ایک جرم کیا...... اور اللہ نے میرے کپڑے اتار دیئے...... اور وہ ہزاروں جرم کریں گے...... پر اللہ تعالیٰ ان کے کپڑے نہیں اتارے گا...... میں نے ایک جرم کیا اور اللہ نے میری کہانی کو مشہور کردیا۔

عصیٰ ادم ربهٗ فغوی

قرآن بھی پکارا، پچھلی کتابیں بھی پکاریں کہ آدم نے وہ کھالیا۔ جس سے اللہ نے روکا تھا۔ وہ ایسی امت ہوگی کہ وہ ہزاروں گناہ کریں گے اور اللہ ان کے گناہوں

پر پردے ڈالتا رہے گا، پردے ڈالتا رہے گا۔ چھپاتا رہے گا، چھپاتا رہے گا۔ بلکہ اتنا گہرا چھپایا ہے ہمارے گناہوں کو، اللہ نے ہمیں سب سے آخر میں رکھا ہے۔

کاملیت رسول ﷺ

سارے عالم پہ نبوت قائم کردے۔ ہمارے لئے کوئی رہبر اور ہادی نہیں۔ کسی شخصیت سے اثر لینے کی اجازت نہیں۔ یہ ایک شخصیت ہے اس کے پیچھے چلو۔ یہ وہ ہے جو زمین پہ بیٹھ کر آسمان کی خبریں بتاتا ہے۔

مصلیٰ پر کھڑے ہو کر دوزخ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ مدینے میں کھڑا ہو کر جنت کو دیکھتا ہے۔ چلتے ہوئے آگے بھی دیکھتا ہے اور پیچھے بھی دیکھتا ہے۔ جس کا دیکھنا ایسا کامل ہو، جس کی نبوت ایسی کامل ہو کہ نبی بھی اس کے پیچھے کھڑے کر دیئے گئے۔ جس کی پرواز بھی بلند ہو کہ پہلا آسمان بھی پیچھے رہ گیا۔

دوسرا آسمان بھی پیچھے...... تیسرا آسمان بھی پیچھے...... چوتھا آسمان بھی پیچھے...... پانچواں آسمان بھی پیچھے...... چھٹا آسمان بھی پیچھے...... ساتواں آسمان بھی پیچھے...... سدرۃ المنتہیٰ بھی پیچھے رہ گئی...... اور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر...... اور عرش بھی پیچھے رہ گیا۔ اور اس کے آگے بھی سفر اور سارے پردے ہٹا دیئے گئے۔ اور اللہ نے اپنا قرب نصیب فرمایا اور اللہ سے جسے سلام پیش کیا جا رہا ہو۔

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

جس کی پاکیزگی قرآن بیان کرے۔

ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

جس کو تسلیاں دینے کے لئے قرآن اترے۔

والضحیٰ والیل اذا سجیٰ ماودعک ربک وما قلیٰ

قسم ہے دن کی اور رات کی جب چھا جائے میں نے تجھے نہیں چھوڑا

موسیٰ علیہ السلام کو بلایا طور پر، تورات دینے کے لئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوڑ لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوڑ کے کیوں آئے؟ کہا...... عجلت الیک رب لترضیٰ ......اے اللہ! میں دوڑ کے آیا ہوں تاکہ تو راضی ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرمایا:

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ

اے میرے محبوب! میں تجھے اتنا دوں گا کہ تو راضی ہو جائے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا میں اسی وقت راضی ہوں گا، جب میری ساری امت بخشی جائے۔

حضور ﷺ کی امت کے لئے پانچ گھنٹے دعا

اس محبوب کے طریقے کو چھوڑ کر کہاں بھاگنا ہے؟ کوئی ماں تو ایسی لاؤ جو اتنا روئی ہو جتنا اپنی امت کے لئے آپ روئے۔ کوئی باپ تو ایسا دکھائے جو اپنی اولاد کے لئے اتنا پسا ہو جتنا آپ پسے ہیں۔ کوئی باپ تو دیکھاؤ جس نے پانچ گھنٹے مسلسل اپنے بچوں کے لئے دعا کی ہو؟ کوئی ماں تو دیکھائے جس نے مسلسل پانچ گھنٹے اپنے بچوں کے لئے دعا کی ہو؟

اور یہ دیکھو محبوب خدا، اپریل کا مہینہ، آپ ﷺ کے سر کے اوپر چھت پڑی ہوئی ہے کچھ نہ کچھ گرمی تو رکی پڑی ہے۔ عرفات کا میدان، اپریل کا مہینہ اور ایک بجے سے لے کر سورج چھپنے تک کوئی چھ گھنٹے کے قریب۔ آپ اونٹنی جیسی سواری پر جس پر کوئی آرام سے نہیں بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنی امت کے لئے دعا میں لگے ہوئے ہیں۔

سورج کی چلچلاتی دھوپ بھی تھک ہار کے لوٹ گئی اور سورج بھی ڈوب گیا۔

پر محبوب خدا کی دعائیں ختم نہیں ہوئیں...... یا اللہ ...... یا اللہ...... یا اللہ......

یا اللہ...... آنے والی ساری نسلوں کے لئے دعائیں کر دیں۔ اور نہ کھایا اور نہ پیا۔

شک پڑ گیا کہ پتہ نہیں روزہ ہے...... ام فضل رضی اللہ عنہا کا اللہ بھلا کرے، انہوں نے ایک پیالہ دودھ کا بھیج دیا۔ جو آپ نے عرفات کے میدان میں پیا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں پیا۔ اتنی لمبی دعائیں نہ کوئی ماں مانگے، نہ کوئی باپ مانگے۔ اس کے طریقوں میں ہمیں عزت نظر نہ آئے۔ اس کے طریقوں میں ہم اپنی نجات نہ سمجھیں، تو پھر کہاں جائیں گے۔

میرے بھائیو!

این تذھبون...... اس قرآن کے لفظ کی پکار سنو...... این تذھبون ...... اے اللہ کے بندوں کہاں جا رہے ہو؟ جیسے کوئی ماں اپنے نافرمان بچے کو کہتی ہے:

> نہ ارے کہاں جا رہا ہے؟ اس کی عقل میں فتور آ گیا۔ نہ ماں کی سنتا ہے، نہ باپ کی سنتا ہے۔ تو ماں کہتی ہے کہاں جا رہے ہو؟ اللہ اس سے زیادہ محبت کے ساتھ، اس سے زیادہ درد کے ساتھ، اللہ کہہ رہا ہے کہاں جا رہے ہو؟

محبوب (ﷺ) میں نے تیری امت بخش دی

اور اس سے زیادہ درد اللہ کے محبوب کا سنو! آپ ﷺ کی دعا سنو!...... یا رب! امتی امتی...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:-

فمن تبعني فانه مني، ومن عصاني فانك غفور الرحيم

اے اللہ! جو میری مانے میرا جو میری نہ مانے تیری مرضی معاف کر دے عذاب دے دے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:-

ان تعذبهم فانهم عبادک ،وان تغفر لهم فانک انت العزيز الحكيم
تیرے بندے ہیں عذاب دے تیرے بندے ہیں تو معاف کر۔

یا اللہ نہ میں ابراہیم علیہ السلام کی کہوں ،نہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی کہوں ۔ بلکہ میں اپنی کہوں

......یا رب امتی امتی...... یا رب امتی امتی......

اے اللہ! میری امت کو معاف کر دے ......معاف کر دے ،معاف کر دے......نہیں کرنا، پھر بھی کر دے......

امتی امتی کہہ کر جو رونا شروع کیا، یہاں تک کے جبرائیل علیہ السلام بھاگے ہوئے آئے، اللہ تعالیٰ نے دوڑایا۔ جاؤ پوچھو میرے محبوب کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! اللہ نے مجھے بھیجا ہے، آپ کیوں پریشان ہیں؟ کیوں رو رہے ہیں؟

کہا: جبرائیل (علیہ السلام) مجھے میری امت کا غم کھا رہا ہے۔ تو اللہ جل جلالہ نے کہا: اچھا جاؤ، خوش خبری دے دو، تیری امت کے بارے میں تجھے راضی کروں گا۔

نبوی زندگی کا حصول

اللہ نے ہمیں ایسا کامل نبی دیا، اس کے طریقے چھوڑ کر یہ امت بنی اسرائیل کی طرح بھٹکے گی۔ جیسے بنی اسرائیل صحرا میں چالیس سال بھٹکتے رہے، یہ امت بھٹکتی رہے گی۔ کبھی فوج کے پیچھے......کبھی سیاست دانوں کے پیچھے......کبھی حکمرانوں کے پیچھے......کبھی باطل کے پیچھے......کبھی کسی اور کے پیچھے......

جب تک ہادی عالم، رہبر کامل، محمد مصطفیٰ ﷺ سید الکونین کے پیچھے نہیں چلیں گے، منزل نہیں مل سکتی۔ جو دعوی کرے گا وہ باطل ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ کہہ رہا ہے، مشرک تمھارا رہبر نہیں۔ اس کی آگ سے آگ مت لو، اس کی آگ سے گھر

روشن مت کرو۔

ہماری معیشت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے مشرک آئے، کافر آئے، تو یہ معیشت ڈوبے گی نہیں تو اور کیا ہوگا؟ ہماری زراعت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے مشرک آئے، کافر آئے، زراعت ڈوبے گی نہیں تو اور کیا ہوگا؟

ہمارے مسئلے کا حل محمد ﷺ کی زندگی میں ہے۔ آپ ﷺ کے طریقے میں ہے۔ جانور کے پیچھے بھی کوئی چلا ہے؟ گدھے کے پیچھے بھی کوئی چلا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے

ان ھلم الا کالا نعام بل ھم اضل سبیلا یہ سارے میرے منکر یہ جانور ہیں بلکہ جانور سے بھی بدتر ہیں۔

تو کبھی کسی نے بھی گدھے کو کھڑے ہو کر پوچھا، کہ جناب ائیر پورٹ کا راستہ کہاں جاتا ہے؟ جناب میں نے اپنی زاراعت کو ٹھیک کرنا ہے، ذرا ہمیں مشورہ دے دو۔ ہم نے پاکستان کی تجارت کو ٹھیک کرنا ہے، جناب گدھے صاحب، تھوڑا ہمیں مشورہ دے دو۔ ہمارا رہبر کامل حضرت محمد ﷺ ہے۔ وہ ہمیں دنیا و آخرت کا مسئلہ بتارہا ہے

......من ارادعزا بلا عشیرہ ......جو عزت چاہے، طاقت کوئی نہیں ......وجاھتہ بلا اخوان...... وجاہت چاہتا ہے، مددگار کوئی نہیں، ساتھی کوئی نہیں کیا کرے......فلیخرج من ذل معصیتہ اللّٰہ الی عزعتہ اللّٰہ ......میرے اللہ کی نافرمانی چھوڑ دے، اور میرے اللہ کا فرماں بردار بن جائے، سب کچھ مل جائے گا ۔ یہ نسخہ آزمایا ہوا نہیں ہے یہ وحی کا ہے، آزمائش تو کبھی صحیح کبھی غلط ہوتی ہے۔ وحی ناقبل تبدیل ہوتی ہے۔

طریقہ محمدی ﷺ کامیابی کا ضامن

میرے بھائیو! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا طریقہ ساری امت میں آئے۔ سارے انسانوں میں آئے، باہر بھی بنے، اندر بھی بنے۔ عبادات بھی بنیں، عمارات بھی بنیں۔ آپ ایک زندگی لے کر آئے۔

ایا سفیان اتیتکم بکر امته الدنیا والاخرة. اے ابوسفیان! میں تمھارے پاس دنیا وآخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں میری مان جاؤ۔

ترکتکم علی محجته بیضاء. میں تمھیں روشن سڑک پہ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔

لیلها کنها رها. یہ وہ راہ ہے جس میں رات آتی ہی کوئی نہیں۔

دن ہی دن ہے۔ یہ وہ راستہ ہے، جس میں سورج غروب ہوتا ہی نہیں۔ نصف النہار پہ چمکتا رہتا ہے۔ ایسے روشن راستے کو جس نے چھوڑ دیا، وہ ہلاک ہو گیا برباد ہو گیا۔

جعلت ذلته والصغار علی من خائف امری جو میرے طریقے کو چھوڑے گا ذلیل ہو جائے گا رسواء ہو جائے گا اور جو میرے طریقہ پر جم گیا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

کل امتی یدخلون الجنته الامن ابی قبل ومن یا بنی یا رسول اللہ قال من اطاعنی دخل الجنته جس نے اللہ کے رسول کی اطاعت کی وہ روشن راستے پر آ گیا چڑھ گیا چڑھ پڑا اور اندر تک پہنچ گیا اور جنت کی نعمتوں میں اتر گیا۔

یہ سیکھنا پڑتا ہے، ہم نے طریقہ محمدی نہیں سیکھا۔

طریقہ پنجابی سیکھا ہوا ہے...... طریقہ بلوچی سیکھا ہوا ہے...... طریقہ سندھی سیکھا ہوا ہے...... طریقہ پشتو سیکھا ہوا ہے...... قومیت کے مارے ہوئے...... صوبائیت کے

مارے ہوئے زبانوں کے مارے ہوئے ......لغات کے مارے ہوئے ......طبقات کے مارے ہوئے ......ان پہ کیسے نبوی طریقہ آئے گا......؟ سیکھنا پڑے گا، اتنا سیکھیں کہ ہر نسب ٹوٹ جائے۔

ہمارا حسب ونسب ایک صحابی کا واقعہ

مصعب ابن عمیر ؓ کے بھائی پکڑ میں آئے، تو بھائی کہہ رہا ہے:

''اچھی طرح کس کے باندھو اس کی ماں بڑی مالدار ہے۔''

سگے بھائی کو کہا جا رہا ہے، اور وہ کہہ رہا ہے، مصعب میرا بھائی ہو کر میرے بارے میں یہ کہہ رہا ہے، اور وہ کہہ رہے:-

نہیں! تو میرا بھائی نہیں، تو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ میرا بھائی یہ ہے جو تجھے باندھ رہا ہے۔

ہمارا رشتہ ناطہ اسلام کا ہے۔ صوبائیت کا نہیں ہے، لسانیت کا نہیں۔ یہ سارے زہریلے کلام ہیں۔ جنہوں نے پوری امت میں زہر بھر دیا ہے۔ قوم کا نعرہ مارنے والا، آپ نے کہا پہلے اسے قتل کرو، پھر کافروں سے قتال کرنا۔ حضرت محمد ﷺ ایک طریقہ لائے ہیں، جس میں عبادات بھی ہیں، جس میں معاملات بھی ہیں، جس میں اخلاق بھی ہے۔

اطاعت رسول ﷺ کی دو شرائط

دل میں عظمت ہو، تو آدمی مانتا ہوں عظمت نہ ہو تو نہیں مانتا۔ کس کو نہیں پتہ کے سنت کیا ہے؟ پھر مانتے کیوں نہیں؟ دو چیزیں ضروری ہیں، محبت ہو اور عظمت ہو، دونوں چیزوں کا اللہ تعالیٰ اجتماع چاہتا ہے۔ اللہ کہتا ہے مجھ سے محبت بھی کرو اور عظمت بھی دل میں ہو۔ میرے نبی ﷺ سے محبت بھی ہو، اور عظمت بھی دل میں پیدا کرو۔

ایک بھی پیدا ہو جائے تو کام بن جائے گا۔

اطاعت رسول ﷺ کی انتہاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

میرے بھائیو! آج زبردست محنت کی ضرورت ہے کہ حضور ﷺ والا طریقہ زندہ ہو جائے۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس راہ پہ اٹھایا کہ میری مانو گے، تو دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی بنے گی۔ جان دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تیار ہیں خندق کے موقعہ پر خوف کا عالم تھا۔ سردی، بھوک اور ادھر عمرو ابن عبدود گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا چھلانگ لگا کے مدینے میں آ گیا...... **هل من مبارز......**

کوئی میرے مقابلہ میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے...... **انا یا رسول الله ......** میں یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا...... **اجلس انه عمرو ......** ارے بیٹھ جا یہ عمرو ہے، جو ایک ہزار کے برابر شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، وہ پھر کہنے لگا کوئی ہے مقابلہ میں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چوبیس سال۔ وہ لڑائیوں میں پھرتا پھراتا، ہزار آدمیوں کے برابر۔ آپ ﷺ نے کہا: بیٹھ جا...... **انه عمرو ......** یہ عمرو ہے۔

پھر تیسری مرتبہ وہ کہنے لگا کوئی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا: بیٹھو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے جانے دیجئے۔

......وان کان عمروا ......

چاہے عمرو ہی ہے، یا ہوا جان جائے گی تو آپ کے ہی نام پر ہی تو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔

اس نے کہا : تم کون ہو؟

انہوں نے کہا : علیؓ ۔

اس نے پوچھا : بن عبد مناف؟

علیؓ نے کہا : نہیں بن ابی طالب۔

اس نے کہا : بھتیجے تو؟

علیؓ کہا : ہاں! پھر کہا کہ عمرو میں نے سنا ہے، تجھے دو باتوں کی دعوت دی جائے تو ایک ضرور قبول کرتا ہے۔

کہنے لگا : ہاں!

فرمانے لگے : میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

کہنے لگا : اسلام تو میں قبول نہیں کرتا۔

فرمانے لگے : میں تمھیں پھر لڑائی کی دعوت دیتا ہوں۔

اس نے کہا : بھتیجے میں تو تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔

انہوں نے کہا : چچا میں تو تجھے نہیں چھوڑونگا۔ یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ اللہ ورسول کس کے ساتھ ہے؟

اس کے ساتھ ہو جا اب...... چاہے مقابلے میں باپ ہے ...... چاہے حمارت ہے...... چاہے بیٹا ہے .... چاہے تجارت ہے...... چاہے برادری ہے ...... چاہے بیوی ہے...... میں تو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔

......فنزل من خليه كانه شعلته نار ......

اس نے گھوڑے سے چھلانگ لگائی۔ ایسے غصہ میں تھا، جیسے آگ کا شعلہ ہوتا ہے اور جو زور سے حملہ آور ہوا، تو مٹی کا غبار اٹھا، دونوں چھپ گئے۔ سارے صحابہؓ فکر مند ہو گئے۔ حضور ﷺ بھی دعا میں لگے:-

اے اللہ مدد فرما۔

اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکبیر کی آواز سنائی دی۔آپ نے کہا...... قتل عدو اللہ...... اللہ کا دشمن قتل ہو گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار لگی اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

پھر آپ نے شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے کفار کی جماعت! پیچھے ہٹ جاؤ! تمھیں پتہ چل گیا ہے کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کو اور اپنے ماننے والوں کو، اکیلا نہیں چھوڑے ہوئے۔ ورنہ میرے جیسا عمرو کو قتل نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہی ہے، جس نے اسے قتل کر کے دکھا دیا کہ میر ی طاقت تمھارے ساتھ ہے

غزوہ احد کا سبق

احد کی لڑائی میں ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ جیسے اتنے بڑے بڑے صحابہ ہیں۔تیس صحابہ نے حضور ﷺ کی حکم عدولی کی، اور جان بوجھ کے نہیں کی غلطی سے کی۔

یقوم الغنیمته...... یہ خیال آیا کہ جنگ ختم ہو گئی ہے۔اب تو حضور ﷺ کا حکم پورا ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا۔

میرے بھائیو!

ایک ایک سنت پر جب تک مرنا نہیں سیکھیں گے۔اسوقت تک اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو عزت نہیں دے سکتا۔حضور ﷺ والی زندگی کی حفاظت کریں کہ آپ ایک ادنی سے ادنی طریقہ...... آپ کا بیٹھنا...... آپ کا چکھنا...... آپ کا اٹھنا...... آپ کا بولنا...... آپ کا لباس...... آپ کی شکل وصورت...... آپ کی گفتار......

یہ ایک بچا کر اپنے اندر لے لو پھر چاہے تمھارے پاس چھوٹی سی توپ بھی ہو گی تو اللہ

تعالیٰ اسی کے ذریعہ بنا کر بڑے بڑے قلعوں کو برباد کر دے گا،

مسلمان کی کامیابی کا دارومدار

جب صحابہ ؓ ایران میں داخل ہوئے، اور ایران کے بادشاہ یزدجر کے پاس گئے، تو درباری ہنسنے لگے۔ کہنے لگے:

اچھا ان تیروں سے ایران فتح کرنے آئے ہو۔ عربوں کے تیر چھوٹے چھوٹے تھے اور ان کے بڑے بڑے تیر تھے۔ انہوں نے کہا: اچھا انہیں تکلوں سے ایران فتح کرو گے؟ یا انہیں چھوٹی چھوٹی تلواروں سے ایران فتح کرو گے؟

انہوں نے کہا: اس کی کاٹ تم میدان میں دیکھو گے، میدان میں دیکھو گے، کیا ہوتا ہے؟ ہمارے ساتھ اللہ کا غیبی نظام ہے کہ ہم محمد ﷺ کے غلام ہیں۔

عبداللہ ابن حذیفہ ؓ پر تین دن لڑکی نے زور لگایا کہ کسی طرح یہ میری طرف دیکھے تو سہی۔ تین دن کے بعد بادشاہ کے پاس گئی، کہنے لگی:

ایھا الملک الی این ارسلتنی الی حجر او حدید لا یا کل لا ینظر

مجھے تم نے کس کے پاس بھیجا؟ وہ پتھر تھا یا پتہ نہیں لوہا تھا؟ نہ اس نے مجھے دیکھا، نہ اس نے کھایا نہ اس نے پیا۔ تو میں اسے کیسے گمراہ کرتی؟

حضرت عبداللہ ابن حذیفہ ؓ ایک اور آزمائش میں

قیصر نے بلایا: اس نے کہا آگ جلاؤ، کڑھا چڑھایا، اس میں تیل ڈالا۔ اس نے کہا جب کھولنے لگے، تو اس کے دو ساتھیوں کو اس میں ڈالو، اگر یہ پھر بھی عیسائی نہ ہو، تو اسے بھی ڈال دو۔ جب دو ساتھیوں کو ڈالا گیا اور جل بھن گئے اور جب ان کو

پھینکنے لگے، تو یہ روئے تو انہوں نے کہا: قبل انه بکی ...... جی وہ رو رہا ہے۔

کہا: واپس لاؤ۔ کہا: کیوں رو رہے ہو؟ کہا:۔

لا جزعا من الموت، ولا سبابته بالحی موت کے خوف سے نہ زندگی کے شوق سے۔

بادشاہ نے کہا: پھر کیوں روئے ہو؟ انہوں نے فرمایا:

رویا اس بات پر ہوں، ایک جان ہے، ختم ہو جائے گی، میں چاہتا تھا میرے جسم پر جتنے بال ہیں۔ اتنی میری جانیں ہوتیں، ایک کو اللہ کے نام پر گراتا جاتا، قربان کرتا جاتا...... کرتا جاتا...... کرتا جاتا

اب یہ جذبے ہمارے ہیں؟ باپ چاہتا ہے، میرا بیٹا بڑا ڈاکٹر بنے۔ لیکن بھائی اگر وہ محمدی ﷺ نہ بنا تو وہ برباد ہے، ہلاک ہے۔ ہم چاہتے ہیں محمدی ﷺ بن جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع محمدی ﷺ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرتا پہنا، تو اس کا آستین بڑا تھا۔ اس میں سے بازو چھپ گیا اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! چھری لاؤ اس کو کاٹنا ہے۔ بیٹے نے کہا: ابا جان آپ اس کو قینچی سے کاٹیں، سیدھا کٹے گا۔ انہوں نے فرمایا:۔

نہیں! میرے بیٹے! میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تھا، ان کے کرتے کا یہ آستین بڑھ گیا تھا، تو انہوں نے اس کو چھری سے کاٹا تھا۔ تو میں بھی چھری سے کاٹوں گا، میں نہیں اس کو قینچی سے کاٹتا۔

تو میں یوں کہتا ہوں کہ چاہے اسوقت آپ کو قینچی ملی نہ ہو، آپ نے چھری سے کاٹ دیا لیکن جیسے کرتا دیکھا سیدھے کرتا چلے گئے۔

ایک جگہ سے گزرے، حضور ﷺ کو ٹھوکر لگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کبھی وہاں سے گزرتے، تو ٹھوکر کھاتے کہ یہاں میرے محبوب کو ٹھوکر لگی تھی، میں بھی ٹھوکر کھاؤں گا۔ یہ کیا عشق ہے۔

مجنون کی مثال

پائے سگ بوسید مجنون   خلق پرسدایں چہ سود
ایں سگ درکوئے لیلی   گاہے گاہے رفتہ بود

مجنون نے تو کتے کے بھی پاؤں چومے۔ لوگوں نے کہا دیوانے کتے کو کیوں چومتا ہے؟ اس نے کہا:۔

پاگلو! یہ کتا کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے، اس لئے مجھے اچھا لگتا ہے۔ اس لئے میں اس کے پاؤں چومتا ہوں۔

تو ہم اللہ کے طریقے نہ چومیں، جس جیسا کوئی ہے نہیں۔ جس جیسا کوئی بنایا نہیں۔

سیدنا یزید بسطامیؒ کے عہد میں ایک شخص نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا تھا۔ آپ اس کی ملاقات کو چل دیئے۔ جب وہاں پہنچے، تو وہ مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔ اس دوران اس نے مسجد میں قبلہ رخ تھوکا۔ آپ نے جب دیکھا، تو بغیر ملاقات واپس چلے آئے۔ اسے سلام کرنا بھی گوارہ نہ کیا اور فرمایا:۔

هذا رجل غير مامون على ادب من آداب الشريعته فكيف يكون امينا على اسرار الحق.

یہ شخص شریعت کے آداب میں سے ایک ادب کا تو لحاظ نہیں کرتا اسرار الہتیہ کا کیوں کر امین ہوگا۔

خلاف پیغمبر کے راہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

آپ کے نزدیک شریعت مطہرہ کی اتباع ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

آپ کے پاس کرامت کا خواہاں ایک شخص آیا، اور ایک سال ٹھہرا۔ جب بد دل ہو کر واپس جانے لگا تو آپ نے وجہ پوچھی۔ تو کہنے لگا: اتنے عرصہ میں آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔

فرمایا اچھا یہ تو بتا کر مجھے کبھی کوئی کام خلاف سنت مطہرہ کرتے دیکھا؟ کہنے لگا: نہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا: جا اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو گی؟ اور فرمایا طریقت کی روح شریعت ہے...... الا ستقا مته فوق الکرامته...... شریعت مطہرہ پر استقامت ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اور ہم تو کریم کے چاہنے والے ہیں، کرامت کے نہیں۔

اصل دین شریعت مطہرہ پر عمل کرنا

حضرت بایزید بسطامیؒ کو ایک شخص کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ سے قائم اللیل اور صائم النہار ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس نے اپنے اندر مجاہدہ سے صفات ملائکہ پیدا کر لیں ہیں، اور یہ کوئی مقام نہیں، اور نہ یہ ولایت۔

بلکہ فرمایا کمال ولائیت یہ ہے، اپنے اندر صفات محمدی ﷺ پیدا کرے۔ یعنی اپنے زندگی کے ہمہ اوقات اپنے قیام و صیام کلام و طعام اور منام کو سنت مطہرہ کے مطابق کرے۔

خواجہ شہاب الدین عمر سہروردیؒ بانی سلسلہ علیہ سہروردیہ نے اپنی کتاب مستطاب عوارف المعارف شریف میں فرمایا۔

کل حقیقته ردته الشریعته فهو زندیقته

ہر وہ حقیقت جس کو در کرے شریعت وہ زندیقہ ہے۔
زندیق بظاہر دیندار اور بباطن بیدین بدعقیدہ کی۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضور ﷺ کی سیرت کا عکس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں

حضور ﷺ کی سیرت کا عکس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایک صحابی کی داڑھی کے دو بال تھے۔ صرف دو بال تھے، ان کو کنگھا کرتے تھے۔ ان کو تیل لگاتے تھے، ان کو چمکاتے تھے۔ ایک دوسرے نے کہا: ان دو بالوں کی اتنی نگرانی؟ انہوں نے جواب دیا:-

اترک سنت حبیبی لقول هذا الحمقاء

مذاق کرنے والو! تمھارے مذاق سے حضور ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے داڑھی اس لئے نہیں رکھی کہ خوبصورت لگوں۔ اس لئے داڑھی رکھی ہے کہ محبوب ﷺ کی سنت زندہ رہے ایک صحابی کا گلا کھلا ہوا تھا۔ حضرت جابر کا گلا یوں کھلا ہوا تھا، کسی نے کہا: بدل نہیں دیتے؟ دھوپ کی وجہ سے سینے پر کالا نشان پڑھ چکا ہے۔ تو اس نے کرتے کو پکڑ کر کہا:-

هذا رايت رسول اللہ ﷺ

میں نے محمد ﷺ کا کرتا یوں دیکھا ہے

میرا سینہ تو جل سکتا ہے۔ محمد ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سنت کا عکس صحابہ ہیں۔ کہو سنت کا عکس صحابہ ہیں وہ ہر کام میں دیکھتے تھے سنت کیا ہے؟

حضور ﷺ کی سیرت

صحابہ کو چھوڑو، تو پیغمبر نہیں ملتا۔ پیغمبر کو چھوڑو، تو خدا نہیں ملتا۔ ہمیں تو جو کچھ بتایا ہے صحابہ نے بتایا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور ﷺ کیا کرتے تھے؟

فرماتی ہیں:-

حضور ﷺ گھر آتے تو السلام علیکم کہتے تھے، گھر آتے میں دیکھتی کہ نبی ﷺ کی آنکھوں میں اتنی حیا ہوتی، کہ لڑکیوں میں اتنی حیا نہیں تھی۔ میں نے کہا: حضور ﷺ کیا کرتے تھے؟ فرمایا میں آٹا گوندرہی ہوتی، تو نبی بکری کا دودھ نکال لیتے۔

دیکھتی کہ نبی ﷺ جھاڑو دے رہے ہیں۔ نبی ﷺ آپ اپنی جوتی کو ٹانکہ لگا رہے ہوتے۔ کبھی آپ لکڑیاں لا رہے ہیں، کبھی آپ کپڑے دھو رہے ہیں، بعض دفعہ یوں بھی دیکھا کہ بریرہ لونڈی سو رہی ہے، نبی پنکھا کر رہے ہیں۔ آج کون کرتا ہے؟

او سیٹھو! تم کیا کرو گے؟ تم تو نوکر کے گلاس میں پانی نہیں پیتے......تم تو کہتے ہو میرے پلنگ پہ نہ آنا......تم تو کہتے یہ بچا ہوا پانی خراب ہے......اس میں جراثیم ہیں میں نے آقا کو دیکھا کہ دودھ کا پیالہ ہے۔ فرمایا:-

جاؤ ابو ہریرہ ﷺ سب کو پلاؤ پہلے میرے غلام پئیں گے۔ ستر صحابہ نے پی لیا، تو ان کا بچا ہوا، تمھارے نبی ﷺ نے پیا تھا۔

جب حضور ﷺ سفر میں ہوتے تھے، تو فرماتے: تم اونٹ ذبح کرو، تم گوشت بناؤ، تم پانی بھر لاؤ، اونٹوں کو چراؤ، تم سامان کی حفاظت کرو، اور خود کھڑے ہو کر فرماتے، میں محمد (ﷺ) جنگل سے لکڑیاں لاتا ہوں۔

یہ کون کر سکتا ہے؟ یہ محبوب کی سیرت ہے، میں آقا کو دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کبھی دیکھتا ہوں، تو مزدوروں کی صفت میں پتھر اٹھا رہے ہے، کبھی دیکھتا ہوں، تو بوڑھی کی گٹھڑی اٹھا کر گھر پہنچا رہا ہے۔

حضور ﷺ کی برکات

تیری رحمت پہ قربان...... مصطفیٰ ﷺ تیری نبوت پہ قربان......اونٹنی پر بیٹھتے تو گھر پہنچے ،حلیمہ کہتی ہیں کہ میرے گھر میں برکت...... میرے پانی میں برکت ......لوگوں کی بکریاں شام کو آئیں،تو دودھ سوکھے ......میری بکری دوپہر کو آئے،تو تھن بھر چکے ہوتے......آج بھی برکت ہے یہ برکت نہیں؟

آپ ﷺ نے لعاب ڈال دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کے آٹے میں،اور اس کے سالن میں،تو پھر ساڑھے نوسو آدمیوں کا پیٹ بھر گیا۔ یہ برکت ہے،غزوہ خندق میں انگلیاں رکھیں،تو تین سو مشکیں بھر گئیں۔تین سو اونٹ پانی بھی پی گئے۔اور نبی ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری رہا۔ یہ برکت ہے ہم برکت کے قائل نہیں۔

آج ایک نیا راز علماء کو بتاؤں،جو حضرت خالد سے ملا ہے۔خالد کہتے ہیں، میرے سر پر ٹوپی تھی ۔جب میں ٹوپی اوڑھ کر میدان میں نکلتا تھا، مجھے دس ہزار آدمی دس نظر آتے تھے یہ میری ٹوپی کا کمال نہیں تھا۔اس میں محمد ﷺ کے سر کے بال تھے۔ فرمایا: ساٹھ ہزار آدمی مجھے ساٹھ نظر آتے تھے،دس تلواریں تو ٹوٹ جاتیں۔مگر میرے بازوؤں میں فرق نہیں آتا تھا۔

حضور ﷺ کی سیرت

تو بھائیو! میں سمجھا رہا تھا...... ایکم مثلی ......کون ہے؟ جو میرے مصطفیٰ ﷺ کا مقابلہ کرے،سارے انبیاء جمع کرو،تو میرے محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اپنے گھروں میں سیرت پیدا کرو۔حضور ﷺ نے فرمایا: گھر میں آؤ تو السلام علیکم کہو،آج تو سلام بھی کئی طرح کے بنا لیے ہیں۔دعا کرو خدا ہمیں صحیح سلام عطا کرے۔آمین!

ماں باپ اپنی اولاد کو اتنا نہیں سکھا سکتے، جتنا کملی والے نے امت کو سکھایا ہے۔ہمیں کپڑے پہننا سکھایا، ہاتھ دھونا سکھایا، سونا سکھایا، جاگنا سکھایا، چلنا سکھایا۔فرمایا راستے میں چلو تو تین کام کرو۔ غض البصر نگاہ نیچی رکھو، خواہ مخواہ نہ پکڑی جائے گی۔

جب حاتم طائی کی بیٹی آئی، تو نبی نے نگاہ نیچے کر کے فرمایا کہ بلال یہ لے، میرا رومال۔ اس لڑکی کا پردہ سنبھال، بلال ؓ نے کہا: حضرت ﷺ! حاتم طائی (کافر) کی بیٹی ہے، فرمایا:

بلال بیٹی، بیٹی ہوتی ہے۔ مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں آئے گی، تو بیٹی بن کر آئے گی۔ یہ میری بھی تو بیٹی ہے۔ بلال میں پردہ اتارنے نہیں آیا۔پیغمبر پردہ سنبھالنے آیا ہے۔

حاتم طائی کی بیٹی کہتی ہے کہ نبوت کی چادر میرے اوپر آئی، پورے وجود میں اسلام کا کرنٹ آ گیا، پسینہ آ گیا۔ میں نے کہا: حضرت آپ نے یہ چادر نہیں دی، مجھے جنت میں پہنچا دیا ہے اب میں کلمہ پڑھتی ہوں۔اس کے قبیلہ کے تین سو آدمی تھے، کہنے لگی: قبیلے والو! اگر نبی ﷺ کی دشمنی اور انکار میں اکٹھے تھے، تو آؤ اقرار بھی اکٹھے کر لیں تین سو بندے اس وقت نبی ﷺ کے غلام بن گئے۔

سنت کے مخالف پر حضور ﷺ کی ناراضگی

آج لوگ صبح اٹھے اور داڑھی کو ختم کر دیا۔ نبی فرماتے ہیں:۔

من رغب عن سنتی فلیس منی — جو میری سنت کو چھوڑ بیٹھا اس کو کہہ دو وہ میری امت کی فہرست سے نکل جائے۔

میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ آپ کا عاشق کون ہے؟ آج تو ہم عاشق اس

کو کہتے ہیں، جو گردن میں کپڑا لٹکا لے۔ عجیب قسم کی پگڑی ہو، اور خوب گیت گائے اور کہے کہ میں عاشق رسول ہوں۔ میرے محبوب آپ کا عاشق کون ہے؟ فرمایا:۔

من احب سنتی فقد احبنی   جو میری سنت سے پیار کرے وہی میرا عاشق ہے۔

یہ داڑھی رکھنا، نبی کی سنت ہے۔ مونچھیں کٹوانا، نبی کی سنت ہے۔ السلام علیکم کہنا نبی کی سنت ہے۔ نمستے، آداب عرض، رام رام ہرے رام، یا علی مدد، مولیٰ علی مدد، یہ سنت نہیں ہے۔ نبی نے فرمایا:۔

افشو لسلام ...... نبی ﷺ نے فرمایا...... السلام قبل الکلام ...... نبی ﷺ نے فرمایا:...... سلموا تحابوا ...... سلام کہنا، حضور ﷺ کی سنت ہے۔ بڑوں کا ادب کرنا، جو فوت ہو چکے ہیں، ان کو نیکی سے یاد کرنا، سنت از کروا موتا کم بالخیر. فرمایا: جو فوت ہو چکے، ان کو نیکی سے یاد کرو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور اتباع رسول ﷺ

کفار مکہ نے اپنا ایک تجربہ کار سفیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، وہ مختلف ملکوں میں، مختلف بادشاہوں کے دربار میں جا کر، ان کی شان و شوکت، رعب، جاہ و حشمت اور دبدبہ دیکھ چکا تھا۔ ملک، ملک پھرنے والا یہ سفیر، جب آقا ﷺ کی خدمت میں آپ کے دربار میں پہنچتا ہے، تو محبت و دلدادگی اور جاںنثاری و لفگاری کے عجیب مناظر دیکھتا ہے۔

وہ دیکھتا ہے کہ آپ کے محبین، آپ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ آپ جب تھوکتے ہیں، تو آپ ﷺ کا تھوک مبارک زمین پر گرنے نہیں دیتے، بلکہ اپنے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور محبت و عقیدت سے اپنے جسم پر مل لیتے ہیں۔ آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں، تو گوش بآواز ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں، اور ایسے بے حس و حرکت ہو

جاتے ہیں، کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں کہ اگر انہوں نے ذرہ برابر حرکت کی تو وہ اڑ جائیں گے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ عروہ بن مسعود مکہ والوں کی طرف سے سفیر بن کر آیا تھا، اب یہ سب کچھ دیکھ کر اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے

لما رجع عروة الی اصحابه ای قوم قال واللّٰه لقد وفدت الی الملوک و وفدت علی قیصر و کسری والنجاشی واللّٰه ان رایت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد محمدا واللّٰه ان تنخم نخامته وقعت فی کف رجل منهم فذلک بها وجهه وجلده واذا امرهم ابتدارو

عروہ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر گیا، تو یہ کہنے لگا کہ بھائیو! میں تو دنیا کے مختلف متعدد بادشاہوں کے پاس بھی پہنچ چکا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ لوگ اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں، جیسے محمد ﷺ کی تعظیم ان کے صحابی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر تھوکتے ہیں، تو وہ تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھوں پر گرتا ہے اور وہ اپنے منہ اور جسم پر مل لیتا ہے اور وہ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب کے سب لپک کر ان کا حکم بجالاتے ہیں یہاں تک کہ لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار ہو

امرہ واذا توضا کادو یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصوتھم عندہ وما یحدون الیہ النظر تعظیما لہ

جاتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے ساتھ اپنی آوازوں کو پست کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اور کوئی ادب اور تعظیم کی وجہ سے گھور گھور کر ان کو نہیں دیکھتے سب کی نگاہیں نیچی رہتی ہیں۔

اللہ کریم نے قرآن میں یہ قاعدہ قانون بنا دیا کہ جب میرا رسول ﷺ اور میرا محبوب بات کر رہا ہو، تو کسی کو یہ جرأت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ اس کی آواز سے اپنی آواز بلند کرے کیونکہ یہ میرے محبوب کی تعظیم و تکریم کے منافی ہے۔ لہٰذا قرآن نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دے دیا ہے کہ میرے محبوب کے سامنے زور زور سے مت بولو ۔اللہ تعالیٰ نے یوں فرمان جاری کیا۔

جس سے مجھے والہانہ عشق کی حد تک محبت ہے، وہ اسی انداز میں بوتل پیتا ہے، جس طرح اس کو میں دیکھتا ہوں۔ میں نے افسوس کرتے ہوئے کہا: کاش تم نے محبوب عالم کہ جس کو سارا عالم ہی محبت کرنے والا ہے، کو اپنا محبوب بناتا، تو اس کی اداؤں کی نقل کرتے ہوئے دائیں ہاتھ سے پیتا، بیٹھ کر اور تین سانس میں بسم اللہ پڑھ کر پیتا، بعد میں مسنون دعا پڑھتا، تو یقیناً یہ محبت تمھارے لئے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں فائدہ بخش ثابت ہوتی۔

اسی طرح میں نے ایک ادھیڑ عمر شخص کو دیکھا، وہ ہمیشہ چپ رہتا۔ کسی سے بات نہ کرتا، وہ بس بازار میں کبھی کبھی نظر آتا اور ختم شریف کے لئے چندہ جمع کر رہا ہوتا تھا۔ اگر اس سے کوئی بات دریافت کی جاتی، تو وہ مختصر طور پر اشاروں میں جواب دیتا۔ میں اس شخص کے اس معمول کو دیکھتے دیکھتے سن شعور تک پہنچا تھا۔ اس کی اس عادت کی وجہ سے لوگوں نے اس کا نام چپ سائیں رکھ چھوڑا تھا۔

ایک دفعہ میں نے اپنے شہر کے ایک بزرگ سے پوچھا، اس شخص کا قصہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ یہ ویرانوں اور قبرستانوں میں ڈیرا جمائے ہوئے ہیں۔ آبادی سے دور رہتا ہے صرف ختم دلانے کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے بازار آتا ہے، کسی سے بات نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کو اس کے مرشد نے بات چیت کرنے سے منع کر دیا ہے اور چپ کا روزہ رکھنے کا امر حکم دیا ہے۔ پیر کے حکم کے مطابق اس نے بارہ سال چپ کا روزہ رکھا ہے۔ یہ اس کا چلہ ہے بارہ سال بعد یہ کسی سے گفتگو کر سکے گا، وہ بھی اگر مرشد نے اجازت دی تو۔

میں بہت حیران ہوا، اور افسوس بھی ہوا کہ امت مسلمہ کے لوگ جاہلوں کے پیچھے لگ کر اپنے اصل محبوب ﷺ کے اوامر و نواہی کو بھول گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی اداؤں کو چھوڑ کر گمراہ پیروں کی ادائیں اپنا رہے ہیں۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا محبوب بناتا، ان کی دلنواز اور جان پر سوز اداؤں کو اپنی جان بناتا، ان کی نقل کرتا، تو اس کا یہ قابل رحم حال نہ ہوتا، بلکہ وہ مخلوق سے مل کر ان کے دکھ درد بانٹتا۔

مخلوق کے درمیان ادائیں محبوبی کی نقل کرتے ہوئے اپنے چہرے کو داڑھی جیسی سنت سے زینت بخشتا۔ چپ کرنے کے بجائے نمازیں پڑھتا، تلاوت کرتا، ذکر واذکار سے اپنی زبان کو ہر وقت تر کر کے، اپنی آخرت سنوارتا۔ لیکن اس پر یہ وبال پڑا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں، اداؤں کو چھوڑ کر گمراہیوں کو اختیار کر کے، اولیاء شیطان کی مکروہ خصلتوں کو اختیار کر کے، جہنم کے راستوں پر دوڑا چلا جا رہا تھا۔ یہ وبال تھا، محبوب کائنات کی اداؤں کو چھوڑنے کا۔

اسی طرح ایک آدمی نے اپنے معصوم بچے کو ایک آستانے پر لیجا کر ذبح کر دیا ۔ پولیس نے گرفتار کر کے تفتیش کی، تو اس نے بتایا کہ میرے مرشد کا امر تھا، کہ تم اپنے

آپ کو اعلیٰ منزل تک پہنچانے کے لیے اپنے بچے کی قربانی کرو۔ لہٰذا میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کی پوری تفصیل اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔

اسی طرح ہمارے معاشرے میں بدقسمت لوگ کتنے ہی غیر شرعی افعال ورسومات کو انجام دے کر اپنے مال کو ضائع کرتے ہیں، اور ساتھ ایمان کو بھی۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے، تو جواب دیتے ہیں کہ ہماری سرکاریں، ایسے ہی کرتی ہیں۔ ہم ان کی محبت میں ایسا کرتے ہیں، اوران کی اداؤں کی نکل کرتے ہیں۔ اور دنیا کی سرکاروں کو چھوڑ کر دنیا کے محبوبوں، کو خیر باد کہہ کر اس محبوب کی اداؤں کو اپنائیں کہ جس کے اپنانے کا حکم قرآن میں رب کائنات نے یوں دیا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ بے شک تمھارے لئے محبوب کائنات ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

یعنی اے مسلمانو! تم اپنی زندگیوں کو اس نمونے اور ماڈل کے مطابق استوار کرو۔ اس نمونے کو دیکھ دیکھ کر اپنے تمام کام انجام دو۔ جس طرح یہ نمونہ تمھارے سامنے ہے۔ بالکل اسی طرح اپنے آپ کو بنالو۔

حقیقی سچی محبت میں اطاعت کے فلسفے کو صحابہ نے خواب سمجھا۔ جیسے، جہاں، جس قدر، جس طرح، انہوں نے اپنے محبوب کو کرتے دیکھا۔ جس طرح اپنے محبوب کی دلنواز اور دلگیر اداؤں کو دیکھا، ویسے ہی ساری زندگی ان کی نقل کرنے میں گزار دی۔ اگر کسی صحابی نے دوران سفر، کسی جگہ اپنے محبوب کو بول کر حاجت پوری کرتے دیکھا، تو جب کبھی بھی وہ اس راستہ سے گزرا، اس نے بھی اپنے نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا۔

جوان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اور

ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اور فرمان الٰہی ہے:-

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الھکم الہ واحد کہہ دیجئے! بے شک میں تمھاری مانند ایک بشر ہوں۔ میری جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ بے شک تمھارا معبود ایک ہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ روز سعادت ہے، جس میں میری ولادت ہوئی۔ اور اسی میں بحیثیت نبی معبوث ہوا اور اسی روز نیک دن میں مجھ پر قرآن جیسی پر عظمت کتاب نازل کی گئی۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)

ماہ ربیع الاول میں بروز سوموار مکہ مکرمہ کے معروف مقام دار المولد میں عام الفیل ہاتھیوں کے مکہ پر حملہ والے سال میں ۵۷۱ میں رسول اللہ ﷺ کا اس زمین پر ظہور و ورود ہوا۔

آپ ﷺ کے والدین جانے پہچانے تھے۔ آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب تھے، اور والدہ آمنہ بنت وھب تھیں۔ دادا جان نے آپ کا نام گرامی محمد ﷺ رکھا تھا۔ آپ کے والد محترم آپ کی ولادت سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

مسلمانوں کی یہ اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اس رسول کریم ﷺ کی قدر و عظمت سے آشنا رہیں، اور آپ پر نازل کئے گئے۔

قرآن پاک کے مطابق حکم جاری کریں اور اس کے اخلاق کے رنگ میں رنگے جائیں۔ توحید کی جانب دعوت دینے کا اہتمام کریں یہی وہ دعوت توحید ہے،

جس کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا آغاز فرمایا تھا اور آپ ﷺ اس فرمان الٰہی:۔

قل انما ادعوا ربی ولااشرک به احدا

کہہ دیجئے میں اپنے رب کی طرف بلاتا ہوں اور میں اسکے ساتھ
کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا کا زندہ وجاوید پیکر تھے۔
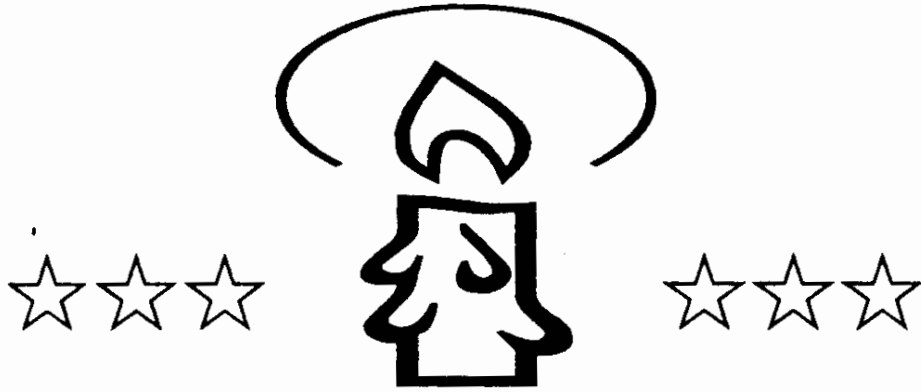
مولانا ارسلان بن اختر کی تالیفات